فدک

وما الفدک

وما ادراک ما الفدک

ترتیب وتنظیم گروہ مؤلفین

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

فدك
وماالفدك
وما ادراك ماالفدك

ترتیب و تنظیم
گروہ مؤلفین

وما اصنع بفدک وغیر فدک ،والنفس مظانها فی غد جدث،تنقطع فی ظلمته اثارها،و تغیب اخبارها،وحفرة لو زید فی فسحتها،واوسعت یدا حافرها،لاضغطها الحجر والمدر.

میں فدک وغیر فدک لے کر کیا کروں جبکہ نفس کی منزل کل قبر میں ہوگی کہ جس کی تاریکیوں میں نشانات مٹ جائیں گے۔اور خبریں ناپید ہو جائیں گی۔وہ تو ایک ایسا گڑھا ہے کہ اگر اس کا پھیلاؤ بڑھا بھی دیا جائے اور گورکن سے اسے کشادہ بھی کر لیں تب بھی پتھر اور کنکر اس کیلئے باعث ضیق ہوگی۔

فما خلقت لیشغلنی اکل الطیبات ،کالبھیمة المربوطة،ھمھا علفھا،او المرسلة شغلھا تقممھا

میں اس لئے تو پیدا نہیں ہوا ہوں کہ اچھے اچھے کھانوں کی فکر میں لگا رہوں،اس چوپائے کی طرح جسے صرف اپنے چارے ہی کی فکر لگی رہتی ہے۔

☆امیر المومنین علی ابن ابی طالب کا عثمان بن حنیف کے نام (مکتوب۔۴۵)☆

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب..................... فدک ومالفدک وماادراک مالفدک

مرتبین ومنظمین .... علی شرف الدین، ابرار حسین،

محمد علی، ناصر شاہ، خادم حسین، ابومریم،

تاثیر شاہ، مولانا شکور علی، گل تاج، قمر کاوش

ناشر............................... دارالثقافۃ الاسلامیہ پاکستان

www.sibghtulislam.com

انتساب:۔

بحور حقائق میں غواصی کا شغف رکھنے والوں،
قعور بحار میں گرانقدر جواہرات کے متجسسوں کی مانند
حقائق ومعارف اسلامی وانسانی میں بھی شغف رکھنے والوں،
جنود خرافات واباطیل احزاب یساری ویمانی سے جنگ بلاامان
آئیسا من الدنیا راجیا رحمت بیکراں جل جلالہ سے
ظلمت کدوں میں جا کر بتوتات کو توڑنے والوں،
کے نام

طلائع کتاب فدک

کتاب فدک و ماادراک مالفدک؟ کی تالیف ہمارے وہم وخطور میں نہیں تھی، یہ موضوع میری طبع ومزاج کے خلاف تھا نیز غالب گمان تھا کہ یہ مسئلہ کبھی حل نہیں ہو پائے گا۔ یاس و نا اُمیدی کے تلاطم میں مستغرق تھا بلکہ ہم اسے ایک تکرار بے سود تصور کرتے تھے بلکہ اس میں ہاجم اور مدافع دونوں کا غیر جانبداری سے ساحل تک لنگرانداز ہونے کا تصور ناممکن سمجھا جاتا تھا۔ دوسری طرف میں اپنے عمری تقاضا اور خود کو لاحق اقتصادی واجتماعی وعلاقائی مشکلات ومحاصرہ میں ہر دن گرتا جارہا تھا لہٰذا ناقص تالیفات کو اِس میسر ومحدود وقت میں تکمیل کر کے جانے کی تیاری میں تھا لہٰذا ہم نے کوئی نئی کتاب شروع نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا، اچانک اسلام آباد سے ایک برادر انسانی نے سوال بھیجا، برادر انسانی اس لئے لکھ رہا ہوں کیونکہ برادر اسلامی معاشرے میں ناپید ہیں سب لوگ اپنے فرقے سے انتساب کو اپنا افتخار سمجھتے ہیں اور خاص وخالص اسلامی تعارف کو ناقص تصور کرتے ہیں۔ جناب زبیر صاحب نے ۲۵ ذیقعد ۱۴۳۹ھ بمطابق ۸ جولائی ۲۰۱۸ء صبح تقریباً ساڑھے گیارہ بجے اپنے موبائل نمبر ۰۳۲۲۔۲۰۸۲۶۸۴ سے فون کر کے ملاقات کی خواہش کی تھی۔ اپنے حالات نا مساعد ہونے کی وجہ سے ہم نے معذرت طلب کی لیکن انہوں نے اصرار کیا اور لکھ کر سوال کرنے کی اجازت مانگی جسے ہم نے قبول کیا اور مختصر سوال کی اجازت دی۔ انہوں نے تاریخ میں مشکل ترین اور ناقابل حل سوال اور اس کو بھی ضرب مکعب سوال اسرائیلی بنا کر ہماری طرف بھیجا۔ ہم نے حسب وعدہ مروت میں آ کر اس کو واپس کرنا نامناسب اور خلاف مروت سمجھا'' وَ أَمَّا السَّائِلَ فَلا تَنْهَر ''۔ جواب شروع کرتے کرتے ہمیں یاد آیا کہ آج سے بہت عرصہ پہلے ہندوستان کے ایک ہندو صحافی نے مسلمانوں پر طنز کیا تھا کہ دنیا میں تمام مشکلات فلکی وفیزیکی مسائل حل ہو گئے لیکن مسلمانوں کے ہاں مسئلہ امامت حل نہیں ہوا ہے۔ خود مسلمانوں میں سے جس جس نے امامت پر کتاب لکھی انہوں نے لکھا مسلمانوں میں قدیم ترین اور ناقابل حل مسائل میں سے ایک مسئلہ مسئلہ امامت ہے، جتنا اس کے لئے خون بہایا وہ کسی اور کے لئے نہیں بہایا گیا ہے، آخر اس کا سبب اور وجہ کیا ہے؟ اس میں کیا پیچیدگی ہے؟ سوال میرے ذہن میں تھا لیکن طرح طرح کے مسائل کی وجہ سے اس کو تطبیق کرنے کا نہیں سوچ رہا تھا۔ ہم اس سوال کا جواب لکھنے کے لئے مصادر تلاش کر رہے تھے کہ اتنے میں میری ایک گمشدہ کتاب ''**الانسان المعاصر و المشکله الاجتماعیه**''

تالیف محمد باقر الصدر ناشر مطبعہ نعمان سنہ ۱۳۸۱ھ ہاتھ میں آئی جس کو ہم نے نجف میں اپنے درس نصاب مجہول ومخفی کو آیت اللہ محمد علی تسخیری سے پڑھا تھا، تو اس کو ابتداء سے دوبارہ پڑھا۔ اس میں سوال ہے کہ انسان کو درپیش دو قسم کی مشکلات ہیں۔

ا۔ ایک مشکلہ طبیعی ہے طبیعت اتنی آسانی سے خاضع نہیں ہوتی اس میں قوت گویائی نہیں وہ گونگی بہری ہے، لفظی قانون نہیں سمجھتی وہ صرف قانون طبیعت کی بات سنتی ہے جس کو قانون طبیعت آتا ہے اس کیلئے دروازہ کھولتی ہے۔ مغرب کے علماء قانون طبیعت پر مسلط ہوئے، بشر کو ترقی کرنے کے لئے اس قانون کو پڑھنا ضروری ہے ورنہ وہ ترقی نہیں کر سکیں گے۔ مغرب نے سالہائے سال تجربے کے بعد محیّر العقول کشفیات کیں لیکن ان سے بھی مشکلہ اجتماعی تنہا حل نہیں ہوا بلکہ پہلے سے بدترین صورتحال کا سامنا ہوا چونکہ مشکلہ اجتماعی تضاد و تناقص داخلی کا نتیجہ ہے جب تک عدل اجتماعی کی قضاوت نہ ہو یہ تناقض حل نہیں ہوتا چنانچہ انہیں دین انسانیت اختلاق کرنا پڑا۔ سابق زمانے میں کلیسا بادشاہان واجتماع پر قابض تھا جو انسانوں کو بھیڑ بکریاں گدھا خچر کی مانند استعمال کرتے تھے لیکن عوامی ہجوم سے ان کے تخت وتاج کو توڑ پھوڑ کیا اور ظالم نشین قصور کو مسمار کیا، لیکن جلد ہی انسان دوست بننے والے نورانی چیکے سے میدان میں آئے، انہوں نے دوبارہ اغنیاء کی معاونت وسرپرستی کرنا شروع کی۔ وہ مشکلۂ اجتماعی جیسے امیر وغریب، قوی اور ضعیف ختم نہیں کر سکے، مشکلات کی ماں کلیسا تھا انہوں نے خالی جگہ پُر کرنے کیلئے دین انسانیت بنایا لیکن فقیر وغنی کے مسئلے حل نہیں ہوئے اور ایک دوسرے کے حقوق کا تعیّن نہیں ہو سکا وہ ایک انسان مالک اور دوسرا غلام کے تصور کو ختم نہیں کر سکے۔ غرض ہندوستان کے ہندو صحافی نے غلط فہمی میں کہا کہ دنیا کے تمام مسائل حل ہوئے ہیں لیکن مسلمانوں کے ہاں امامت کا مسئلہ حل نہیں ہوا ہے جبکہ خود ہندوؤں کے مسائل حل نہیں ہوئے ہیں جیسے ذات پات کا مسئلہ، تناسخ کا مسئلہ، اور برہمنوں کی طبقہ بندی جیسے مسائل ابھی تک ان کے ہاں جوں کے توں موجود ہیں وہ کیا مسلمانوں کی تحقیر کریں گے۔ آپ دیکھ سکتے ہیں جتنا تحقیر آمیز سلوک وتفاوت ہندوؤں میں روا ہے وہ مسلمانوں میں نہیں ہے۔ غرض یہاں بیان کرنا مقصود ہے کہ مسلمانوں کے درمیان مسائل کی جڑ امامت ہے، امامت اگر مسلمانوں کے ہاتھ میں ہوتی تو حل ہوتی لیکن مسئلہ امامت حل نہیں ہوا خود اس کا کیا سبب ہے؟ یہاں اس سبب کو حل کرنا چاہیئے، کیونکہ کبھی کسی نے اس مسئلے پر غور وخوض نہیں کیا۔ مسئلہ امامت مسئلہ علمی نہیں جسے حل کرنا آسان ہوتا بلکہ یہ مسئلہ مفاداتی ہے لیکن پیغمبرؐ کے بعد جن لوگوں کے اندر سے مفادات کے سیل سوکھ گئے تھے انہوں نے اسے پچیس سال تک آرام وسکون سے چلایا ہے۔ یہ مسئلہ پہلے دن

حل ہو گیا تھا جہاں علی ابن ابوطالب جو حریف ورقیب سقیفہ تھے وہ تین دفعہ اپنے استحقاق سے دست بردار ہوئے، وہ اس سے زیادہ اور کیا کر سکتے تھے، اسی طرح ان کے عزیزوں نے بھی ان کو یہ مشورہ دیا کہ آپ حکومت سے دور رہیں چنانچہ اس وقت کے مسلمانوں نے اپنا مسئلہ حل کیا۔ وہ مسلمان دنیا سے چلے گئے اور ان کی خالی جگہ پر نومسلم نا آشنا مسلمان سامنے آگئے۔ انہوں نے نظام قرآن اور نبی کریم محمدؐ کے میدان عرفہ میں اعلان کردہ دستور سے انحراف کر کے اسے روم وفارس والوں کو دینے کا مطالبہ کیا، کہا مسلمانوں کی امامت ان کو پہنچنی چاہئے چنانچہ ان کی تمہیدات شروع ہوئیں، دوسری صدی میں نظام امامت کی بنیاد ہشام بن حکم نے تنظیم دی تھی جیسا کہ کتاب ''دور شیعہ فی بناء الحضارۃ'' آیت اللہ جعفر سبحانی ص ۷۱ پر لکھتے ہیں ہشام شیعہ امامیہ تھے انھوں نے امامت میں علم کلام کو کھولا وہ حاضر جوابی اور اپنے مخالف کو ساکت وخاموش کرنے میں مہارت رکھتے تھے، وہ اللہ کی تشبیہ کے قائل تھے جیسا کہ شہرستانی نے کتاب الملل ونحل جلد ۱ ص ۱۵۵ پر لکھا ہے۔ ہشام بن حکم کنیت ابومحمد مولا بنی کندہ، احمد امین نے لکھا ہے ،،وہ علم کلام میں نبوغ رکھتے تھے وہ اپنے عزائم کو چھپانے کے لئے معتزلہ سے مناظرہ کرتے تھے، معتزلہ مؤسس علم کلام ہیں ان مناظرات کا اہتمام جعفر برمکی وزیر خزانہ ہارون الرشید کرتے تھے۔ جعفر برمکی امامت کسرائی کے خواہاں تھے۔ مؤسس نظریہ امامت ہشام بن حکم کے بارے میں صاحب دور شیعہ لکھتے ہیں یہ شخص ابی شاکر دیصانی ملحد کا شاگرد تھا اور اس کے بعد جھم بن صفوان حبیر کا شاگرد رہا جسے ۱۲۸ھ کو خراسان کے شہر مرو میں موت کی سزا سنائی گئی۔

اما جس چیز کے آپ نے مشکل اور خاردار سوالات بنائے وہ فاطمہ بنت محمدؐ کا فدک کی جاگیر طلب کرنا ہے، شیعہ سنی احادیث سے ثابت ہے کہ اس طلب کے جواب میں یہ حدیث پیش کی کہ انبیاء جو وراثت چھوڑتے ہیں وہ وارثین میں تقسیم نہیں ہوتی۔

شیعہ سنی احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ زہراء بنت محمدؐ ابا بکر ابن ابی قحافہ سے ناراضگی میں دنیا سے رخصت ہوئیں، قصہ فدک جو آپ کا اصل موضوع ہے۔ اس سے پہلے آپ نے جو جواب مشکل بنانے والی شرائط اسرائیلی لگائی ہیں ان کے بارے میں کچھ وضاحت کرنا ضروری ہے۔

اس روایت کو شیعہ نہیں مانتے، اس روایت کو اہل سنت نہیں مانتے ہیں، شیعہ نہ ماننے سے اور اہل سنت کے نہ ماننے سے جو نتیجہ برآمد ہوا اور ہو رہا ہے وہ فساد ہے۔ چونکہ ان کو یہ حکم ہے آپ اس کو مانیں وہ اُس کو نہ مانیں بطور مثال متعہ کے جائز ہونے کو سنی نہیں مانتے لیکن پہلے مروج تھا کو مانتے ہیں، امام مہدی کے موجود ہونے کو اہل سنت نہیں مانتے لیکن امام مہدی کے بارے میں مصادر پورے کے پورے اہل سنت

دیتے ہیں، اہل سنت تقیہ کونہیں مانتے لیکن تقیہ کے نام سے جھوٹ بولنے میں شیعہ سے سنی پیچھے نہیں وہ توریہ کے نام سے تقیہ کرتے ہیں۔ جب تک حضرت ابلیس زندہ ہے شیعہ سنی میں اتفاق نہیں ہوگا لہٰذا اتحاد کی ساری کوششوں کو اخلاص کہنے کی بجائے کاوش منافقین کہنا زیادہ مناسب ہے۔ شیعہ کے نہ ماننے سے آسمان زمین پرنہیں گرتا، زمین تحت ثریٰ نہیں جاتی۔ ان کے نہ ماننے سے اسلام باطل نہیں ہوگا بلکہ وہ خود باطل ہونگے لیکن ماننے نہ ماننے کا کوئی اصول ہے یانہیں؟ یہ کسی کسوٹی میں آتا ہے یانہیں؟ گیارہ ہجری کے بعد جو بھی واقعات ہم تک پہنچے ہیں انہیں اخبار کہتے ہیں، اخبار کی تعریف میں کہا ہے'' **الخبر یحتمل صدق و الکذب** ''ہر خبر جسے بھی خبر کہا جائے وہ اپنی جگہ احتمال صدق و کذب دونوں رکھتی ہے، جب تک باہر سے خبر کے صادق ہونے یا کاذب ہونے کے بارے میں قرائن وشواہد محکم نہیں ملیں گے احتمال صدق و کذب برابر رہے گا۔ جب ایک طرف کی ترجیحات بڑھ جائیں گی تو ایک ثابت اور دوسرا غلط ثابت ہوگا اگر کذب کا احتمال بڑھ گیا تو صدق کا احتمال گر جائیگا۔ باطنیہ کی بنی ہوئی احادیث جھوٹ سے بھری ہوئی ہیں چاہے اس کو صحاح ستہ کہیں یا کتب اربعہ، سب کو معلوم ہے تحقیق کون کرے گا؟ ان میں سچ پانی میں دودھ جیسا ہے یا دودھ میں پانی جیسا'' **اھل بیت ادریٰ ما فی البیت** '' کے تحت ان اخباروں میں جھوٹ کا غلبہ ہے اس لئے انہیں تحقیق کی ضرورت ہے۔

فدک و ماالفدک وماادراک ماالفدک

تمہید:۔

پناہ مانگتا ہوں رب العالمین سے مفرق امت کے شر سے بچنے کے لئے ، پناہ مانگتا ہوں مشفق جماعت کے شر سے بچنے کے لئے ، پناہ مانگتا ہوں مفرق بین الاب واولاد کے شرور سے بچنے کے لئے ، پناہ مانگتا ہوں متشتت اعزاء واحباب سے، پناہ مانگتا ہوں پیوند سازان مذاہب وفرق سے، پناہ مانگتا ہوں فضائل دنیا وحب اہلبیت کے نام سے الہ سازوں سے، پناہ مانگتا ہوں ان کے شرور سے بچنے کے لئے جنہوں نے دین اٹھانے والوں کو سبّ وشتم کا نشانہ بنایا، پناہ مانگتا ہوں دین کے نام سے دیار اسلام اور امت اسلام پر کفر و الحاد کو مسلط کرنے والوں کے شرور سے بچنے کے لئے، پناہ مانگتا ہوں ایوان الفرق والاحزاب باطنیہ غاشمہ، ظالمہ ناسوریہ اوران کی بنات فاسقہ وفاجرہ وملعونہ وقادیانیہ وخانیہ کی جماعت کے شر سے بچنے کے لئے'' **مولی الموالی ملجاء الهار بين و آبقين،خائفين محسودين مكروبين، مطرو دين**''،خالق و رازق و مالک نفع وضر وموت وحیات، مالک یوم الدین رب العالمین سے پناہ کا طلب گار ہوں الحمدللہ کثیراً کثیراً۔

حمد وشکر بے نہایت اس ذات کیلئے لائق وسزاوار ہے جس نے اپنے آخری نبی کریم محمدؐ پر آخری شریعت کو قرآن کی صورت میں فنا ناپذیر نازل کیا تاکہ لشکر ہائے ابرہہ واحزاب اس کتاب کے ساتھ انجیل جیسا حشر نہ کریں اس پر حملہ نہ کرسکیں اور یہ زمین بوس ونا پید نہ ہوسکے۔ پھرانہی کی زبان سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صدا بلند ہوتی رہے۔نفرت و بیزاری رکھتا ہوں ترقی کے نام سے ملک فروشی کرنے والوں سے، نفرت اور ونا پسندی کرتا ہوں جمہوریت کے نام سے ۹۸ فیصد مسلمانوں پر سیکولر نظام نافذ کرنے والوں سے،اعلان برأت کرتا ہوں دین کے نام سے بے دینی کو رواج دینے والوں سے،اعلان برأت کرتا ہوں امت میں انشقاق وافتراق پیدا کرنے والوں اور حقیقی اسلام سے عداوت ودشمنی برتنے والے باطنیہ سے۔ حاضر کتاب صدر اسلام کے ماجروں کے بارے میں کچھ سوالات واستفسارات پر تحلیلاتی بحث ہے۔ہم نے سائل کے سوال سے اقتباس کر کے اس کا نام'' **فدک و ماالفدک وما ادراک ماالفدک**'' رکھا ہے۔ آیئے دیکھیں پڑھیں ماجراء فدک وماغیر فدک کیا ہے حقیقت ہے یا اساطیر۔

سائل جناب زبیر صاحب نے فون پر اسلام آباد سے یہ نہیں بتایا وہ شیعہ ہیں یا سنی یا رگ خانی رکھتے

ہیں یا قادیانی ، میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا لیکن آپ نے ملاقات کی خواہش کی تو ہم نے اپنی سماعت کی کمزوری ودیگر وجوہات کی وجہ سے معذرت خواہی کی تو آپ نے سوالات تحریری کرنے کی اجازت مانگی تو میں نے ایک سوال کی اجازت دی پوچھا کیا میں فدک کے بارے میں سوال کرسکتا ہوں؟ میں نے مزید مسترد کرنا اخلاقاً نامناسب سمجھا، کہا کوئی بات نہیں لیکن موصوف نے اس ایک سوال کی بہت سی شاخیں بنا کر ہمیں بھیجیں جو تشویشناک تھیں پھر ''**زاد فی الطنور نغمة اُخری**'' انہوں نے اپنے دوست رضوان کے ذریعے صدر اسلام سے منسوب فتنہ پرور واقعات کے بارے میں استفتاء کیا۔

لیکن کیا میرے جواب کے بعد اس بارے میں سوال کا دورانیہ ختم ہوجائے گا اور اس سلسلہ میں جلتی آگ خاموش ہوجائے گی ، اگر آپ کا خیال ایسا تھا تو باطنی والے پھنسانے اور الجھانے کیلئے ایسا کرتے ہیں جس طرح کہتے ہیں دریا خشک ہوجائیں تو مچھلیاں کہاں جائیں گی۔ اسے خیال خوابی کہہ سکتے ہیں، اس سلسلے میں ایک حکایت مختلف انداز میں دہراتے ہیں عراق کے شہر کاظمین میں واقع روضہ امامین موسیٰ کاظم اور امام جواد میں ایک شخص نابینا مغربین کی نماز کے درمیان زہراء بنت محمدؐ کے مصائب پڑھتا تھا۔ کسی شخص کو اس سے تشویش ہوئی کہ آخر ہر روز زہراء بنت محمدؐ کی مصیبت کیوں پڑھتے ہیں، اس شخص سے پوچھا تم کیوں صرف زہراء کی مصیبت پڑھتے ہو کسی اور امام کی نہیں پڑھتے؟۔ اس نے کہا مجھے کسی نے پیسہ اس شرط پر دیا ہے کہ میں صرف مصائب زہراء بنت محمدؐ پڑھوں، بہرحال اس کی ڈوری سفارت برطانیہ ام الفساد پر جا کر رکی ، اس کی ایک دوسری مثال شہر قم میں ایک عالم دین وحدت اسلامی کی بات کرتے تھے جن کا نام محمد طباطبائی تھا، کسی تاجر نے مرحوم برقعی سے درخواست کی کہ اپنی مسجد میں بعد از مغربین ہمارے عالم کو درس دینی دینے کی اجازت دیں۔ انہوں نے اجازت دی اس عالم نے پہلے دن سے سنیوں کے خلاف زہر اگلنا شروع کیا، اس پر برقعی حیران ہوگئے کہ یہاں تو کوئی سنی نہیں ہے تو اس نے جواب دیا محمد طباطبائی سنی ہوگیا ہے۔ یہاں بھی کہیں ایسا نہ ہو سائل محترم بھی کسی فتنہ پرور سے ملے ہوئے ہوں۔

دوسرا احتمال یہ ہوسکتا ہے کہ اس کے ذریعے مسئول عنہ کو منابر پر متنازع وغیر مطلوب وناپسندیدہ شخصیات کی فہرست میں شامل کریں تاکہ شیعیان باطنی ان پر ٹوٹ پڑیں۔ شاید سائل کے حافظے میں ہو کہ محترم گرامی قدر جناب مولانا محمد حسین فقیہ سرگودھا نے مجھے متعہ کے خلاف لکھنے پر شیعیت سے خارج کرنے کا فتویٰ اپنے مجلّہ دقائق اسلام میں نشر کیا تھا۔ اب تو شیعوں میں میری کوئی جگہ نہیں وہ مجھے کہاں سے گرائیں گے۔ متعہ سے فدک تک کا فاصلہ ذرہ سے مجرہ تک کا ہے۔ دوسری طرف سنیوں کے دل میں میرے لئے کوئی

جگہ ہے نہ میرے دل میں سینوں کے لئے کوئی جگہ ہے کیونکہ شیعہ سنی دونوں اسلام عزیز کو گرانے کے لئے نورہ کشتی کرر ہے ہیں۔اگرآپ نام نہاد عالم دین ہیں یعنی دین پڑھے بغیر مدعی عالم دین یا دانشور یا صاحب عقل وخرد والے ہیں تو آپ کو سوچنا چاہیے مجھے کیا سوال کرنا چاہیے کیا نہیں کرنا چاہیے،قرآن میں نہ جاننے والے کو جاننے والے سے پوچھنے کا حکم دیا ہے اوراللہ ہی نے سکھایا ہے کہ غیر مفید یا متنازع سوال سے گریز کریں۔ آپ کس قدر علم و دانش کے حامل ہیں؟ جتنا بھی ہے آپ کے اندر کوئی جذبۂ تحقیق نامی چیز ہے تو اپنے فرقہ کے لئے ہے اور اسلام کیلئے کوئی نمبر ہوتا تو اس وقت عالم اسلام اور ملک عزیز کو ہزاروں مسائل درپیش ہیں ان میں سے کوئی مسئلہ اٹھاتے یا اسلام عزیز کے بنیادی عقائد اور تاریخ میں سے کسی ایک ٹکڑے کو اٹھاتے، نیز مجھے آپ سے یہ بھی شکایت ہے کہ آپ سے وعدہ تھا صرف ایک سوال کریں گے لیکن آپ نے حیلۂ فقہی استعمال کر کے اپنے دوست کے ذریعے اپنا مقصد پورا کیا۔اس کے علاوہ سائل گرامی نے املاء میں فدک کیلئے ''جاگیر خیبر'' لکھا جو ایک سوالیہ نشان ہے؟

فدک کے بارے میں سوال کا حقائق گوئی پر مبنی جواب ایک شخص سابقہ مسلک تشیع سے وابستہ کے لئے کتنے ہی اگر مگر لگائیں، ساحلِ حقیقت پر لنگر انداز ہونا ناممکن ہے، تاہم ہم اپنی تمام حیثیت کو جو پہلے ہی داؤ پر لگا کر رکھی ہے اتکاء بذات حق سبحانہ وتعالیٰ محقق الحقوق پر توکل کر کے اس سلسلے میں حقائق کو قارئین و ناظرین کے سامنے رکھیں گے تا کہ قارئین خود فیصلہ کریں ان مفروضات میں سے کس کو مسترد کریں اور کس کو تسلیم کریں۔حق کو تسلیم کریں یا رد میں اپنی دلیل پیش کریں یا ڈنڈا چلائیں، تاہم ہم حقائق کو آپ کے سامنے رکھیں گے۔

زبیر صاحب کو ایک سوال کی اجازت دی تھی لیکن آپ نے اس کی بچیاں، پوتیاں، نواسیاں بنائی ہیں اور جب اس پر بھی مطمئن نہیں ہوئے تو اپنے دوست رضوان صاحب کے توسط سے دوسرا ماجرائے فتنۂ مسلمین، جنگ خونیں، اصحاب برجستہ اور امیر المومنین کے درمیان واقع تلخ و ناگوار صورتحال پر مبنی سوالات اٹھائے۔جس کیلئے علماء برجستہ اہل سنت کا فرمان ہے ابتدائی دور اسلام کے بزرگان کے کاموں کو نہ اٹھائیں ان سے غلطیاں صادر ہوئی ہیں ہم کھولیں گے تو بدمزگی پیدا ہوگی۔شاید اس بدمزگی کو روکنے کیلئے انہوں نے علی ابن ابوطالب، ام المومنین، طلحہ وزبیر، معاویہ ابن ابوسفیان وعمرو عاص وابوموسیٰ اشعری کیلئے رضی اللہ عنہ کی دیوار لگائی ہے۔اس چادر سے ہم شقی و مجرم، مصلح ومفسد میں تمیز نہیں کر سکتے ہیں۔اگر وہ رگ شیعہ رکھتے ہیں تو جھوٹ خلاف وعدہ کے لئے تقیہ، توریہ کو اچھا بدل سمجھتے ہیں۔شکر ہے انہیں یہاں آنے کی اجازت نہیں

دی اور اگر اجازت دیتے تو کتنے اور دوستوں کو ساتھ لے کر آتے ،جن کے سوالوں سے گھر کی چھت گرتی اور غلط تاثرات لے کر جاتے ۔بہرحال آپ کے سوالات سے آپ کے عزائم ومنویات کا اندازہ ہوا آپ چودہ سوسال سے امت اسلامی کو جلانے خاکستر بنانے والے اور قبرستان پہنچانے والے سوالات سے زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں یا مجھ جیسے نا اہل ونالائق اور محصور ومردود قوم کو گرانے کی نیت رکھتے ہیں ۔اس کے بعد آپ کی کیا نیا ت تھیں وہ علاّم الغیوب ہی جانتے ہیں ۔ہم آپ کو نہیں جانتے لہٰذا حسن نیت رکھ سکتے ہیں لیکن ’’ **الظواهر يكشف عن الباطن** ‘‘ کے تحت مجھے یہ احساس ہوا ممکن ہے میں غلطی پر ہوں ۔اگر آپ حسن نیت پر تھے تو آپ سے معذرت چاہتا ہوں اگر برے عزائم رکھتے تھے تو آپ کی ہدایت کے لئے دعا نہیں ہوسکتی کیونکہ اللہ قرآن میں فرماتا ہے ان لوگوں کو ہدایت کے راستے پر لگائیں گے تو لیں گے نہیں ﴿ وَ إِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلاً ﴾ (اعراف ۔۱۴۶) بہرحال مجھے احکام قرآن پر عمل کر کے اپنی بساط کی حدود میں رہ کر آپ کے سوالات کے جوابات دینے ہیں ۔میں جواب میں کسی سے دفاع کسی پر چڑھائی سے گریز کرتے ہوئے حقائق اور وقائق کو تحلیل وتجزیہ کی صورت میں پیش کروں گا۔ پہلے مرحلہ میں رضوان صاحب کے سوالوں کے جوابات مندرجہ ذیل ہیں ۔

سوال ۱۔اہل تشیع کا عقیدہ امام کیا ہے اور آپ اس عقیدے کو منصوص من اللہ نہیں مانتے آخر کیوں؟

جواب ۔میں پہلے عرض کرتا جاؤں کہ میں کلی طور پر کتاب پڑھے بغیر سوالات کرنے والوں سے چڑ رکھتا ہوں جو کتاب کھول کے نہیں دیکھتے اور تنہا صرف دانشوری دکھانے کیلئے سوالات کرتے رہتے ہیں ۔آپ سے عرض ہے میں نے اس سلسلے میں چند کتابوں میں لکھا ہے جیسے کتاب ۱۔فصل نامہ عدالت ۲۔شکوؤں کے جواب ۳۔انبیاء قرآن محمد مصطفیٰ ﷺ ۴۔ادوار تاریخ دور رشد ورشادت ۔ان چاروں کتابوں میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔آپ اگر میری رائے جاننا چاہتے ہیں تو ان کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہئے جو نیٹ پر موجود ہیں ،جنہیں میں نے ایک عمر صرف کر کے لکھا ہے آپ وہیں سے پڑھیں ،ان کے بعد بھی ہر سائل کو دوبارہ تفصیل سے جواب لکھوں یہ میرے اوقات کا ضیاع ہوگا۔ تاہم اسلام کو ایک دین اصیل ، اساسی ، غیر ماخوذ از ادیان باطلہ غیر مخلوط سمجھنے والوں کو سمجھ میں آنا چاہئے کہ اسلام نظام کسرائی وقیصرائی نہیں ہے ۔اسلام نظام کسرائی ، قیصرائی ،تتاری ،مغلی ، برطانوی ، بھٹوائی ،نوازائی ،عمران خانی جمہورائی اور علمائی نہیں بلکہ دین خالص من عند اللہ ہے۔ کتابیں پڑھیں ان میں کوئی اشکال ہو تو پھر آپ سوال کریں ۔

سوال ۲۔کیا آپ سمجھتے ہیں کشف والہام اور آسمانی خبروں کا سلسلہ بالکل منقطع ہوگیا ہے؟

جواب:۔ میری کوئی سوچ نہیں اور نہ میں نے اپنی سوچ دوسروں پرٹھونسنے کی عادت بنائی ہے، ہم تو کہتے ہیں یہ میرا سوال ہے۔ آپ کو اس پر کوئی اشکال ہو تو بتا دیں، میں مفتی نہیں ہوں بلکہ میں تابع قرآن ومحمدؐ ہوں اور عقائد میں فتاویٰ نہیں چلتے بلکہ یہاں دلیل چاہیئے۔ آیات کثیرہ سے ثابت ہے اسلام دین خاتم ہے قرآن خاتم کتب ہے محمدؐ خاتم انبیاء ہیں سورہ نساء کی آیت ۱۶۵ کے تحت نبی کریمؐ کے بعد حجتوں کا سلسلہ ختم ہے۔ ائمہ اور اصحاب وغیرہ کیلئے کشف والہام کا قائل ہونا ختم نبوت پر مارٹر یا گرنیڈ مارنے کی مانند ہے، اس مارٹر کو بہائی، خانی، قادیانی کھلے عام استعمال کرتے ہیں اور ان کے پروردہ سر چھپا کے مارتے ہیں۔

دونوں حضرات کے سوالات میں غلطیاں بہت ہیں معلوم نہیں عمداً کی ہیں یا جہلاً کی ہیں، شاید بعد میں واضح ہو جائے گا۔ آیئے اب جناب زبیر صاحب کے سوالات کی نوعیت کا جائزہ لیتے ہیں۔ آپ کے سوالات کی نوعیت توپ کے گولوں کی مانند ہے، جن سے ظاہری طور پر خلیفہ اوّل و دوّم کو نشانہ بنانے کے ساتھ ساتھ علی ابن ابوطالب کو بے بس اور زہراء مرضیہ کو جاگیر پرست پیش کیا گیا ہے۔

سوالات زبیر و رضوان دونوں کی برگشت صدر اسلام میں نبی کریمؐ کے غیاب کے بعد آپؐ کے اہل بیت و یاران باوفا کے درمیان واقع تناقض وتشاجرات سے برآمد نتائج ناگفتہ بہ ہے یا بطور صریح مساویات کے بارے میں دو نظریات ہیں، آیا یہ نظریات واقعات درد والم تھے، شرمناک اور خلاف غیرت تھے یا علماء، فضلاء، روشن خیال دانشوران عصر، تمدن وترقی وجمہوریت کیلئے ننگ آور اور سر نیچے ہونے والی بات ہے۔ ان واقعات کی یاد ہمارے لئے داحس وغبراء جیسی ہے لہٰذا ہمارے بزرگان نے کہا ہے ان کا ذکر نہ کرنا بہتر ہے جبکہ دوسرے گروہ کا کہنا ہے دنیا میں افراد، جماعات، قومیں ظالم ہوتی ہیں یا مظلوم، مظلوم کو عدالت ملنی چاہیئے اگر مظلوم کا کوئی وارث حقیقی دنیا میں نہیں تو غائبانہ نماز جنازہ کی طرح اس کی قبر پر جا کر کہیں ہم نے آپ کا حق لے لیا ہے، ظالم یا مظلوم دونوں کا اگر وارث نہ ہو تو فتنہ پردازوں کے لئے ابلیس تو موجود ہے وہ اس کو جزء تولّی وتبرّاء کہہ کر منواتے ہیں لیکن یہاں تیسرا گروہ بھی ہے جن کا کہنا ہے ظالم ومظلوم کے وارثین ہونے نہ ہونے سے واقعات کے تذکرے کا کوئی ربط نہیں ہے؟ لیکن ماضی کے واقعات تاریخ ہیں اور تاریخ حاضرین کیلئے اسباق عبرت ہے، اللہ سبحانہ نے قرآن کریم میں نوح اور ان کی قوم، ہود وثمود وعاد ولوط، ابراہیم، موسیٰ و عیسیٰ کا ذکر کیا ہے۔ لہٰذا امت مسلمہ کو اس برقی دور کی تاریکی میں مشعل چاہیئے تو ان کی تاریخ پڑھیں اور اس سے ملنے والے اسباق کو ذہن نشین کر لیں۔

یہاں جوابات عرض کرنے سے پہلے چند نکات واضح کرنا ضروری ہے، یہاں دنیا میں رائج

عدالتوں کے دونمونے ہیں ایک کو عدالت داؤدی کہتے ہیں اس سے مراد عدالت انبیاء وعدالت قرآن ہے۔ دوسری جسے عدالت لیلائی کہتے ہیں، عدالت حقیقی جسے داؤدی نام دیا جاتا ہے اس میں قضاوت بہتر سے بہتر ہوسکتی ہے چنانچہ حضرت سلیمان نے حضرت داؤد کے فیصلے سے بہتر فیصلہ دیا تھا جبکہ عدالت لیلائی کا فیصلہ ہمیشہ ذہنی تصورات وتمایلات کے جھکاؤ میں دیا جاتا ہے جہاں فیصلہ کسی اور کے کہنے پر دیا جاتا ہے۔ایک تیسری عدالت ہے جس کو شرعی عدالت کہتے ہیں۔مدعی امیر المومنین ہو یا یہودی ہو طبق موازین عدل و عدالت کریں۔اگر سنجیدہ ومخلص ہیں تو دیکھیں جہاں عمر ابن خطاب قاضی کے سامنے کھڑے ہوئے تھے اسی طرح علی ابن ابوطالب کھڑے ہوئے تھے، نبی کریمؐ نے نزول وحی کے بعد ایک مسلمان کے خلاف یہود کے حق میں فیصلہ دیتے ہیں لیکن زید بن حارثہ کی سفارش نہیں سنتے ہیں، فرمایا اگر دختر رسول اللہ فاطمہ سرقت کریں گی تو ہاتھ کاٹے جائیں گے۔کیا نبی کریمؐ کے غیاب کے بعد آل واصحاب معصوم ہو جاتے ہیں جمل و صفین کا سرا قتل عثمان ابن عفان سے ملتا ہے لیکن قتل عثمان ابن عفان کا سبب کیا ہے؟ کیا عثمان ابن عفان کی غلطیاں تاریخ میں ثبت ہیں یا نہیں۔وہ رسولؐ اللہ کی طرف سے مطعون ومردود افراد کو اقتدار پر لائے یا نہیں؟اسی طرح جن اصحاب نے مدینہ میں بیٹھ کر لوگوں کو عثمان ابن عفان کے خلاف بھڑکایا اور اکسایا، ان کا حساب ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ وہ اس عمل میں شریک تھے یا نہیں؟ کہتے ہیں عثمان ابن عفان کا محاصرہ کرنے والے مصر اور عراق کے منافقین تھے لیکن کیا ان کی سرپرستی کرنے والے برجستہ اصحاب نہیں تھے؟ان تمام واقعات کا تجزیہ وتحلیل ہونی چاہیئے یا نہیں؟

جن لوگوں نے اس آگ کو روشن کیا ہے تو بجھانے والوں کو روکنے کیلئے حصارات بنائے ہیں، ان حصارات سے گزر کے اصل فتنہ کو دیکھ کر قضاوت کرنے کیلئے ان کو گرانا ضروری ہے کیونکہ ان حصارات کے ہوتے ہوئے عدالت ممکن نہیں۔

اقانیم ثلاث امامت، صحابی واجتہاد:۔

جہاں اقنوم ہوتا ہے وہاں تحلیل وتجزیہ ممکن نہیں رہتا کیونکہ وہاں شیاطین کمانڈو ہوتے ہیں۔اقنوم نا قابل تحلیل ہیں جہاں اقنوم ہے وہاں حل نہیں ہوگا ،اقنوم جیسا کہ معجم الوسیط حرف الف ص ۲۱ پر آیا ہے **الاقنوم[" الجوھر" الشخص "الاصل اصطلاح مسیحین میں الاب،والابن، و روح القدس"]** فلاسفہ افلوطونی اور صلیبین نے نئے معنی میں استعمال کیا ہے۔وہ معمہ اور معضل الغز ہے، کلمہ اقنوم پہلی بار معمہ اور طلسماتی میں ۳۲۵ء میں حضرت مسیح کے گزرنے کے بعد روم کے شہر نیقہ میں منعقدہ موتمر میں

ابتکار ہوا جب نو مسیحی بادشاہ نے مسیحیوں میں پایا جانے والے اختلافات ،اعتقادات اور اجتماع انتشار وافتراق،مضطرب آراء ونظریات رکھنے والوں کا اجتماع بلایا تاکہ بڑھتے ہوئے اختلافات وانتشارات اعتقادی ،اخلاقی ،عبادی اورسلوکی کا خاتمہ کریں لیکن آخر میں مسائل کا حل نہیں ہوا کیونکہ مسئلہ کا حل دلیل سے ہوتا ہے، جومسائل اختلاف پھیلانے کی غرض سے اختراع کئے جاتے ہیں وہ حل ناپذیر ہوتے ہیں دوسرا اجتماع کا حل ہوتا ہے اس کا حل مہتمین اجتماع کے اذہان میں ہوتا ہے وہ خود پیش کرتا ہے چنانچہ اٹھارہویں صدی کے بعد مصر وتہران میں منعقد شیعہ سنی کانفرنسوں میں اسلام کو درپیش مسائل کا حل نہیں ہوا لیکن اہتمام کنندگان کے مسائل حل ہوگئے تھے۔ جہاں سلطان ہوتا ہے وہی حل پیش کرتا ہے اور حل بھی اسی کے حق میں ہوتا ہے۔ چنانچہ ہمارے ملک کے مسائل کا حل تمام رعیت کے اشتراک سے ایک سربراہ مملکت قابل ولائق کے انتخاب سے ہوتا ہے لیکن بدقسمتی سے عوام کے مسائل حل نہیں ہوتے کیونکہ جنہوں نے جس کو لانا ہے ان کیلئے مال خرچ کیا اس لئے فیصلہ انہی کے حق میں ہوتا ہے بلکہ جس کے پاس طاقت وقدرت ہو ان کے حق میں ہوتا ہے لیکن جب سے مغرب نے یہاں اقتدار میں اپنے اہداف پورا کرنے والوں کو لانے کا فیصلہ کیا اور یہاں اپنی پسند کے نمائندوں اوران کے دوست احباب، جاہلوں احمقوں،اوباشوں سب کو ملاکر جمہوریت بنائی تو جمہوریت کا جنازہ نکل گیا،نورانین نے اپنے اپنے مفاد کے علاوہ مغرب کی رضا وخوشنودی کے لئے کام کئے ۔نیقہ میں بادشاہ کی طاقت وقدرت کی وجہ سے ان کی پسند کے امیدوار اکثریت سے جیت گئے تو انہوں نے خلاف وجدان،خلاف عقل،حضرت مسیح کی شخصیت کے بارے میں فیصلہ کیا اب،ابن ،روح القدس تینوں مل کر اورالگ الگ بھی اللہ ہیں اس کو اقنوم ثلاثہ کہا گیا لیکن مشرق زمین خاص کر فرق مسلمین جنہیں یہ اعزاز حاصل رہا کہ وہ ترقی تمدن میں نہیں برائیوں میں ان سے آگے رہینگے ،انہوں نے تین اقنوم پر اکتفاء نہیں کیا اقانیم در اقانیم بنایا یعنی لامعقولیات کی دنیا قائم کی لیکن مسلمانوں میں اس قسم کی کانفرنس کہاں اورکب منعقد ہوئی ابھی تک معلوم نہیں ہوسکا لیکن قرائن وشواہد بتاتے ہیں ایسی کانفرنس بہت پہلے شروع ہوئی اورابھی بھی ہوتی رہتی ہے لیکن جگہ اور تاریخ راز میں رکھی گئی۔ جب غلط کو صحیح قلیل کو کثیر، بندے کو اللہ، حادث کو قدیم کہیں گے تو حل کیسے ہوگا۔اقنوم ثلاثہ امامت،اصحاب اوراجتہاد کی دیوار طلسمی بنائی گئی ہے۔اگر آیات محکمات صارمات سے بم باری کریں تو پاش پاش ہوجائیں،لیکن انہوں نے قرآنی بم باری سے ڈر کے اس کے بدلے بم حدیث کو تھاما ہے جیسے پہلے ہمارے ملک میں میراج طیارے تھے جو اڑتے ہی خود گر جاتے تھے۔مسلمانوں میں چندین اقانیم پائے جاتے ہیں لیکن یہاں ہم سردست اقنوم امامت وصحابی اور اقنوم

اجتہاد کا جائزہ لیتے ہیں۔

اوّل اقنوم امامت ہے:۔

یہ تصور کہاں سے آیا کہ فلاں امام ہے یعنی ایک ایسی ہستی جو خطا ولغزش سے محفوظ ہو لیکن اس کی کیا تحلیل ہے۔ اس کا فارمولا کیا ہے؟ کیا عقلاً ممکن ہے کوئی انسان سہو ونسیان خطاء ولغزش سے مصون ومحفوظ ہو، یہ کوئی شیطانی فارمولا ہے کیونکہ عقل اور قرآن دونوں اسے رد کرتے ہیں۔ اب تک اس سلسلے میں امت اسلامی کو اندھیرے میں رکھا گیا ہے ایک طرف کہتے ہیں خطا نہ کرنا ایک لحاظ سے انسان کیلئے نقص وعیب ہے، ایک دوسرے سے کہتے ہیں اس کو بھول جائیں نہ بھولنا عیب ہے۔ انبیاء کو نسیان ہوا، آدم کو نسیان ہوا ﴿وَ لَقَدْ عَهِدْنا إِلى آدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْماً﴾ (طہ۔۱۱۵) ﴿فَلَمَّا بَلَغا مَجْمَعَ بَيْنِهِما نَسِيا حُوتَهُما فَاتَّخَذَ سَبيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبا﴾ (کہف۔۶۱) نسیان اللہ کی الطاف وعنایات میں سے ہے۔

۲۔ خطاء ولغزش بڑا گناہ نہیں لہٰذا جریمہ قتل میں نسیان سے صادر عمل میں سزا میں تخفیف ہے عصمت کیلئے خطاء نسیان نہیں کرنے کی تفسیر بذات خود غلط ہے زیادہ تر خطرہ عمدی میں ہی ہوتا ہے اس لئے اس کیلئے ضمانت چاہیئے جیسا کہ نبی کریمؐ کے بارے میں اللہ نے ضمانت دی تھی، ائمہ مناصب الٰہی نہیں بلکہ منصب بشری ہیں۔

کہتے ہیں امامت اصل الاصول ہے کہ معرفت امام واجب اور جہالت از امام موجب کفر وشقاوت ہے کہ معرفت امام ناممکن ہے امام عالم علوم اوّلین وآخرین جانتا ہے، انکار امامت کے بعد کوئی عمل فائدہ نہیں دیتا، اسی طرح معرفت امام کے بعد کوئی گناہ نقصان دہ نہیں، کائنات امام کے لئے مسخر ہے۔ وہ کونیات پر ''**کیف ما شاء الاّ ما شاء**'' تصرف رکھتے ہیں۔ تمام الوہیت وربوبیت اس میں مدغم ومندمج ہیں، دین اس سے شروع اور اسی پر ختم ہوتا ہے، اسی طرح وہ کہتے ہیں ہم سے آغاز اور ہم پر خاتمہ ہوتا ہے، امام مظہر اللہ ہے، اللہ کبھی امام کی شکل میں لوگوں کے درمیان ہوتا ہے، کبھی غائب ہو جاتا ہے، امام اصول دین ہے نہ اصول شریعت ہے نہ کوئی منصب الٰہی ہے بلکہ ظرف مکان غیر محدود ہے جس طرح خلیفہ ہے۔

مفردات راغب ''**الامام الموتم به انسانا کان یقتدی بقوله او فعله او کتاباًاو غیر ذلک محقا کان او مبطلا و جمعه ائمة**'' سورۃ اسراء آیت ۷۱ قیامت کے دن لوگوں کو ان کے ساتھ محشور کریں گے جن کی وہ پیروی کرتے تھے۔ امام ہادی بھی ہوتا ہے اور امام ضال و باطل بھی، ہدایت

یافتہ ہدایت کی طرف رہنمائی کرتا ہے جبکہ امام باطل ،جہنم کی طرف دعوت دینے والوں کوامام نار کہا گیا ہے (خطبہ ۔۴۰) قصص ۴۱، نامۂ اعمال کوامام کہا ہے یٰسین ۱۲، لفظ امام کسی قسم کی قدسیت نہیں رکھتا، کہتے ہیں ''کل دین اتباع امام ہے دین کا آغاز وانتہا امام پر ہوتا ہے'' یہ اساس اسلام سے انحراف ہے۔ دین کی برگشت اللہ پر ہوتی ہے کیونکہ اللہ کی طرف سے آیا ہے ﴿إِنَّ إِلىٰ رَبِّکَ الرُّجعى ﴾ (علق ۔۸) دین کی انتہا محمدؐ پر نہیں ہوئی ہے چنانچہ جب احد میں بعض نے آواز اٹھائی محمدؐ قتل ہو گئے تو لوگ فرار ہونے لگے، اللہ نے آیت نازل کی ﴿وَ ما مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَ فَإِنْ ماتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلى أَعْقابِكُمْ ﴾ (العمرابن خطابان ۔۱۴۴) محمدؐ قتل ہوجائیں یا طبیعی موت سے دنیا سے رخصت ہو جائیں تو دین ختم نہیں ہوتا ہے۔ دین اللہ کا ہے جو دین محمدؐ پر ختم نہیں ہوتا وہ امام پر کیسے ختم ہوگا۔ کہتے ہیں کل کائنات کا مالک امام ہے جبکہ اللہ نے بہت سی آیات میں کائنات کو تمام ناس کے لئے مسخر کرنے کی بات کی ہے۔ اسے کافر، فرعون، گاندھی اور مودی کیلئے بھی مباح چھوڑا ہے حتیٰ ہندوؤں اور مسیحیوں کیلئے مسخر ہے (نحل ،۱۴۔ حج ،۶۵ ۔لقمان ،۲۰۔ جاثیہ،۱۳)۔ کہتے ہیں امام معصوم ہوتا ہے لیکن امام معصوم کیسے ہوتا ہے اس کا جواب نہیں دیتے، کیسے خطا اور لغزشوں سے آمیختہ انسان خطا سے محفوظ رہ سکتا ہے، انسان اور عصمت از خطا میں تضاد ہے یہ قابل جمع نہیں ہیں۔ اللہ نے آدم سے عہد و پیمان لیا، بعد میں آدم بھول گئے، ﴿وَ لَقَدْ عَهِدْنا إِلىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْماً ﴾ (طٰحہ ۔۱۱۵) شجرہ کے قریب جانے سے منع کیا تھا ﴿الشَّجَرَةَ فَتَكُونا مِنَ الظَّالِمينَ ﴾ (بقرہ ۔۳۵) کھانے کے بعد آدم نے اعتراف کیا اپنے آپ پر ظلم کیا ﴿قالا رَبَّنا ظَلَمْنا أَنْفُسَنا وَ إِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنا وَ تَرْحَمْنا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخاسِرينَ ﴾ (اعراف ۔۲۳)۔ موسیٰ اولی العزم نبی نے مکا مار کر قبطی کو قتل کیا پھر کہا ''هٰذا عَمَلِ شَيْطان'' کہا یہ عمل شیطان ہے جب اللہ نے موسیٰ سے فرمایا جاؤ فرعون کو دعوت دے دو تو کہا اے اللہ میں نے ایک آدمی کو قتل کیا ہے۔ الوہیت کے متوازی امامت کھڑا کرنے والوں سے پوچھا جاتا ہے ایک انسان کیسے معصوم ہوسکتا ہے تو کہتے ہیں غلطی تو کرتے ہیں لیکن ان سے باز پرس نہیں ہوسکتی، یہی عصمت آج اس ملک کے سربراہان کو دی جاتی ہے جس کے تحت ان کے جرائم سے متعلق کہتے ہیں انہیں استثناء حاصل ہے۔ کیا سربراہ مملکت غلطی کریں ملت کو نقصان پہنچائیں تو ان سے باز پرس نہیں ہونی چاہیے، دین اسلام پاکستان و ہندوستان کا آئین نہیں کہ صدر صاحب کو استثنیٰ دے دیں بلکہ یہ اللہ کا آئین ہے۔ اللہ نے نبی کو چندین بار عتاب کیا کہ آپ نے یہ کام یہ بات کیوں کی ہے؟ چنانچہ نبیؐ سے باز پرس ہوتی ہے، مسیحیوں کے عقیدہ اقنوم کے بارے میں

قیامت کے دن اللہ حضرت مسیح سے پوچھے گا ﴿وَ إِذْ قالَ اللَّهُ يا عيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَ أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوني وَ أُمِّيَ إِلٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ قالَ سُبْحانَكَ ما يَكُونُ لي أَنْ أَقُولَ ما لَيْسَ لي بِحَقٍّ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ ما في نَفْسي وَ لا أَعْلَمُ ما في نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ﴾ (مائدہ۔۱۱۶)۔

غرض کلمہ امام میں کسی قسم کی خوبی نہیں بلکہ یہ کلمہ صدر اسلام میں حتیٰ دور راشدین میں بھی مستعمل نہیں تھا حتیٰ خود علی ابن ابوطالب کے دور میں ان کیلئے بھی امام استعمال نہیں ہوا، یہ کلمہ باطنیہ نے اسلام کے خلاف جنگ ثقافتی شروع کی اس وقت سے شروع ہوا۔ وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے ذومعنی کلمات استعمال کرتے ہیں تا کہ رفتہ رفتہ امام بھی مثل اب وابن وروح القدس ہوجائیں۔ امام بھی عالم الغیوب ہے، اللہ قادر بکل شئی ہے امام بھی قادر بکل شئی ہے، اگر امام عالم بکل شئی، قادر بکل شئی ہے اور لوگوں کو نظر بھی آرہا ہے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ نظر آنے والے کو چھوڑ کر نظر نہ آنے والے اللہ کی طرف جانے سے روکیں گویا اللہ پرستی کے خاتمے کے لیے امام کو ان خصوصیات سے پکارتے ہیں جو دراصل اللہ کی خصوصیات ہیں۔ اگر مذکورہ بالا دو شرائط ان اماموں سے ہٹائیں اور ساتھ ہی، مجالس میں بریانی وغیرہ بند کریں تو پتہ چلے گا ان کے پیچھے کتنے لوگ ہیں۔

جب یہ دعویٰ ثابت نہیں کرسکے تو انہوں نے کہا اللہ نے ان کو نظام کائنات تفویض کیا ہے، یہ فکر مؤسس فرقہ معتزلہ کی اختراع ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں بتاسکے یہ کس آیت سے ثابت ہے؟ ہم جس دلیل عقلی سے اللہ کو ثابت کرتے ہیں اسی دلیل عقلی میں آیا ہے اللہ اپنے جیسا کوئی اللہ نہیں بناسکتا ہے، اسی طرح تدبیر کائنات کسی کے حوالے نہیں کرسکتا ہے جو ستون الوہیت سے متصادم ہے یہ اس کی الوہیت میں نقص ہے۔ غرض ان کے اصول عقائد کسی اصول پر مبنی نہیں۔ ان کا عقیدہ ہے امامت رکن دین ہے، اس رکن کو نبی ایسے ہی نہیں چھوڑ سکتے تھے اور نہ ہی اپنی وفات سے پہلے اس کے اعلان سے غافل ہوسکتے تھے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کیا نبی کریمؐ اپنے اس منصب کو بغیر حکم اللہ کسی کے سپرد کرسکتے ہیں؟ کیا نبی کریمؐ نے کسی انسان خطاء ونسیان سے پاک کوئی اپنا نمائندہ بنایا؟ آپ کے بعض منتخب نمائندوں نے غلطیاں کی ہیں، ایسی کونسی شخصیت ہے جو نبی علیہ السلام پر واجب وحرام کا فتویٰ لاگو کرے؟ امام حسن کے بعد کسی نے اس میدان میں امامت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ خانہ نشین رہے، سوائے مجہول الانساب بلکہ دیصانیوں سے وابستہ انساب سلمیہ اور بصرہ میں بعد میں قیراواں اور مصر میں اس اساس باطل کی بنیاد رکھی۔

۲۔اقنوم صحابہ:۔

''لغت عرب میں ''ص۔ح۔ب'' سے ماخوذ اس کلمہ کے بارے میں راغب نے مفردات میں لکھا ہے'' **الصاحب الملازم انسانا کان او حیواناًاو مکانا او زمانا ولا فرق بین ان تکون مصاحبته بالبدن وهو الاصل والاکثر او بالعنایة و الهمة و علی هذا الا یقال فی العرف الا لمن کثرت ملازمته و یقال للمالک للشئی ء و هو صاحبه و کذالک لمن یملک التصرف فیه** '' جب کسی شخص یا چیز کا کسی کے ساتھ طویل عرصہ گزرا ہو،اس کو صاحب کہتے ہیں جیسے صاحب دابہ،صاحب خانہ ،صاحب اونٹ،صاحب مال و دولت،صاحب اولاد،صاحب قوم وعشیرہ ، صاحب بقرہ،صاحب زندان،صاحب شر،صاحب فاسق وملحد وفجّار وغیرہ۔لہٰذا صاحب ہونے میں کسی قسم کا حسن نہیں ہے،صاحب اپنا تشخص بعض مواقع اپنے مضاف الیہ سے حاصل کرتا ہے،صاحب حمار کی عزت اتنی ہے جتنی حمار کی ہوتی ہے،صاحب بعیر کی عزت اتنی ہے جتنی بعیر کی ہے،صاحب مال ودولت کی عزت ان کی نظر میں ہوتی ہے جن کی نظر میں مال و دولت کی بہت ارزش ہوتی ہے لیکن بہت سے صاحبان مال انہیں خائن سمجھتے ہیں کیونکہ انکی نظر میں اس مال ودولت کی عزت نہیں ہوتی ہے'' **قیمت کل امرء مایحسنه** '' اسی طرح صاحب سقر اور اصحاب جہنم کی حیثیت سب کو معلوم ہے،سفرحج بیت اللہ کے ساتھی بھی چندین قسم کے ہوتے ہیں،حجاج کومثل قرامط آج کل کاروان والے لوٹتے ہیں،شعائرحج میں مرضی کی تبدیلیاں لاتے ہیں انہوں نے ہی وزارت حج کو حاجیوں کولوٹنا سکھایا اور سفرحج کو مہنگا و دشوار بنایا ہے،ان کی صحبت میں رہنے والوں کی کیا عزت ہوگی ،ایک ورلڈکپ ،سینما یا غارت گری میں صاحب وساتھی ہے،ایک صاحب زندان ہے یعنی جرم میں شریک ہے یہاں صاحب کی کیا عزت ہوگی ،صاحب جنت محروق' کہف آیت ۳۷/۳۴ میں دو بھائیوں کا ذکر ہے جس میں دونوں کو ایک دوسرے کا صاحب کہا گیا ہے،اسی طرح گھر میں رہنے والی بیوی صاحبہ ہے اس کی عزت شوہر سے منسوب ہے،شوہر کی نظر میں اس کی قدر و قیمت کتنی ہے،یہ دو حوالے سے ہوتی ہے ایک زوجہ کی حیثیت سے ہوتی ہے جیسے مطیعہ ہو، قانعہ ہو باپردہ ہو دوسری حیثیت شوہر کی مشکلات ومصائب اور نظریات میں شریک ہو۔لہٰذا جو ایک طویل عرصہ کسی کے ساتھ رہا ہو یا وہ اس کی ملکیت میں رہا ہو یا اس کے تصرف میں رہا ہو اس کو صاحب کہتے ہیں۔اصحاب یعنی نبی کریمؐ کی بعثت سے پہلے جو آپ کے ساتھی تھے ان میں سوائے خدیجہ،علی،زید بن حارثہ ابوبکر کے بعد کوئی نہیں تھا۔ابا بکر کیلئے'' صاحب '' توبہ آیت ۴۰ کے علاوہ تاریخ میں بھی آیا ہے کیونکہ کہ وہ بچپنے سے پیغمبرؐ کے ساتھ رہتے تھے۔سورۃ کہف ۹

اصحاب کہف جوکہف میں صدیوں ساتھ رہے ان کو اصحاب کہا گیا ہے۔سورۃ توبہ ۷۰ میں اصحاب مدین کہا گیا ہے، بقرہ ۸۱ میں اصحاب نار کہا گیا ہے سورہ فاطر آیت ۶ میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ بعد از بعثت ایمان لانے والوں میں زبیر بن عوام، طلحہ بن عبیداللہ، عمر ابن خطاب یہ ذوات نبی کریمؐ کے ساتھی ہیں جو اوائل اسلام میں ایمان لا کر دارارقم میں درس اسلام لیتے تھے۔ان کے نام کتاب انبیاء قرآن محمد مصطفیٰ ''ص ۱۶۴'' پر آئے ہیں۔اسی طرح مدینہ سے جس جس نے بیعت عقبیٰ اولیٰ وثانیہ اور میثاق مدینہ میں شرکت کی مسجد میں اور میدان جنگ میں آپ کے ساتھ سالہائے سال گذارے ہوں وہ اصحاب ہیں لیکن جن لوگوں نے ایک دن بحالت ایمان میں آپؐ کے ساتھ گزارا آپ کو دیکھا اور بعد میں جنایات و جرائم موبقہ کا ارتکاب کیا انہیں صحابہ کہنا تنہا ناانصافی نہیں بلکہ بدنیتی برے عزائم ظلم کا شاخصہ ہے اور یہ نص قرآن کے خلاف ہے ﴿أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ﴾﴿ما لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴾(قلم ۳۶،۳۵۔جاثیہ ۲۱)،اسی طرح جولوگ عمرہ قضاء کے بعد یا فتح مکہ کے بعد طاقت وقدرت محمدؐ کو دیکھ کر ایمان لائے یا نبی کریمؐ محمد کی رشتہ داری کو بنیاد بنا کر انہیں مبشرین جنت کہا گیا وہ کیسے جانثاران ووفاداران رسولؐ اللہ کے برابر ہونگے، یہ دین اسلام میں ادخال ''**ما لیس فی الدین** '' کا مصداق جلی ہے شاید یا یقین سے کہہ سکتے ہیں بدعت کا زور لگانے والے یہی گروہ ہونگے ہمالیہ برابر بدعت کو چھپانے کیلئے چھتری بنایا گیا ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں قرآن کریم میں کہاں کہاں کلمہ صاحب آیا ہے۔ہمسائے سورہ نساء آیت۔۳۶۔ اولاد، بھائی سورہ عبس آیت ۳۶۔ بیوی سورہ جن آیت ۳ سورہ انعام آیت ۱۰۱۔

۱۔صاحب مزرعہ سورہ کہف آیت ۳۷ سورہ قمر آیت ۲۹

۲۔والدین سورہ لقمان آیت ۱۵

۳۔صاحب باغ کہف آیت ۳۴

۴۔صاحب زندان سورہ یوسف آیات ۳۹،۴۱

۵۔صاحب مچھلی سورہ قلم آیت ۴۸

۶۔صاحب سفر سورہ توبہ آیت ۴۰

۷۔صاحب وطن وہم شہری کیلیئے سورہ تکویر آیت ۲۲،سورہ نجم آیت ۲،سورہ سباء آیت ۴۶،اسی طرح آل کے لیے سورہ بقرہ آیت ۲۴۸، ۴۹ سورہ قصص آیت ۸ سورہ آل عمران آیت ۱۱ سورہ اعراف آیت ۱۴۱ سورہ انفال آیت ۵۲، ۵۴ سورہ یوسف آیت ۶ سورہ اسراء آیت ۳۶ سورہ غافر آیت ۲۸، ۴۵۔

کلمہ اصحاب کو خلاف عقل وقرآن اٹھاتے وقت کسی بھی حدود وقیود کا خیال نہیں رکھا گیا، دس سال مسلسل محمدؐ اور آپ پر ایمان لانے والوں کو میدان جنگ میں کھینچنے والے ابوسفیان، معاویہ ابن ابوسفیان اور حکیم بن حزام بھی ان کے سیدنا ہیں۔ اس بارے میں ڈاکٹر اسرار سے پوچھا گیا انہیں رضی اللہ عنہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ آپ نے فتویٰ میں کہا اگر ایمان لانے سے پہلے کا دور ہے تو نہیں اور بعد کے دور میں ہے تو کہنا چاہیئے، یہ ڈاکٹر اسرار اور ان کے ہمنواؤں کا فتویٰ ہے یا اللہ کا؟ عمرو بن عاص اس شرط کے ساتھ ایمان لائے کہ میرے سابقہ جرائم معاف کریں، عمرو بن عاص جب سے مصر میں عمر بن خطاب کی طرف سے والی بنے لیکن عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان کو خراج نہیں دیا یہاں تک معاویہ ابن ابوسفیان کے ساتھ اس شرط پر دیا کہ مدام الحیات خراج معاف ہوگا، انہوں نے جو عیش ونوش کیا لیکن کبھی انہوں نے اسلام پر توجہ نہیں دی، منافقین کیلئے میدان خالی چھوڑا، یہاں سے قاتلین عثمان بن عفان نکلے۔ ابھی تک مصر میں اسلامی حکومت قائم نہ ہوسکی۔ دومۃ الجندل میں خلیفہ منتخب کو کس نے معزول کیا۔ کیا علی کو معزول کرنے والا بھی رضی اللہ عنہ ہوسکتا ہے؟ بتائیں یہ رضی اللہ عنہ یہ علیہ السلام کہاں اور کس نے ایجاد کئے اور کیوں ایجاد کئے؟ میں یہ نہیں کہتا کہ ان کیلئے یہ دعائی فقرات کہنا بھی جائز نہیں، میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس بدعت کو اچھالنے والے بتائیں کیا رسول اللہؐ نے علی ابن ابوطالب کا نام لیتے وقت علیہ السلام فرمایا یا ابوبکر ابن ابی قحافہ وعمر ابن خطاب کے نام لیتے وقت رضی اللہ عنہ فرماتے تھے یا یہ بھی آپ کی بدعات میں سے ایک ہے۔ مذہب صحابہ ومذہب امامیہ بنانے والے اسلام کے اصول کو تہہ وبالا کرنے والے ہیں۔ حتیٰ خود نبیؐ خاتم کی تاریخ اصحاب وآل چنداں صاف نہیں ان سے منحرفین کی ایک لمبی فہرست ہے۔ یہ ذوات اعلیٰ درجہ کے ایمان پر فائز تھیں اس میں کوئی شبہ نہیں لیکن ان الفاظ کے ذریعے مجرمین کو مومنین کی صفوں میں بٹھانے کا سر ٹیفکیٹ بنایا گیا ہے۔ علماء متقدمین نے اصحاب کے طبقات بنائے، کہا صحابہ سب ایک طبقے کے نہیں ہیں جیسے:۔

۱۔ سب سے پہلے مکے میں ایمان لانے والے صحابہ ہیں جو دار ارقم میں جمع ہوئے تھے۔

۲۔ اہل دار الندوہ میں پیغمبرؐ کے خلاف فیصلہ آنے سے پہلے ایمان لانے والے۔

۳۔ ہجرت حبشہ سے پہلے ایمان لانے والے۔

۴۔ اہل مدینہ کا عقبہ اولیٰ کے موقع پر مکہ میں پیغمبرؐ سے ملنے والے۔

۵۔ عقبہ دوّم میں ملنے والے۔

۶۔ نبی کریمؐ جب مسجد قبا میں تھے وہاں آکر ملنے والے۔

۷۔اہل بدر میں آپؐ کے ساتھ شریک ہونے والے۔
۸۔بدرواحد کے درمیان،حدیبیہ میں ایمان لانے والے۔
۹۔حدیبیہ سے فتح مکہ کے دوران ایمان لانے والے۔
۱۰۔پیغمبرؐ نے فرمایا''**لا هجرت بعد الفتح**''فتح مکہ کے بعدایمان لانے والے۔
۱۱۔چھوٹے بچے جنہوں نے پیغمبرؐ کودیکھاہے۔

تاریخ اسلام میں نبی کریمؐ کی حیات اور بعد میں اسلام سے خیانت کرنے والوں کی تعداد کم نہیں آیئے ایک فہرست ملاحظہ کرتے ہیں۔

۱۔حاطب بن بلتعہ جس نے اسلام وپیغمبرؐ کے خلاف مشرکین کومخبری کی تھی۔
۲۔جس نے پیغمبرؐ کے خلاف بنی قریضہ کیلئے راز رسولؐ اللہ فاش کیا تھا۔
۳۔مدینے میں رہنے والے وہ صحابی جنہوں نے ام المومنین عائشہ کے خلاف مہم چلائی تھی۔
۴۔عبداللہ بن ابیہ،حسان بن ثابت،مسطح بن اثاثہ اورحمنہ بنت جحش ان چاروں نے ام المومنین کے خلاف افک اٹھایا تھا۔موسوعہ سیرت ترتیب وتنظیم از متخصصین ص ۱۰۸
۵۔جن جن لوگوں نے بلا جواز عقلی وشرعی تبوک میں جانے سے معذرت کی تھی،توبہ کی یہ آیات آئی ہیں ۹۴،۹۵،۹۶)۔
۶۔جوتین آدمی جو ہمیشہ جنگ میں رہتے تھے لیکن اس دفعہ نہیں گئے اور نبی کریمؐ نے ان سے بات نہیں کی،دوسروں سے بھی کہاان سے بات نہ کریں۔(توبہ،۱۱۸،۹۴)
۷۔جنہوں نے مسجد ضرار بنائی تھی(توبہ۔۱۰۷)،اس میں ۱۲لوگ تھے۔
۸۔جونمازی خطبہ جمعہ چھوڑ کردف وڈھول کی آواز کے پیچھے گئے ﴿وَ إِذا رَأَوْا تِجارَةً أَوْ لَهْواً انْفَضُّوا إِلَيْها وَ تَرَكُوكَ قائِماً﴾(الجمعہ۔۱۱)

جنگ تبوک سے واپسی پر نبی کریمؐ کوگرانے کی سازش کرنے والے۔نقل از کتاب معارف ابن قتیبہ ص۱۹۲

۹۔عبداللہ بن ابی سلول ۱۰۔سعد بن ابی سرح جوکتابت وحی میں غلط لکھتے تھے۔
۱۱۔ابوحاضر اعرابی ۱۲۔خلاس بن سوید بن تصام ۱۳۔مجمع بن حارثہ ۱۴۔ملیح تمیمی جس نے کعبہ کی خوشبو چوری کی ۱۵۔حصین بن نمیر جس نے صدقات سے کھجور چوری کی

۱۶۔طعمۃ بن ابیرق ۱۷۔مرۃ بن ربیع

جن اصحاب نے بدر واحد کی جنگوں میں شرکت کی لیکن تبوک میں بہانہ بنا کر نہیں گئے، جن کے خلاف نبیؐ کریم نے کاروائی کی۔

۱۸۔کعب بن مالک ۱۹۔مروان بن ربیع ۲۰۔ھلال بن امیہ

جو لوگ عمر قضاء کے بعد شان وشوکت نبی کریمؐ دیکھ کر ایمان لائے۔

۲۱۔عمرو بن عاص ۲۲۔خالد بن ولید ۲۳۔عثمان بن دار

جو فتح مکہ کے موقع پر طاقت وقدرت لشکر اسلام کے سامنے خاضع ہوئے۔

۲۴۔ابی سفیان ۲۵۔معاویہ بن ابی سفیان ۲۶۔حکیم بن حزام ۲۷۔حرث بن ہشام

۲۸۔سہل بن عمر ۲۹۔العلاء بن حارثہ الثقفی ۳۰۔عینہ بن حض بن حذیفہ بن بدر

۳۱۔اقرع بن حالس ۳۲۔مالک بن عوف نضری ۳۳۔عباس بن مرداس السلمی ۳۴۔قیس بن مخرمۃ

۳۵۔جبیر بن مطعم

جن اصحاب نے دوران محاصرۂ عثمان ابن عفان میں ہی نہیں، حتیٰ قتل عثمان ابن عفان کے بعد بھی سکوت اختیار کیا۔ کیا یہ حضرات تارکین امر بالمعروف نہی از منکر میں نہیں آتے۔

جن اصحاب برجستہ اور ایمان وہجرت وجہاد میں سبقت کرنے والوں نے بیعت علی ابن ابوطالب سے منہ موڑا، ان کے حامی اس کی کیا تفسیر وتوجیہہ پیش کریں گے۔

۳۶۔سعد بن ابی وقاص ۳۷۔عبداللہ بن عمر ابن خطاب ۳۸۔اسامہ بن زید

۳۹۔صہیب رومی ۴۰۔حسان بن ثابت۔ جو جاہلیت میں ہجو کرنے والے شعراء میں سے تھے، شعراء ہجو مذموم شعراء میں شمار ہوتے ہیں، قرآن کی سورہ شعراء کی آیت ۲۲۴ میں شعراء کو غاوون کہا گیا ہے۔ حسان بن ثابت کو شاعر نبی سے منسوب کیا، حسان بن ثابت عثمان ابن عفان کے خلاف ورغلانے میں بھی شریک تھے۔

۴۱۔زید بن ثابت ۴۲۔کعب بن مالک ۴۳۔محمد بن مسلمۃ ۴۴۔نعمان بن بشیر، نے زوجہ عثمان ابن عفان کی کٹی انگلی، قمیص مصبوغ بدم کو اٹھا کر شام گئے اور جنگ صفین میں معاویہ ابن ابوسفیان کے لشکر میں رہے بعد میں یزید کی طرف سے کوفہ میں والی رہے۔

۴۵۔رافع بن خدیج ۴۶۔سلمہ بن وقش ۴۷۔ابوسعید

۴۸۔قدامۃ بن مطعون ۴۹۔عبداللہ بن سلام ۵۰۔مسلمۃ بن مخلد

کتب رجال میں یہ حضرات مخدوش قرار دیئے گئے۔

۵۱۔جد بن قیس، جس نے تبوک جانے سے اس لئے انکار کیا کہ مجھے مسیحی عورتیں دیکھنا برداشت نہیں اور یہ کہہ کر اجازت لی۔

۵۲۔ام حبیبہ کا شوہر جو حبش میں مسیحی ہوگیا۔

۵۳۔عبداللہ اخطل ،مقیس بن صبابہ عبداللہ بن سرح مرتد ہوکر واپس مکہ گئے۔

۵۴۔ابوسفیان بن حارث جو رسولؐ اللہ کے چچازاد تھے قبل از اعلان نبوت چالیس سال تک نبی کریم محمدؐ کے ساتھ والہانہ محبت کرتے رہے، لیکن دعوت اسلام سے لے کر فتح مکہ تک نبی کریمؐ کی ہجو، ہمز ولمز کرتے اور جنگ لڑتے رہے، فتح مکہ کے موقع پر دیگر صنادید معارضین جیسا رغم انف نبی کریمؐ کے پاس آیا نبی کریمؐ نے منہ موڑا، آپ کی زوجات نے سفارشی درخواست کی تو آپ نے قبول کیا، اصحاب پرستوں نے انہیں مبشرین جنت میں قرار دیا۔

۵۵۔حکم بن حزام خدیجۃ الکبری کے چچازاد بھائی، ۱۳سال دعوت نبی کریمؐ کا ان پر اثر نہیں پڑا، فتح مکہ کے موقع پر ابوسفیان اور ان کے بیٹوں کے ساتھ ایمان لایا۔ مولفۃ القلوب والوں کی فہرست میں شامل ہے۔

۵۶۔ابوالعاص بن ربیع۔شوہر زینب بنت رسولؐ اللہ مکہ میں ایمان نہیں لائے، بدر میں لشکر مشرکین میں شامل تھے، اسیر ہوا تو کر نبی کریمؐ نے بیٹی کی طلاق کی شرط پر آزاد کیا۔شام کی تجارت سے واپسی پر لشکر اسلام نے ان کے اموال کو غنیمت میں لیا، لیکن نبی کریمؐ نے وہ مال واپس کر کے اسے رہا کر دیا اور دوبارہ زواج کیا۔ یہ بھی ان کے نزدیک جلیل القدر صحابی ہے۔

۵۷۔عمرو بن عاص جس نے خلیفۂ مسلمین کے خلاف جنگ لڑی اور معاویہ کو اسیروں کو قتل کرنے کیلئے کہا لیکن صحابہ پرستوں نے ان کی تجلیل و تعظیم میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

حدیث سازوں نے عبداللہ بن عمر اور عبداللہ ابن عمرہ بن عاص کو حافظ حدیث بنایا جبکہ نبی کریمؐ نے تدوین حدیث سے منع کیا تھا، بقول ابو ہریرہ ہم پھر بھی چپکے سے لکھتے تھے، کہتے ہیں عبداللہ بن عمر اور عبداللہ ابن عمرہ بن عاص کیلئے خصوصی اجازت تھی جو خلوت میں لی گئی، حالانکہ یہ عمل نص آیۃ نجویٰ کے خلاف ہے۔﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ﴾سورہ مجادلہ ''۱۲'' علاوہ آخری عمر میں اپنے باپ کے ساتھ لشکر معاویہ ابن ابوسفیان میں ریاست اسلامی کے مزاحم

گئے اور امیر المومنین کو عزل کیا۔

مہاجرین وانصار کی جگہ کلمہ ''صحابہ'' استعمال کر کے تمام مراتب ودرجات وامتیازات کو مٹا کر ایک ہی مفہوم صحابہ ''جس کسی نے پیغمبر اسلام کی طاقت وقدرت دیکھ کر بے بسی بے چارگی میں اسلام قبول کیا ہو جیسے صنادید قریش عمرو بن عاص، خالد بن ولید، ابوسفیان، حکم بن حزام، ابوسفیان بن حارث اور عبد یالیل جیسوں نے اسلام قبول کیا اور مشرکین کے رعب ودبدبہ تشدد زدوکوب کے دوران اسلام لانے والوں کو یکجا ایک لقب میں جمع کرنا''۔ نویں ہجری فتح فتوح مکہ وتبوک کے بعد اطراف جزیرۃ العرب سے وفودوں کے فوج درفوج آمد کا سلسلہ شروع ہوا جس کے بارے میں سورہ نصر نازل ہوئی۔ ان میں سے ایک وفد کا ذکر کرتے ہیں، وہ وفد بنی ثقیف کا تھا۔ نبی کریمؐ عام الحزن میں اپنے لئے پناہ، حامی وناصر طلب کرتے ہوئے مکہ سے طائف تشریف لے گئے جہاں طائف کے قبائل وعشائر کے رؤساء سے ملے، ان میں سے ایک رئیس کا نام عبد یالیل تھا عبد یالیل نے کہا اللہ کو کوئی اور آدمی نہیں ملا کہ تم کو انتخاب کیا، یہ کہہ کر تذلیل وتحقیر کی پھر بچوں مجانین کو پیغمبر کے پیچھے لگا یا۔ جب پیغمبرؐ جزیرۃ العرب پر مسلط ہوئے تو ایک وفد عبد یالیل کی قیادت میں مدینہ آیا اور تسلیم ہونے کیلئے یہ شرائط لگائیں۔

۱۔ ہمیں ایک سال نماز سے معاف رکھیں۔

۲۔ شراب نوشی اور سودخوری کی اجازت دے دیں۔

۳۔ ہم زنا کے عادی ہیں اس کی بھی اجازت دیں۔

۴۔ ہمارے بت ''لات'' کو نہ گرایا جائے۔

پیغمبر نے انکی یہ تمام شرائط مسترد کیں، ان کیلئے پیغمبر کی بڑھتی ہوئی طاقت وقدرت کے سامنے ان شرائط سے دست برداری ناگزیر ہو گیا۔ تو کہنے لگے اس بت کو ہم نہیں توڑیں گے آپ خود توڑیں۔ پھر انہوں نے اسلام لایا، رعب ودبدبہ شوکت اسلام دیکھ کر بے چارگی بے بسی میں اسلام قبول کرنے والوں کو مشرکین کے قہر وفجر وضرب وتشدد میں فقر وفاقہ کو برداشت کر کے خانہ وآشیانہ چھوڑ کر دیار غیر میں پناہ لینے والوں، اپنی ہر چیز کو اسلام کی راہ میں بذل کرنے والوں کو ایک بے معنی بے فضیلت لقب کی چھتری میں جمع کر کے اوپر رضی اللہ عنہ اور علیہ السلام چڑھانا بدنیتی اور خیانت کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا ہے۔ آل واصحاب کی مخترع باطنیہ ہے جسے قرآن اور محمدؐ کے جاگزیں کے اختلاق کر کے جبر واکراہ وتشدد دہشت، رشوت ستانی، اغفال اور اغواء جیسے ہتھکنڈے سے نافذ کیا ہے جس کے ثبوت تاریخ مسلمین کے ہر موڑ پر ملیں گے صفحات تاریخ

بھی ہر طالب تحقیق کیلئے میسر ودست یاب ہیں، بغداد میں تیسری چوتھی صدی میں کرخ کے غلات اور معاویہ ابن ابوسفیان پرستوں کے درمیان قتل و کشتار غارت گری رہی۔ خاص کر ملک عزیز پاکستان میں اسلام کوروکنے سیکولروں کو استقبال کرنے مرحبا کہنے کیلئے جو تشدد وحشت ودہشت اہل پاکستان نے دیکھا ہے ابھی بھی شاہدین و ناظرین کے حافظے سے محو نہیں ہوئے، یہ دونوں باطل وفاسد ہونے کی دلیل قرآن میں نفی شدید، جبر واکراہ کو انہوں نے عین دین بنا کر اجر وثواب دکھا کر نافذ کیا ہے۔آیات اکراہ ان کے اعمال و کردار پر مہر باطل ہے اصحاب وآل انبیاء بھی سب یکساں نہیں نکلے ہیں تاریخ موسیٰ کلیم اللہ کے بارے میں آیات قرآن دیکھیں۔

۱۔﴿ أَرِنَا اللَّهَ جَهْرَةً ﴾(نساء۔۱۵۳)عین اللہ دکھائیں۔

۲۔آپ اور آپ کا رب جائیں جنگ کریں ہم بعد میں آئیں گے۔﴿ أَنْتَ وَ رَبُّکَ فَقَاتِلا إِنَّا هاهُنا قاعِدُونَ ﴾(مائدہ۔۲۴)

۳۔ہم آسمانی رزق کھا کھا کر تنگ آگئے۔﴿ لَنْ نَصْبِرَ عَلى طَعامٍ واحِدٍ فَادْعُ لَنا رَبَّکَ يُخْرِجْ لَنا مِمَّا تُنْبِتُ ﴾(بقرہ۔۶۱)

۴۔غیاب موسیٰ میں بچھڑا پرستی اصحاب موسیٰ کی تاریخ۔

اصحاب عیسی حوارین نے کہا آپ کا رب ہمیں آسمان سے مائدہ بھیجیں۔﴿اللَّهُمَّ رَبَّنا أَنْزِلْ عَلَيْنا مائِدَةً مِنَ السَّماءِ تَكُونُ لَنا عيداً لِأَوَّلِنا وَ آخِرِنا وَ آيَةً مِنْکَ وَ ارْزُقْنا وَ أَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴾(مائدہ۔۱۱۴)

اصحاب نبی کریمؐ

۱۔سورۃ منافقون

۲۔سورۃ جمعہ﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلى حَرْفٍ فَإِنْ أَصابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ وَ إِنْ أَصابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلى وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيا وَ الْآخِرَةَ ذلِکَ هُوَ الْخُسْرانُ الْمُبينُ﴾(جمعہ۔۱۱)

۳۔قصہ افک عائشہ ام المومنین۔﴿إِنَّ الَّذينَ جاؤُ بِالْإِفْکِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ لا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ لِكُلِّ امْرِءٍ مِنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَ الَّذى تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذابٌ عَظيمٌ﴾(نور۔۱۱)

۴۔جنگ احد سے فرار۔﴿إِذْ تُصْعِدُونَ وَ لا تَلْوُونَ عَلى أَحَدٍ وَ الرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فى أُخْراكُمْ فَأَثابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِكَيْلا تَحْزَنُوا عَلى ما فاتَكُمْ وَ لا ما أَصابَكُمْ وَ اللَّهُ خَبيرٌ بِما تَعْمَلُون﴾(العمران۔۱۵۳)

۵۔مسجد ضرار کی تعمیر۔﴿وَ الَّذينَ اتَّخَذُوا مَسْجِداً ضِراراً وَ كُفْراً وَ تَفْريقاً بَيْنَ الْمُؤْمِنينَ وَ إِرْصاداً لِمَنْ حارَبَ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ وَ لَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنا إِلاَّ الْحُسْنى وَ اللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكاذِبُونَ﴾(توبہ۔۱۰۷)

۶۔جنگ تبوک میں جانے سے حیلہ بہانہ۔﴿تَعْتَذِرُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّأَنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبارِكُمْ﴾(توبہ۔۹۴)

۷۔﴿وَ مِنْ أَهْلِ الْمَدينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفاقِ﴾(توبہ۔۱۰۱)

۸۔آیت حجرات۔﴿يا أَيُّهَا الَّذينَ آمَنُوا لا تَرْفَعُوا أَصْواتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمالُكُمْ وَ أَنْتُمْ لا تَشْعُرُونَ﴾ (حجرات۔۲)

۹۔سورۃ تحریم۔

۱۰۔آیات احزاب پر سب کو پس پشت ڈال کر یہ گھڑا۔

آل الرسول

۱۔آل فرعون﴿وَ إِذْ فَرَقْنا بِكُمُ الْبَحْرَ فَأَنْجَيْناكُمْ وَ أَغْرَقْنا آلَ فِرْعَوْنَ وَ أَنْتُمْ تَنْظُرُونَ﴾(بقرہ۔۵۰)

﴿وَ لَقَدْ أَخَذْنا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنينَ وَ نَقْصٍ مِنَ الثَّمَراتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُون﴾(اعراف۔)،﴿كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ وَ الَّذينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا بِآياتِ رَبِّهِمْ فَأَهْلَكْناهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَ أَغْرَقْنا آلَ فِرْعَوْنَ وَ كُلٌّ كانُوا ظالِمينَ﴾(انفال۔۵۴)﴿وَ قالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوني أَقْتُلْ مُوسى وَ لْيَدْعُ رَبَّهُ إِنِّي أَخافُ أَنْ يُبَدِّلَ دينَكُمْ أَوْ أَنْ يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفَساد﴾(غافر۔۲۶)﴿وَ لَقَدْ جاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ﴾(قمر۔۴۱)۔

۲۔آل ابراہیم،﴿وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِما مُحْسِنٌ وَ ظالِمٌ لِنَفْسِهِ مُبينٌ﴾(صافات۔۱۱۳)۔

۳۔آل یعقوب:۔گیارہ فرزندان یعقوب نے انتہائی شقاوت کا مظاہرہ کر کے اپنے معصوم و بے

قصور بھائی یوسف کو کنویں میں پھینکا۔﴿فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَ أَجْمَعُوا أَنْ يَجْعَلُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُب﴾(یوسف۔۱۵)۔

۴۔آل اسرائیل آل رسول تھے۔﴿لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرائِيلَ عَلَى لِسانِ داوُدَ وَ عيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذلِكَ بِما عَصَوْا وَ كانُوا يَعْتَدُون﴾(مائدہ۔۷۸)﴿وَ جاوَزْنا بِبَني إِسْرائيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلى قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلى أَصْنامٍ لَهُمْ قالُوا يا مُوسَى اجْعَلْ لَنا إِلهاً كَما لَهُمْ آلِهَةٌ قالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُون﴾(اعراف۔۱۳۸)﴿وَ قَضَيْنا إِلى بَني إِسْرائيلَ فِي الْكِتابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَ لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبيراً﴾(اسراء۔۴)

کلمہ مہاجرین صعوبت و مشاکل و متاعب جان و مال سے گزرنے کی یاد دلاتے ہیں، یعنی خانہ و آشیانہ عزیز و اقارب کو چھوڑنے کی یاد دلاتے ہیں، ان حالات میں ہر کس و ناکس استقامت نہیں دکھا سکتے چنانچہ بعض ایمان لانے کے بعد واپس مکہ گئے بعض ایمان لانے کے بعد ایمان کو چھپا کر مکہ میں رہے ان کے بارے میں یہ آیت آئی ہے﴿إِنَّ الَّذينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلائِكَةُ ظالِمي أَنْفُسِهِم﴾(نساء۔۹۷) ہجرت وہ بھی دست خالی، اہل و عیال چھوڑ کر دیار غیر میں غریب و ذلیل ہونے کی یاد دلاتے ہیں، ہجرت صاحبان عیش و عشرت کیلئے بڑی آزمائش ہوتی ہے، امیر وہاں غریب و فقیر ہوتا ہے، ان کو عرب ابن سبیل کہتے تھے، چنانچہ جنگ مصطلق میں منافقین نے خود کو عزیز اور مہاجرین کو ذلیل قرار دیا تھا۔﴿يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنا إِلَى الْمَدينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ﴾(منافقون۔۸)

''انصار'' انصار وہ لوگ تھے جنہوں نے نبی کریمؐ کو اس وقت دعوت دی جس وقت آپؐ اپنے لئے پناہ گاہ تلاش کر رہے تھے، تنہا دعوت ہی نہیں دی بلکہ ایمان لانے والوں کے ساتھ جان و مال کے ساتھ ایثار بھی کیا(حشر،۹۔انفال،۷۲،۷۴۔اعراف،۱۵۷)۔لہٰذا انہوں نے اپنی جائداد مہاجرین کے لئے برابر سطح پر تقسیم کی۔ نبی کریمؐ نے جنگ حنین سے واپسی پر انصار سے فرمایا میں آپ کے احسانات کو نہیں بھولا اس پر انصار رونے لگے، لہٰذا عظمت اسلام کی خاطر صعوبات و مشکلات برداشت کرنے والے اور لشکر اسلام کی طاقت سے مرعوب ہو کر اسلام لانے والوں کو برابر کرنا بدنیتی پر مبنی ہے، معاویہ جو کہ فرزند قائد معارض رسول اللہ تھے وہ کینہ و عداوت دیرینہ جاہلیت مہاجرین و انصار ان کے دل سے محو نہیں ہوتے تھے وہ غصہ غلیظ دل میں رکھتے تھے انہوں نے مہاجرین و انصار کے فضائل جسیمہ کو مٹانے کیلئے بہت سی بدعات کا ارتکاب کیا۔معاویہ ابن ابوسفیان کو شرف ہجرت اور شرف انصاریت نہ ملنے کی وجہ سے معاویہ ابن ابوسفیان نے

انصار کی فضیلت کو کم کرنے کے لئے شعراء مخضر مین کو بلایا تا کہ انصار کی ہجو کریں تو اس پر کوئی مسلمان تیار نہیں ہوا تو مسیحی شاعر کو بلایا۔اصحاب مہاجرین وانصار کے فضائل کو ختم کرنے کے لیئے ابوبکر ابن ابی قحافہ وعمر بن خطاب کے بیٹوں،عبداللہ اور عبدالرحمن،معاویہ،ابوسفیان،عمرو عاص،خالد بن ولید سب کو یکساں دکھانے کے لئے سامنے لایا گیا بلکہ منافقین ومخالفین پر پردہ چڑھانے کے لئے وضع کیا ہے،اس کی ایک مثال حسان بن ثابت ہے جو اسلام قبول کرنے سے پہلے شاعر ہجو تھے،لوگوں کے نزدیک اور ناپسندیدہ شاعروں میں گنا جاتا تھا یعنی شعر ہجو عربوں میں ناپسند تھے،امراء ان سے ڈر کر یا اپنے مخالفین کے بارے میں ہجو کرنے کیلئے انہیں اٹھاتے تھے،حسان بن ثابت انتہائی بزدل انسان تھے جنگوں میں شرکت نہیں کرتے تھے،قصہ افک میں ام المومنین پر تہمت کی بات کو اچھالنے والوں میں بھی تھے،لیکن اس وقت دشمنان اسلام نے انھیں کس قدر اٹھایا ہوا ہے۔شعر گوئی جس کو قرآن نے مذموم عمل قرار دیا تھا،مہاجرین وانصار نے اسے چھوڑا تھا اس کو دوبارہ رواج دینے کے لئے ان کو شاعر رسول اللہ کا تمغہ دیا گیا اور اسے زور وشور سے رواج دیا گیا ہے۔

بلکہ قرآن کریم میں سبقت ایمان،سبقت ہجرت،سبقت جہاد،سبقت بذل اموال،استقامت در ایمان کو معیار بنایا گیا ہے چنانچہ ان آیات میں ملاحظہ کریں،﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَ الَّذِينَ هاجَرُوا وَ جاهَدُوا فى سَبِيلِ اللَّهِ أُولئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ وَ اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾(بقرہ ۔۲۱۸)﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَ هاجَرُوا وَ جاهَدُوا فى سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوالِهِمْ وَ أَنْفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَ أُولئِكَ هُمُ الْفائِزُونَ﴾(توبہ۔۲۰)﴿وَ الَّذِينَ آمَنُوا وَ هاجَرُوا وَ جاهَدُوا فى سَبِيلِ اللَّهِ وَ الَّذِينَ آوَوْا وَ نَصَرُوا أُولئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَ رِزْقٌ كَرِيمٌ﴾(انفال۔۷۴)۔

اہداف وغایات مؤلفین صحابہ عزائم ومنویات سوء رکھتے تھے۔

قرآن کریم میں نبی کریمؐ کی دعوت کو قبول کرنے کے بعد خانہ وآشیانہ چھوڑ کر ہجرت کرنے والوں کو مہاجرین اور انہیں دعوت دینے اور پشت پناہی کرنے کا وعدہ دینے والوں کو انصار کے نام سے یاد کیا جاتا ہے حتیٰ ان میں بھی درجات ومراتب رکھا،یہاں تک بدر واحد واحزاب حدیبیہ میں شرکت تک مراتب بنایا تھا اور ان درجات ومراتب کا پاس رکھنے کا حکم دیا لیکن سازش کاروں نے ان مراتب کو ختم کرنے کے غرض سے مہاجرین وانصار سابقین واولین سب کو ملا کر اصحاب بنایا ان کا یہ عمل مندرجہ ذیل سے متصادم ہے۔
جن آیات میں ''**لا یستوی**'' آیا ہے،

۱۔﴿أَ جَعَلْتُمْ سِقايَةَ الْحاجِّ وَ عِمارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ وَ جاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ﴾(توبہ۔۱۹)

۲۔﴿عَبْداً مَمْلُوكاً لا يَقْدِرُ عَلى شَيْءٍ وَ مَنْ رَزَقْناهُ مِنَّا رِزْقاً حَسَناً فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَ جَهْراً هَلْ يَسْتَوُونَ﴾(نحل۔۷۵)۔

۳۔﴿أَ فَمَنْ كانَ مُؤْمِناً كَمَنْ كانَ فاسِقاً لا يَسْتَوُونَ﴾(السجدہ۔۱۸)

۴۔﴿لا يَسْتَوِي الْقاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَ الْمُجاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوالِهِمْ وَ أَنْفُسِهِمْ﴾(نساء۔۹۵)

۵۔﴿فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجاهِدِينَ بِأَمْوالِهِمْ وَ أَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقاعِدِينَ دَرَجَةً وَ كُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنى وَ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجاهِدِينَ عَلَى الْقاعِدِينَ أَجْراً عَظِيماً﴾(نساء۔۹۵)

۶۔﴿قُلْ لا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَ الطَّيِّبُ﴾(مائدہ۔۱۰۰)

۷۔﴿هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمى وَ الْبَصِيرُ أَ فَلا تَتَفَكَّرُونَ﴾(انعام۔۵۰)

۸۔﴿وَ ما يَسْتَوِي الْأَعْمى وَ الْبَصِيرُ﴾(فاطر۔۱۹)

۹۔﴿وَ ما يَسْتَوِي الْأَحْياءُ وَ لَا الْأَمْواتُ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشاءُ وَ ما أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ﴾(فاطر۔۲۲)

۱۰۔﴿أَمَّنْ هُوَ قانِتٌ آناءَ اللَّيْلِ ساجِداً وَ قائِماً يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَ يَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهِ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَ الَّذِينَ لا يَعْلَمُونَ﴾(زمر۔۹)

۱۱۔﴿وَ ما يَسْتَوِي الْأَعْمى وَ الْبَصِيرُ وَ الَّذِينَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحاتِ وَ لَا الْمُسِيءُ قَلِيلاً ما تَتَذَكَّرُونَ﴾(غافر۔۵۸)

۱۲۔﴿لا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قاتَلَ أُولئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَ قاتَلُوا﴾(حدید۔۱۰)

۱۳۔﴿لا يَسْتَوِي أَصْحابُ النَّارِ وَ أَصْحابُ الْجَنَّةِ أَصْحابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفائِزُونَ﴾(حشر۔۲۰)۔

۱۴۔﴿أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحاتِ سَواءً مَحْياهُمْ وَ مَماتُهُمْ ساءَ ما يَحْكُمُونَ﴾(جاثیہ۔۲۱)

جن آیات میں ''درجات'' کے بارے میں آیا ہے۔

۱۔﴿هُمْ دَرَجاتٌ عِنْدَ اللّهِ وَ اللّهُ بَصيرٌ بِما يَعْمَلُونَ ﴾(العمران،۱۶۳)

۲۔﴿دَرَجاتٍ مِنْهُ وَ مَغْفِرَةً وَ رَحْمَةً وَ كانَ اللّهُ غَفُوراً رَحيماً ﴾(نساء۔۹۶)

۳۔﴿ نَرْفَعُ دَرَجاتٍ مَنْ نَشاءُ إِنَّ رَبَّكَ حَكيمٌ عَليمٌ ﴾(انعام۔۸۳)﴿وَ لِكُلٍّ دَرَجاتٌ مِمّا عَمِلُوا وَ ما رَبُّكَ بِغافِلٍ عَمّا يَعْمَلُونَ ﴾(انعام۔۱۳۲)

۴۔﴿وَ هُوَ الَّذي جَعَلَكُمْ خَلائِفَ الْأَرْضِ وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجاتٍ لِيَبْلُوَكُمْ في ما آتاكُمْ﴾(انعام۔۱۶۵)

۵۔﴿أُولئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقّاً لَهُمْ دَرَجاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَ رِزْقٌ كَريمٌ ﴾ (انفال۔۴)

۶۔﴿وَ لِكُلٍّ دَرَجاتٌ مِمّا عَمِلُوا وَ لِيُوَفِّيَهُمْ أَعْمالَهُمْ وَ هُمْ لا يُظْلَمُونَ ﴾ (احقاف،۱۹)

۷۔﴿ وَ رَفَعْنا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجاتٍ ﴾(زخرف۔۳۲)

۸۔﴿ يَرْفَعِ اللّهُ الَّذينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَ الَّذينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجاتٍ وَ اللّهُ بِما تَعْمَلُونَ خَبيرٌ﴾(مجادلہ۔۱۱)

۹۔﴿ فَمِنْهُمْ مُهْتَدٍ وَ كَثيرٌ مِنْهُمْ فاسِقُونَ ﴾(حدید۔۲۶)۔

ان آیات میں ''ام'' آیا ہے۔

۱۔﴿أَمْ نَجْعَلُ الَّذينَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصّالِحاتِ كَالْمُفْسِدينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقينَ كَالْفُجّارِ﴾(ص۔۲۸)۔

۲۔﴿أَمْ لَكُمْ أَيْمانٌ عَلَيْنا بالِغَةٌ إِلى يَوْمِ الْقِيامَةِ إِنَّ لَكُمْ لَما تَحْكُمُونَ ﴾(قلم۔۳۹)

۱۔دنیا کو یہ بتانے کے لئے جن لوگوں نے اسلام کو اٹھانے میں نبی کریم محمدؐ کا ساتھ دیا لیکن نبی کریمؐ سے فاصلہ ہوتے ہی حصول اقتدار اور دولت کیلئے انھوں نے کیا کیا نہیں کیا۔

۲۔ان میں صحیح وغلط اور مخلص دونوں طرح کے لوگ تھے انہوں نے سب کو ایک درجہ میں پیش کر کے خلط کیا کہ سب ہمارے لئے واجب احترام ہیں تا کہ اسلام کو ایک فسطائی ازم ثابت کریں یہاں کوئی اصول نہیں۔

۳۔اصحاب نبی میں غلو کر کے محمدؐ سے نظریں ہٹانا چاہتے تھے۔

۴۔جن ذوات نے آغاز دعوت سے لیکر لمحات موت تک دنیا و مافیہا سے اپنی توجہات منصرف رکھیں اور جن لوگوں نے اقتدار اور مال دولت کے لئے مسلمانوں کو جنگ میں کھینچا، کیا ان کے درمیان امتیاز نہیں ہونا چاہیے۔

۵۔معیار سبقت ایمان وہجرت وجہاد کوختم کر کے عشائر وقبائلی ترجیحات کو دوبارہ زندہ کرنا چاہتے تھے یہ احتمال زیادہ قوی نظر آتا ہے چنانچہ جن کی سیرت قرآن وسنتؐ عملی سے نہیں بنتی تھی ان کے لئے زیادہ مقام بلکہ غیر معقول وغیر شرعی اور غیر موجہ مقام دئے ہیں۔مدینہ میں جو ایک حکومت مقتدر قائم ہوئی وہ تنہا بنی ہاشم یا بنی عبدالمطلب کی قربانیوں سے نہیں ہوئی حتیٰ صرف خود رسولؐ اللہ کی کوششوں سے بھی قائم نہیں ہوئی تھی بلکہ اس میں مہاجرین وانصار کا بھی حصہ ہے جو بدر سے لیکر مکہ وحنین وتبوک تک مسلسل قربانیاں دیتے رہے ہیں۔

کیا اولاد علی ابن ابوطالب نے مذہب کیسانیہ نہیں بنایا؟ کیا جعفر طیار کی نسل سے مدعی الوہیت نہیں نکلے؟ کیا یاران نبی صرف ہمارے نبیؐ کو ملے اور دیگر انبیاء کو نہیں ملے تھے؟ کیا حواریین نے عیسیٰ سے نہیں کہا کیا آپ کا رب ہمارے لئے مائدہ نہیں نازل کرسکتا (مائدہ۔۱۱۴)؟ کیا یاران موسیٰ نے موسیٰ سے نہیں کہا کہ آپ کے رب نے یہ کیا مصیبت بنائی ہے (مائدہ۔۲۴)؟ غرض آپ نے اپنے سر پر اللہ سبحانہ کی عائد کردہ تکالیف شرعیہ کی جگہ بوجھ اہل بیت واصحاب رکھ کر سر ہلنا بھی مشکل بنایا ہے۔بتائیں کیا دین قرآن ومحمدؐ ہے یا اہلبیت واصحاب ہے؟۔ہم یہاں یہ وضاحت کر کے گزرتے ہیں کہ آل واصحاب میں صالحین وظالمین دونوں گزرے ہیں، جس طرح دیگر انبیاء ومرسلین کے آل واصحاب گزرے ہیں جس کے بارے میں ﴿وَ أَنَّـا مِنَّا الـصَّـالِـحُونَ وَ مِنَّا دُونَ ذٰلِکَ كُنَّا طَرائِقَ قِدَداً﴾ سورہ جن کی یہ آیت ۱۱ اصدق آتی ہے۔نیز یہ بھی وضاحت کرتا ہوں جنہوں نے ان دو کو قرآن اور محمدؐ کی جگہ اٹھا کر دین کے آخری مرجع ان کو گردانا ہے وہ باطنیہ حاقد ہے ان کا سلسلہ نسبت شاول بولیس سے ملتا ہے، یہ ایک حقیقت جاری ہے جھوٹ چھپانے کیلئے جھوٹ ہی بولنا پڑتا ہے۔

نبی کریمؐ مثل دیگر انبیاء کے اہلبیت اور یاران رکھتے تھے، ان دونوں میں سے بعض اللہ کے برگزیدہ نکلے اور بعض نافرمان طاغی و باغی نکلے ہیں۔

نبی کریمؐ کے اہلبیت اور یاران بھی اسی طرح تھے لیکن ان پر ایسی قدسیت کی چادر چڑھائی کہ عقل

حیران رہ جاتی ہے چنانچہ انہیں نبی جیسی حجت قرار دیا، یہ ان سے عقیدت مندی نہیں بلکہ دین محمدؐ سے خیانت اور بدنیتی اور سازش تصور ہوگی۔اہلبیت اور اصحاب میں خطاؤں اور لغزشوں کے مرتکبین کی تعداد زیادہ ہی ملے گی، بطور مثال امام حسن کے نسب سے عبداللہ محض نے اپنے دونوں بیٹوں کو بیک وقت منصب امامت کیلئے نامزد کیا، دونوں کی بیعت کیلئے آپ کو جھوٹ بولنا پڑا، آپ نے امام صادق کو اپنے بیٹے کی بیعت کرنے کیلئے کہا۔جب امام صادق نے جواب فرمایا آپ دین کو اٹھائیں، ہم آپ کا ساتھ دیں گے، خود کو نہ اٹھائیں اس پر انہوں نے کہا امام صادق میری اولاد سے حاسد ہیں۔اسی طرح محمد بن حنفیہ کے دونوں بیٹے مذہب مرجئہ اور کیسانیہ کے بنیاد گزار رہے ہیں، ابھی تک فرقہ مرجئہ اپنا استناد ان سے کرتا ہے۔زید بن علی کی اولاد نے امام باقر و صادق کو بزدل اور شرعی ذمہ داری سے کوتاہی برتنے والا قرار دیا ہے۔امام صادق کے چاروں فرزندوں نے دعوائے امامت کیا، یہاں تک کعبہ کے اندر لوگوں کی امانتیں اٹھائیں، اسی طرح امام موسیٰ بن جعفر کی تمام اولادوں نے دعوائے امامت کیا۔

یہاں اہل بیت وہ نہیں جسے بشریت نے ''**من لدن ادم الی یومنا هذا** '' جانتے ہیں۔اہلبیت انبیاء یکساں نہیں تھے جہاں نوح نے کہا یہ میرا بیٹا ہے تو اللہ نے فرمایا ہے آپ کے اہل نہیں ﴿ **لَيۡسَ مِنۡ أَهۡلِکَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيۡرُ صالِحٍ** ﴾ (ہود۔۴۶) اہلبیت قوم لوط دشمنوں کی جاسوسی کرتی تھی، اہلبیت نوح و لوط کے بارے میں سورہ تحریم ''۱۰'' میں دیکھیں۔اسی طرح اہلبیت محمد کے بارے میں احزاب ۲۸، ۲۹، ۳۰ میں ملاحظہ کریں سنت الٰہی'' ﴿ **يُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَيِّتِ وَ مُخۡرِجُ الۡمَيِّتِ مِنَ الۡحَیِ** ﴾ من لدن خلقت کائنات تا قیام قیامت جاری رہے گی جو اہلبیت نبی کا تعارف مسلمانوں کے درمیان چل رہا ہے ان میں سے بعض ذوات امت مسلمہ کیلئے آنکھوں کے تارے ہیں لیکن ان کو نبی کریمؐ سے بھی بالاتر دکھایا جو صفات نبی کریمؐ کو حاصل نہیں تھیں ان کیلئے گھڑیں کہتے ہیں کہ اہل بیت علم غیب جانتے ہیں، محمدؐ نہیں جانتے تھے، یہ کہتے ہیں، اہل بیت کائنات پر تصرف ''**کیف ما یشاء**'' رکھتے ہیں جبکہ خود حضرت محمدؐ نہیں رکھتے تھے ﴿ **قُلۡ لا أَمۡلِکُ لِنَفۡسی نَفۡعاً وَ لا ضَرًّا إِلاَّ ما شاءَ اللَّهُ وَ لَوۡ كُنۡتُ أَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ لاَسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ الۡخَيۡرِ وَ ما مَسَّنِیَ السُّوءِ** ﴾ (اعراف۔۱۸۸) ان کا ''دین فقط اہل بیت ہے'' ان کے نزدیک محمدؐ خود اہل بیت میں شامل ہے۔

۱۔آل و اصحاب کو معبود بنانے کے بعد تابعین اور ان کے بعد خیر القرون قرنی بھی حجت گردانا گیا۔

۲۔حذیفہ بن یمان سے نقل ہے پیغمبرؐ نے فرمایا ''**خذ الطریق ممن کا ن قبلهم**''۔

۳۔امام شافعی نے کہااگر قرآن وسنت میں حکم نہیں تو اصحاب رسولؐ اللہ کی طرف رجوع کریں گے، احمد بن حنبل نے کہاہے دین وہ ہے جواصحاب اورتابعین سے آیا ہے۔

جبکہ اصحاب کے فتاویٰ اقوال راشدین سے لے کرتابعین تک ایک دوسرے سے متضاد ومتضارب ومتناقض قول وفعل نکلے ہیں۔سیرت عثمان ابن عفان سیرت شیخین سے متصادم ومتعارض نکلی،لوگوں نے شکایت کی وہ شیخین کی سنت پرنہیں چلے۔سیرت علی ابن ابوطالب سیرت عثمان ابن عفان سے مختلف نکلی، سیرت عمروبن عاص سیرت ابوموسیٰ اشعری سے متضادنکلی۔ابوموسیٰ اشعری کی نظر میں جمل وصفین وقتل عثمان ابن عفان کے فتنے میں دوررہنے والے ''**خیر الناس** ''ہیں جبکہ عمروبن عاص کی نظر میں ''**شر الناس** '' ہیں۔ان تضادات کوجمع کرنے کے لئے انھیں اجتہادگھڑناپڑاہے۔سورہ نساء آیت ۱۶۵ میں اللہ نے واضح و قاطع بیان میں فرمایاہے حجت پیغمبرؐ کے بعدختم ہے، نبیؐ اپنے بعدکسی کوحجت نہیں بناسکتے ہیں،''**ولوکان الصق الناس به** '' ہی کیوں نہ ہوچنانچہ خودنبیؐ کے نمائندوں نے خیانت کی امثال حاطب ابی بلعتہ،ابو لبابہ،عبداللہ بن جحش،خالد بن ولیداسی طرح ابوبکرابن ابی قحافہ کے نمائندہ خالد بن ولید،اسی طرح علی ابن ابی طالب کے نمائندوں نے خیانت کی آپ کے بھائی عقیل،عثمان ابن حنیف،مصقلۃ بن جبیر شیبانی اورزیاد بن ابیہ۔کبھی الہام،کبھی عترت اورکبھی بلوغ عقل بشرکے نام سے آج تک تصورختم نبوت پرکلہاڑی ماررہاہے اس خیانت کوچھپانے کیلئے معلوم نہیں یہ ختم نبوت کے نام سے شورشرابہ کرتے ہیں لیکن وہ کس کواُلوبنارہے ہیں''**عمن یخادعون، یخادعون الله ام یخادعون الرسول ام یخادعون انفسهم**''

۳۔اقنوم اجتہاد:۔

اجتہادیعنی دین فہمی دین سمجھی اوردین داری میں غلط نظریہ رکھنے والے بھی مستحق اجرہیں یعنی یہاں غلط کاربھی مأجورہیں حساب،عقاب اورباز پرس نہیں ہے۔آپ انہیں غلط کارنہیں کہہ سکتے کیونکہ انہوں نے یہ فتویٰ اپنے اجتہادسے دیاہے لہٰذا تاریخ مفتیان میں آیاہے متضادآراء ونظریات رکھنے والے سب اچھے ہیں،اختلافات امت کے لئے رحمت اوردیگراقوام وملل والوں کے لئے نقمت ومصیبت ہیں۔کلمہ اجتہاد لغت میں جسمانی جدوجہد،سعی وکوشش کیلئے آتاہے اہل فکروعقل کیلئے یہ مصطلح خیانت پرمبنی ہے،لیکن اس اصطلاح کاواضع کون ہے ابھی تک معلوم نہیں ہواہے،ابتدائی مراحل میں کلمۃ رائے استعمال کرتے تھے،کلمہ اجتہادکب اورکس نے اختراع کیاہے معلوم نہیں لیکن اس کی تعریف یوں کی ہے یعنی قرآن اورسنت سے استنباط کرتاہے۔اختلاف آیت پرمزیدغورکرنے سے بعض اوقات پہلامطلب غلط ثابت ہوتاہے،اسی طرح

کسی روایت سے استدلال کرنے کے بعد ثابت ہوتا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے تو فتویٰ بدل جاتا ہے۔لیکن آیات صریح کے ہوتے ہوئے اپنے خودساختہ اصول سے استنباط کر کے فتویٰ دینے کو اجتہاد کہا گیا ہے۔لہٰذا اجتہاد کا اقنوم ہونا اظہرمن الشّمس ہے کیونکہ اس کلمے کا مادہ وصیغہ اور اس سے ماخوذ مفہوم آپس میں غیر معقول وغیر مربوط وغیر منطقی ہیں انھوں نے اپنے اس عمل کو قرآن اور سنت عملی نبیؐ کریم کی حدود اور دائرے سے باہر انسانی خواہشات کی تکمیل اور مفاد پرستوں کو بے لجام چھوڑنے کے لئے بنایا ہے۔اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلاتے ہوئے کہتے ہیں۔

١۔قرآن اور سنت محمدؐ میں تمام احکام نہیں ہیں۔

٢۔قرآن ظنی الدلالہ ہے۔

٣۔احکام استنباط کرنے کیلئے جو قواعد انہوں نے وضع کئے ہیں ان میں آیا ہے مصیب کو دو اجر اور مخطی کو ایک اجر دیا جائے گا یعنی صحیح اور غلط کو یکساں کریں گے،متصادم ومتعارض فتاویٰ دینے والوں کو مفسدین کہ کر نہیں پکڑیں گے۔

٤۔اجتہاد کو مستند کرنے کیلئے خود رسولؐ اللہ تک لے گئے اور کہا،آپ خود اجتہاد کرتے تھے(نعوذ باللہ)،اس طرح انہوں نے قرآن کا مذاق اُڑایا۔انہوں نے اجتہاد کے بارے میں جو دلائل پیش کئے ہیں وہ ایک تنکہ حشیش برابر بھی نہیں بن سکتے،اپنے مدعیٰ کیلئے انہوں نے کہا قرآن اور سنت میں تمام احکام نہیں ہیں۔اس دعویٰ کے لئے انھوں نے قرآن وسنت عملی رسولؐ اللہ کو ناقص قرار دیا۔اور قرآن کو نا قابل فہم قرار دے کر ٢٣ سالہ دور تطبیق شریعت سے چشم پوشی کر کے دین میں فسطائیت کا باب کھولا ہے۔اجتہاد،احکام شرعیہ کا کوئی فارمولہ نہیں بلکہ امت کو انتشار در انتشار،افتراق،تقسیم در تقسیم کی مصیبت سے دوچار کرنے کا فارمولا ہے۔خود ان کے متعارف اجتہاد کی حدود سے تجاوز کر کے فرعون ونمرود کو بھی موحد بنایا۔مجتہدین کے فتویٰ سے فضل اللہ نوری کو تختۂ دار پر لٹکایا گیا اور فضل اللہ کی سزائے موت کی توثیق کرنے والے مجتہدین کو بھی اجر دیتے ہیں لیکن انہیں وہ آیات نظر نہیں آتیں جن میں اللہ کے علاوہ صدور فتویٰ کو رد کیا گیا ہے۔﴿قُلْ أَ رَأَيْتُمْ ما أَنْزَلَ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِنْهُ حَراماً وَ حَلالاً قُلْ آللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللَّهِ تَفْتَرُونَ﴾(یونس۔٥٩)﴿وَ لا تَقُولُوا لِما تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هذا حَلالٌ وَ هذا حَرامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لا يُفْلِحُونَ﴾(نحل۔١١٦)۔

کہتے ہیں قرآن صامت سے قرآن ناطق افضل ہے اور قرآن ناطق اہلبیت ہیں،ہم اہلبیت سے

لیتے ہیں ہم اس قرآن کو مانتے ہیں جو قرآن علی ابن ابوطالب نے جمع کیا ہے۔اس طرح قرآن سے منہ موڑنے اورقرآن کو بھول جانے کیلئے تمہیدات باندھتے ہیں۔، یہاں سے تمام عقائد فاسد،جعلیات اور احکامات ضد قرآن ثابت کئے گئے ہیں۔

تفسیر قرآن بغیر حدیث صحیح نہیں ہے،حدیث ہی قاضی بر قرآن ہے،قرآن محتاج حدیث ہے، حدیث محتاج قرآن نہیں ہے۔

۵۔قرآن میں تمام احکام نہیں ہیں۔

(ب) قرآن میں آیات منسوخ ہیں۔

(ج) حدیث قرآن کا ناسخ ہوسکتی ہے۔

(د) قرآن ظنی الدلالہ،تفسیر قرآن بغیر تفسیر اہلبیت درست نہیں۔

(ذ) فتاویٰ مجتہدین مثل قرآن واجب الاتباع ہیں،اجتہادات سے صادر فتاویٰ فقہ اسلامی ہیں۔کہتے ہیں فقہ اسلامی نے دامن حدیث میں پرورش پائی ہے اورخود حدیث نے خراسان وبصرہ منافق نشین شہروں میں پرورش پائی ہے۔

اجتہاد متوازی قرآن وسنت:

جہاں کسی مسئلے کا حل قرآن وسنت میں نہیں وہاں خاص کراس نئے دور کے پیدا شدہ مسائل کے حل کے لیے حکم شرعی نکالنے یا استخراج احکام کرنے کواجتہاد کہا گیا ہے۔کہتے ہیں مجتہدین منطقہ فراغ کو پر کرتے ہیں۔یہاں دوسوال ہیں،منطقہ فراغ سے کیا مراد ہے اگر شارع نے چھوڑا ہے تو''**اکملت لکم دینکم**'' سے متصادم اور اللہ پر افتراء ہے۔اگر جدید مسائل مراد ہیں تو یہاں حکم صادر کرنے کا حق آپ کو کس نے دیا؟ آیا ابوحنیفہ،شافعی اورامام مالک پر جبرائیل اترتے تھے؟علی ابن ابوطالب نے فرمایا''رسول اللہ کے بعد وحی منقطع ہوئی ہے''۔

اہل اجتہاد نے خود کہا ہے کہ جہاں قرآن اورسنت میں حکم نہیں وہاں مجتہد رائے پردازی کرسکتا ہے،انہوں نے اس کو سپر بناتے ہوئے نصوص پر شبخون مارااورنصوص کو غیر معلوم مقامات پر حبس کیا،چنانچہ بہت سے فتاویٰ مجتہدین صریح آیات محکمات سے متعارض ہیں یہ سرفاش ہونے کے خوف سے ہاتھ پیر مارنا شروع کیا ہے،جس طرح قصاب گوشت کو کمال بے رحمانہ انداز میں چیرتا ہے انہوں نے اسی طرح دین کو چیرنا شروع کیا ہے۔یہ اسلام کے خلاف ایک محاذ ہے۔مخترعین اجتہاد نے اپنے اس ام البدعات کا استدلال

آیات متشابہات سے کیا ہے:

۱۔سورہ نحل کی آیت ۴۳ میں کسی مسئلہ اعتقادی وتاریخی اوراخلاقی وحکمی نہ جاننے کی وجہ سے اہل ذکر سے پوچھنے کا حکم ہے،اس آیت میں یہ نہیں کہا کہ دلیل طلب نہیں کرسکتے،جیسے نساء کی آیت ۵۹ میں اولی الامر سے اختلاف کی صورت میں اللہ ورسول کی طرف برگشت کرنے کا حکم ہے۔

۲۔تیسری روایت قضیہ بعث معاذ بن جبل ہے۔

۳۔پیغمبرؐ نے حاکم کو اپنے اجتہاد کا حکم دیا اوراس کی خطا کی صورت میں بھی اس کو اجر دینے کی بشارت دی ہے یہ حدیث بخاری باب اعتصام ۲۱ صحیح مسلم جلد۲ حدیث ۱۳۴۲ میں آئی ہے۔

۴۔امیرالمومنین عمرابن خطاب نے ابوموسیٰ اشعری کو قاضی بناتے وقت کہا جو حکم کتاب اللہ اور سنت عملی رسولؐ میں نہیں اس میں اپنی عقل استعمال کرنا،یہ اجتہاد صدور احکام کیلئے نہیں بلکہ عوام میں فصل خصومات اوررفع نزاع کرنے کیلئے ہے۔

اجتہاد نقب زنوں کا دروازہ:۔

۱۔انسان اپنی نفسیاتی وروحانی اورفکری سطح پرایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے قوت فہم وادراک ایک جیسی نہیں ہوتی ہے،فہم آیات اسنادومتون روایات کے استنباط احکام کی صلاحیت بھی ایک جیسی نہیں ہوتی یہاں غلطیاں حتمی اورناگزیر ہیں لیکن اس محتمل غلطیوں کسی اورطریقے سے حل کرنے کی سعی جمیلہ کرنے کی بجائے خانہ اسلام میں پھینک کراس کیلئے ایک اورمصیب اورمخطی دونوں صحیح ہیں بدنیتی کے علاوہ اورکوئی تفسیر ممکن نہیں،اگرکوئی قانون وضعی کا قائل ہوتو ترجیح وضعی کو ملے گی کیونکہ وہ کثرت مشاورت سے طے پاتے ہیں جبکہ مجتہدین کی آراء ذاتی اورمن مانی ہوتی ہیں جسے روایات میں تفسیر بالرائے کہا گیا ہے یہ آراء اختلاف کی حدود سے تجاوز کرکے معاندات اورمحاذ آرائی پرپہنچ چکی ہیں۔قوانین وضعی کثرت سے پاس ہوتے ہیں جبکہ قانون فقہی شخصی رائے پرقائم ہوتے ہیں جبکہ کثرت یامشاورت فردی رائے پرمقدم ہوتی ہے۔

۲۔قرآن کریم کی آیات میں ان کے اختلافات کو دین وملت کے لئے نقصان دہ قرار دیا گیا ہے۔

۳۔اگراجتہاد اپنی جگہ ضرررساں نہ ہوتا تو اسے بند کیوں کیا،اجتہاد کا دروازہ بند کرنے کی ضرورت اس لئے پڑی تھی کہ یہاں سے اختلافات وشرارت کے شعلے اٹھ رہے تھے،یہاں تک اجتہاد کے داعیوں میں سے کسی نے کہا اس کا کھولنا اور بند کرنا دونوں مصیبت ہیں۔

۴۔اجتہاد کی پہلی اینٹ کہاں اورکس نے رکھی تھی اس حوالے سے کتاب تیسر الفقہ تالیف دکتور

صالح بن غانم السد لان نے ص ۱۸ پر علی بن حزم کی کتاب الاحکام فی الاصول سے نقل کیا ہے کہ اختلاف امت رحمت ہے اگر یہ بات صحیح ہے یعنی اختلاف امت رحمت ہے تو امت اسلامیہ کو اس رحمت کو برآمد کرنا چاہیئے اور اتفاق امت باعث نقمت وغضب ومصیبت ہونا چاہیئے ۔ دوسری طرف یہ حدیث آیات محکمات سے متصادم ومتعارض ہوگی جن میں دعوت اتفاق اور نہی از اختلاف وافتراق کا حکم آیا ہے۔ اگر اجتہاد میں خیانت کاری وسازش ونقب زنی نہ ہوتی تو اجر کا تعین نہ کرتے ، اسلام میں اعمال واجب پر معین اجر نہیں آیا کیونکہ وہ مطیعین میں آتا ہے اللہ کے نیک بندوں میں آتا ہے۔ اسکی مثال ایسے ہی ہے جس طرح عصر حاضر میں کھلاڑیوں کی ناکامی پر ملک کے حکمران ہزیمت شدہ کھلاڑیوں کو ہار پہناتے ہیں ، ان کے اعزاز میں ان کو عشائیہ دیتے ہیں۔

جب مجتہد شتر بے مہار پر سوار ہو کر میدان اجتہاد میں گیند سے کھیلتا ہے یہاں بقول ہمارے سیاستدان سیاست میں حرف آخر نہیں ہوتا ہے ، اجتہاد میں بھی حرف آخر نہیں ہوتا تو احکام شرعی اور اپنی فکر و سوچ اور قیاس آرائی کی گیند ماریں گے چنانچہ سید ابن طاؤس اور مجتہدین حلہ نے سلطان جائر مسلمین پر سلطان عادل کافرین کی برتری بہتری کا فتویٰ دیا تھا۔ اسی طرح اجتہاد ساز کمپنیوں نے بھی یہی طریقہ اپنایا اور شکست خوردہ خطا کاروں کو بھی حوصلہ دینے کے لئے اجر کا اعلان کیا ہے۔ غرض اجتہاد کے جو برے اثرات نکلے وہی اس پر پابندی لگانے کا سبب بنے ہیں۔ مجتہدین کے احکام صادرہ کی اسناد کے بارے میں سوال اور دلیل پوچھنے سے منع کس دلیل کے تحت ہے نہ جاننے والے کو جاننے والے سے پوچھنے کے حکم کے بعد دوبارہ اس کی سند دلیل پوچھنے سے منع کا حکم کس آیت سے استناد ہے ، جھوٹ پر قائم فکر کو زندہ رکھنے کے لئے جھوٹ ہی بولا جاتا ہے۔ اجتہاد قرآن اور سنت کے مقابل گھڑا ایک نظام ہے یہ فرقوں کا عشائیہ ، اور ظہرانہ ہے۔

اجتہاد مؤسسہ فرقہ سازی :۔

دین اسلام میں تمام مسائل کا حل قرآن کریم اور حضرت محمدؐ کی سنت عملی میں موجود ہے جس کے راوی تنہا جابر انصاری ، ابی سعید خدری ، عبداللہ بن عمر ، عائشہ ام المومنین نہیں بلکہ پوری امت تھی جو آپ کے ساتھ مسجد میں ، میدان جنگ میں آپ کے گھر میں اور آپ کے حضور میں تھے ۔ جب آپ موجود تھے تو اس وقت پوری شریعت وحی پر چلتی تھی ، وہاں کسی بشر کی اس میں دخالت نہیں تھی امت امت واحدہ تھی یہ وحدت قرآنی کی پہلی عملی تطبیق تھی جس نے پچیس سال تک یہود وصلیب ومجوس کی نیندیں حرام کردی تھیں ، جب سے اجتہاد شروع ہوا تو اس کے نومولود بچے کا نام اختلاف ہے لیکن امت نے راہ حل نکالنے کے لئے آیت نساء

۔۵۹ کی طرف رجوع نہیں کیا اور اختلافات بڑھتے گئے یہاں تک کہ آج اس روزگار کا سامنا ہوا ہے۔ جس دن اجتہاد پیدا ہوا اس دن سے اختلاف مزید بڑھ گئے لہٰذا یہاں سے ہر صاحب شعور و دردمند اسلام سوچنے پر مجبور ہے کہ اجتہاد کب سے شروع ہوا، کس نے اس کا آغاز کیا؟ ایسے سوالات کی بھرمار شروع ہوئی جن کی مثال کچھ یوں ہے کہ جیسے کسی کے گھر میں شوہر کے غیاب کے دوران بچہ ہو، یا مجہول انسانوں کے نسب پوچھنے کی مانند ہے۔

اس لحاظ سے اجتہاد ہمیشہ سے ایک لاینحل مسئلہ رہا ہے گویا کسی تیسرے فریق کو امت میں اختلاف کرنے کا ٹھیکہ دیا گیا ہے۔ شیعہ اجتہاد کی مذمت کریں اور کہیں ہمیں اجتہاد قبول نہیں ہمارے ہاں نص ہے۔ اہل سنت والجماعت سے کہا اجتہاد پر زور لگائیں۔ اہل تشیع کا کہنا ہے ہمارے ہاں اجتہاد کا آغاز غیبت امام زمانہ سے ہوا ہے۔ جس دن سے اجتہاد کا دروازہ کھلا، ہم نے اس پر پابندی نہیں لگائی ہے لہٰذا ہمیں مسائل روزمرہ کے بارے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی کیونکہ اجتہاد میں غور و فکر کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ مجتہد کی اپنی رائے ہے لیکن یہ واضح نہیں کرتے کہ غیبت امام زمانہ کے کتنے سال گزرنے کے بعد اجتہاد شروع کیا ہے۔ بعض اس کے آغاز کو بارہویں صدی ہجری میں وحید بہبانی سے نسبت دیتے ہیں کہ انہوں نے اجتہاد شروع کیا ہے۔ غرض سنی شیعہ دونوں چشمہ ﴿حماء مسنون﴾ (حجر۔۲۸) پر مل گئے یہ وہ اتفاق تاریخ ہے جہاں ایسا اتفاق اور کہیں نہیں ہوا لیکن یہ اتفاق بھی مشروط تھا کہ ہم دونوں اتفاق کرتے ہیں کہ قرآن اور محمدؐ کی جگہ شیطانی یعنی شخصی رائے کو جاگزین کریں گے باقی جملہ بہ جملہ، حرف بہ حرف اختلاف دکھائیں۔ لہٰذا کہتے ہیں جہاں کسی مسئلے میں قرآن وسنت عملی رسولؐ کی طرف سے نص نہ ہو وہاں اجتہاد ہوتا ہے، یہ بات آیت ﴿اکملت لکم دینکم﴾ ﴿لا رطب و لایابس﴾ کے خلاف ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سنی شیعہ دونوں کو یہ حق کہاں سے ملا ہے کہ جہاں قرآن وسنت عملی رسولؐ سے نص نہ ہو اجتہاد کریں، یہ حق کس کے حکم سے جاری ہوا ہے۔

بعض کا کہنا ہے اجتہاد نے ہی امت اسلامی کو فرقوں میں بانٹا ہے۔ اجتہاد سے مراد ہر ایک اپنے فہم و ادراک کے مطابق حکم صادر کرے، اگر غلط بھی ہو تو آپ اسے روک نہیں سکتے ہیں کیونکہ یہ ان کی اپنی رائے ہے آپ کسی کو اپنی رائے دینے سے نہیں روک سکتے۔ اجتہاد فرزند رائے اور فرقے فرزند اجتہاد ہیں، یہاں سے پتہ چلتا ہے سلسلہ نسب اجتہاد باطنیہ سے ملتے ہیں۔ باطنیہ نے اس کو بطور بیڑیاں مسلمانوں کو پہنایا ہے تاکہ وہ صلح و آشتی، ترقی و تمدن کی طرف جانے کی بجائے جنگلات کی طرف گامزن رہیں، اس کا واضح ثبوت

ہے کہ یہ شعار ہر طرف سے بلند ہورہے ہیں کہ علماء نوابغ روزگار کا اصرار و تکرار ہے آپ مزید اجتہاد کریں اس کی مثال ایسی ہے کہ جس دوا سے نسل کشی کی گئی ہو اسی دوا کو افزائش نسل کے لئے دوبارہ استعمال کریں۔ قاہرہ وتہران میں بار بار اتحاد مسلمین کی ضرورت پر علماء وفقہاء نوابغ زمان اپنے حضور اور پیغامات سے انتشار امت کرنے پرزور دیتے ہیں اور اختتام پر اس نسخہ کا اعلان کرتے ہیں کہ آپ مزید اجتہاد کریں ابھی اتحاد کمزور ہے خانہ جنگی کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اس کا واضح ثبوت اس شعار اتحاد سے نمی دانم بزرگان، ملک وملت کو دھوکہ دے رہے ہیں یا قوم کو دوبارہ سلا رہے ہیں یا انھیں ان کی مزید ویرانی وبربادی کا نسخہ دے رہے ہیں یا اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں یا اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں گرچہ وہ اس میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ غرض کثرت مجتہدین سے ملت کی وحدت واتفاق کا شیرازہ جل کر خاکستر ہو گیا ہے جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ جب بھی مصر یا نجف کے حوزات میں قریب قریب برابر کی سطح کے مجتہدین نکلے تو وہ اپنے اجتہاد کا لوہا منوانے کیلئے ملت کو تجربے میں لائے اور اسے قصائی کی مانند بوٹی بوٹی کیا ہے۔

ان کا کہنا ہے اختلاف موجب رحمت اور اختلاف فکر وسوچ میں صیقل لاتا ہے، اگر ایسا ہے تو اس اختلاف کو بازار اقتصاد میں کیوں نہیں لائے جبکہ قرآن میں جہاں کہیں اختلاف کا ذکر آیا ہے تو ایسے لوگوں کو جہنم کی راہ دکھائی گئی ہے ﴿وَ كُنتُمْ عَلى شَفا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ﴾ (العمران۔۱۰۳)، جہاں بھی زمین میں فساد ہوگا اختلاف سے ہوگا اختلاف اور فساد لازم وملزوم ہیں۔ نجف میں اخوند خراسانی اور مرزا نائینی نے ایران میں قاچاری بادشاہ کے خلاف تحریک مشروطیت چلائی اور سید یزدی نے مخالفت کی، دونوں گروہوں نے ایک دوسرے سے اس حد تک دوری اختیار کی جیسے ایک دوسرے کے لئے نجس ہوں۔

فضل اللہ نوری کو جان سے ہاتھ دھونا پڑا، امام خمینی کے قیام میں مجتہدین نے شاہ کی حمایت کی آیت اللہ خمینی کے نظریہ ولایت فقیہ سے آیت اللہ گلپایگانی اور شریعت مدار نے اختلاف کیا، اسی طرح مہدی خالصی، شیخ عبدالکریم زنجانی مظلومیت سے اس دنیا سے گذرے۔ شریعت مدار گھر سے باہر نہیں نکل سکے، مرزائے قمی نے نظربندی میں وفات پائی۔

علامہ بزرگوار محمد مہدی شمس الدین نے صراحت سے کہا ہے اجتہاد وتقلید جو ہمارے ہاں جاری ہے یہ ماضی قریب میں آیا ہے پہلے متعارف نہیں تھا، اجتہاد سے مراد شخصی رائے ہے یہ کلمہ پہلے اہل سنت کے ہاں متعارف ومتداول ہوا، انھوں نے اجتہاد کو مستند بنانے کے لئے چندین احادیث سے مستند کیا ہے۔ معاذ بن جبل سے کبھی علی ابن ابی طالب سے اور کبھی عمرو عاص سے منسوب کیا نبی کریمؐ نے فرمایا جہاں اختلاف

ہو وہاں کیا کرو گے تو انہوں نے کہا اپنا اجتہاد کروں گا۔ صاحب مجلّہ نے صاحب کتاب عون المعبود سے نقل کیا ہے حدیث زرقانی کتاب موضوعات میں نقل کی ہے، انھوں نے کہا یہ حدیث باطل ہے۔

ا۔ علماء نے باب اجتہاد میں جو لکھا اور جو کچھ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا ہے تاریخ میں پڑھا ہے وہ اس سے بالکل مختلف ہے، یہ اختلاف حقیقت کے متلاشی انسان کے لئے دہشت کنندہ وحیرت آور ہے۔ مگر جس شخص نے اجتہاد کے لغوی واصطلاحی معنی کو پڑھا ہے اس کے لئے کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔ یہاں ایک اشتباہ اور غلط فہمی ہے وہ اجتہاد کے لغوی اور اصطلاحی معنی میں بے ربط کا ہونا ہے یعنی کسی چیز کے حصول کے لئے سعی وکوشش زحمت ومشقت بذل کرنے اور احکام شرعی کو قیاس، اجماع اور احادیث سے اخذ کرنے میں کوئی ربط نہیں ہے۔

۲۔ آپ نے کہا ہم حکم کو قرآن اور سنت سے استنباط کریں گے لیکن آپ حکم بیان کرتے وقت استناد نہیں کرتے ہیں۔

سند اجتہاد:

''اذاحکم الحاکم فاجتهد فان اصاب فله اجران واذا اخطا فله اجرواحد''

صاحب بخاری نے کہا اس حدیث کے علاوہ اور کوئی حدیث نقل نہیں ہوئی ہے۔ ان احادیث کی اسناد مخدوش ثابت ہوئی ہیں، ان کے متون اسناد سے زیادہ مخدوش ہیں، مخدوش جمع مخدوش یعنی مخدوش از مخدوش ہے۔

اجتہاد میں خطا کار کے لیے ایک اجر کی روایت کو کتاب صحیح بخاری ج ۹ ص ۱۹۳ کتاب اعتصام باالکتاب، اسی طرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۱۷۱۶، سنن ابن ابی داؤد ج ۴ ص ۱۶۰ پر عمرو بن عاص نے رسول ؐ اللہ سے منسوب کیا ہے۔ یہ حدیث تین زاویوں سے مخدوش ومشکوک ہے:

ا۔ اس کے راوی عمرو بن عاص ہیں جب مصر میں والی تھے وہ جو خراج جمع کرتے اسے خلیفہ دوم کو نہیں دیتے تھے لہٰذا عمر ابن خطاب ان سے ناراض اور شاکی تھے۔

۲۔ عمرو بن عاص کو عثمان ابن عفان نے خراج نہ دینے کی بنیاد پر معزول کیا تھا چنانچہ انھوں نے اس غصے میں لوگوں کو عثمان ابن عفان کے خلاف ورغلایا۔

۳۔ اس شخص نے مصر کی حکومت دوبارہ حاصل کرنے کی خاطر معاویہ ابن ابوسفیان سے مل کر خلیفہ مسلمین علی ابن ابوطالب کے خلاف جنگ کی تھی۔

۴۔دین اور قانون دونوں کی قدر و قیمت میں حقیقت اور واقعیت ہوتی ہے لیکن دنیا کی کسی بھی شریعت اور قانون میں حتیٰ قانون جنگلات، استبدادی معاشرے میں بھی غلطیوں کے لیے حوصلہ افزائی کہیں بھی نہیں دی جاتی۔سنن ابن ماجہ ج ۲ حدیث ۲۷۷۱ مجمع احادیث نبوی ج ۱ص ۳۹۰ ''**اجتهــدوا فـكـل ميسر لما خلق له**'' اپنی توانائی وقدرت کو ہر کام میں آخر تک استعمال کیا جائے۔

اعـلـمـوا انـه ليس بين الله و بين احد من خلقه ملک مقرب و لا نبی مرسل و لا من دون ذلک من خلقه كلهم الا طاعتهم له فاجتهدوا فی طاعة الله

''عليكم بسنتي و سنته الخلفاء المهديين بعدی، عضوا عليها بالنواجذ''

(کتاب العصرانیون ص ۱۹۷ نقل از سنن ابن ماجہ حدیث رقم ۴۰)

دوسری سند:

اجتہاد میں خطاء کار کو ایک اجر دیئے جانے کی روایت ہے:

''من اجتهد فا اخطاء فله اجره''، مفردات راغب ص ۲۸۷

کلمہ خطاء کے ذیل میں عمرو بن عاص سے نقل ہے ''**اذا حـكـم الـحـاكم فا جتهد فاصابة فله اجران و اذا حكم فا جتهد فا خطاء فله اجر واحد**'' نقل از بخاری جلد ۹ ص ۱۹۳ کتاب الاحتصام بالسند مسلم ج ۱۵ ص ۱۷۱۶ کتاب الاقضیہ ابوداؤد معالم سنن ج ۴ ص ۱۶۱

۳۔قتل مومن از روئے خطاء (نساء ۹۲)

۴۔اگر کوئی انسان برا فعل انجام دینے کا ارادہ کرے اور اس کا عمل اس کے خلاف انجام پائے تو اس کا ارادہ بُرا تھا لیکن فعل اچھا تھا تو یہ ارادہ مذموم فعل میں شمار ہوتا ہے۔

مفردات راغب میں آیا ہے'' **الخطاء العدول عن الصواب** '' خطاء کے بہت سے مصادیق بنتے ہیں

۱۔انسان وہ کام کرے جو بہتر نہ ہو یہ معنی عام خطاء ہے قتل بہت بڑی خطاء ہے (اسراء۔۳۱) ہم خطاء کار تھے (یوسف۔۹۱)،

۲۔انسان چاہتا تھا اچھا کام کرے لیکن غلطی ہوگئی برا کام انجام پایا گویا ارادہ اچھا تھا لیکن فعل غلط ہوگیا۔

نقدمتن:۔

ا۔ یہ روایت برفرض تسلیم سند مخصوص حاکم وقاضی ہے جوفصل خصومات کرتے ہیں، جہاں مسائل پیچیدہ اورمشکل ہوتے ہیں اور گواہوں کے حوالے سے مشکل ہوتی ہے۔ بقاءخصومت اورنزاع کے اثرات بہت برے ہوتے ہیں اس لئے قاضی کوسہولت ہونی چاہیے کہ اگر غلطی ہوجائے تو اسے معاف کردینا چاہئے' اس کو معطل رکھنے سے فسادات بڑھ جاتے ہیں تضادات جنم لیتے ہیں اورعداوت کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ کیونکہ اصل جعل شریعت حرام وحلال کا اختیارصرف اللہ کے پاس ہے۔

۲۔خطا معاف تو ہوسکتی ہے لیکن اس کے لئے اجرنہیں ہوتا ہے۔

۳۔سب خطائیں ایک جیسی نہیں ہوتی ہیں بلکہ بعض خطاؤں کے لئے کفارہ بھی ہوتا ہے۔

ازلحاظ متن روایت:۔

ا۔ مدعی نے غلط دعویٰ کیا ہے۔

۲۔ مدعی کا دعویٰ صحیح لیکن مدعیٰ علیہ غلط جواب دیتا ہے۔

۳۔گواہان متذبذب ہیں۔

۴۔گواہ اورقاضی کی سوچ میں تصادم ہے۔

اجتہاد کے عوائدوخواسر:

اجتہاد نے مجتہدین کوایک کنز اختتام ناپذیر سے نوازا، زینہ ترقی وتمدن اقرباء واعزاواحباب بھی قراردیااورساتھ ہی صاحب اجرین کا حقدارٹھہرایا۔ جہاں تک ایک کنز ضخیم اختتام ناپذیر کی بات ہےتو اسے سمجھنے کی ضرورت ہے، کنزاچانک ملنے والی دولت کو کہتے ہیں چنانچہ آپ اگرتاریخ مجتہدین دیکھیں تو معلوم ہوگا جن جن گھروں میں اجتہاد آیاوہ گھرانے ابھی تک کتنے عیش ونوش میں مستغرق ہیں چندنسل کا ذریعۂ عیش بنتا ہے، بطورمثال آغائے خوئی سے ملحق گھرانہ دیکھیں جولندن، فرانس، نیویورک، تہران، کراچی اوراسلام آبادتک پھیلے ہوئے ہیں ان سے وابستہ افراداورگھرانوں میں کسی قسم کی عیش ونوش میں کمی نہیں آئی ہے حتیٰ اس پاکستان میں ان کے وکلاء کے خاندانوں میں دیکھ سکتے ہیں امام خمینی خودتو عیش ونوش کرنے والے نہیں تھے لیکن ان کے بعدان کے فرزندان کے حمایت یافتہ امثال آغائے سراج الدین موسوی نے کراچی میں کتنی عمارتیں بنائی ہیں۔ان میں بعض بہت بھاری بھرکم قیمت میں فروخت ہوگئی ہیں، انہی میں ایک مثال امام

کے نام درسگاہ ہے جہاں دین اور دنیا کے طلباء کا ہاسٹل ہے یہاں ترجیحات یونیورسٹی والوں کیلئے مخصوص ہیں۔

اجتہاد کی بنیاد کے لئے ایک مثال پیش کرتے ہیں، چند سال پہلے ڈیرہ اسماعیل خان میں یونیورسٹی کے ایک پروفیسر نے ہمارے ادارے کی طرف سے چھپی کتاب مجاہد اعظم جس میں امام حسین سے منسوب خرافات کی نشان دہی کی گئی تھی اس کی رد میں کتاب لکھی اور اسٹال پر آ کر غصے سے مجاہد اعظم اٹھا کر نیچے رکھ دی اور اپنی کتاب وہاں رکھی۔ دونوں فرقوں نے اتفاق سے دین قرآن ورسول کریم محمدؐ کو کنارے پر لگانا ہے۔اس وقت دنیا میں کوئی فرد خود کو تنہا مسلمان متعارف نہیں کرسکتا بلکہ اسے شیعہ یا سنی متعارف کرنا پڑتا ہے چنانچہ فی زمانہ سرکاری سطح پر یہ لازمی قرار دیا گیا ہے کہ ہر ایک سنی یا شیعہ ہونے کا اعلان کرے، یہاں شیعہ سنی دونوں سے الگ کوئی مسلمان نہیں ہوسکتا۔اس حوالے سے امت اسلامی میں اگر کوئی دردمند حقیقت جاننے کا خواہشمند ہو اور اس کو اپنا فرض عقلی وشرعی سمجھتا ہو تو وہ کسی کی تقلید میں نہ جائے وہ جس سطح پر ہے وہ اس اجتہاد کی سند کے بارے میں پیش کی جانے والی روایات کو اٹھائے،ان کے معانی اور راویوں کے بارے میں از خود تحقیق کرے تو پتہ چلے گا کہ ڈنڈا کہاں سے چلا ہے، کس نے مارا ہے، کس پر لگا ہے۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں اور اس پر زیادہ سرمائے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

مجتہدین بغیر دلیل بغیر چون وچرا ریلہ عوامی سے حکم منواتے ہیں،بغیر دلیل حکم ماننے والوں کو پکا اور خالص دیندار متعارف کراتے ہیں لوگ اس بارے میں ایک افتراء بہ امام صادق سناتے ہیں ''کسی شخص نے آ کے سلام کے بعد عرض کی کہ آپ کے چاہنے والوں میں سے ہوں تو فرمایا پھر اس جلتے تنور میں کودو، وہ کودا امام نے تنور کا ڈھکن لگایا، حاضرین پہ خوف طاری ہوا لیکن جب بغیر دلیل حکم ماننا باب سیاست میں قبیح ہے تو باب شریعت میں بغیر دلیل حکم ماننا کیسے مستحسن قرار پاسکتا ہے۔ گویا مجتہدین امریکہ و برطانیہ جیسی استعماری حکومت کی سیاست کرتے ہیں۔

اس فکر کو اگر ہم فکری آپریشن کی میز پر رکھ کر طبیب عقل سے درخواست کریں کہ حضور عالی اس مسئلہ میں بہت سوں کو تشویش لاحق ہے،بعض کا کہنا ہے اس فکر سے جسم امت میں لاتعداد جراثیم جنم لے چکے ہیں، اس میں انتہا درجے کی قباحت پائی جاتی ہے،اس کا انجام برائی وہلاکت پر منتہی ہوگا یا یہ بے حرج چیز اور ایک فالتو عضو جیسی ہے۔ یہاں طبیب عقل کہیں گے یہ ایک قسم کی فسطائیزم ہے حقیقت اور ایک غلط بات دونوں کو صحیح کہا جائے تو اس کو فسطائیزم کہتے ہیں یعنی اس کا مطلب حقیقت سے انکار ہے۔یعنی اسلام نامی کوئی چیز

نہیں، بندے از خود جو سوچتے ہیں اللہ اسے قبول کر لیتا ہے، اس صورت میں فقہ اسلامی اور قانون وضعی میں فرق ختم ہو گا۔ سابقہ نقاد اجتہاد و مجتہدین اور عصر حاضر میں صاحب رسالہ عملیہ آیت اللہ جناتی ہیں آپ نے ایک کتاب ادوار اجتہاد تصنیف کی ہے، ہمارے ملک پاکستان میں اجتہاد اور مجتہدین پرستوں نے اس کا اردو ترجمہ کر کے اسے اپنے زعم میں بڑی خدمت کی ہے لیکن اہل تحقیق کے سامنے ان کے مذہب کا پول کھل گیا ہے کیونکہ اہل تحقیق کے پاس موصوف فاضل کی کتاب ڈاکٹروں کے سامنے مردہ پر تحقیق کرنے کی مانند ایک تجربہ بنی ہے۔ آیت اللہ محمد ابراہیم جناتی نے اجتہاد کے آٹھ ادوار بتائے ہیں، جس کی تاریخ تولد دور رسولؐ اللہ بتائے ہیں لیکن تاریخ انعقاد نطفہ کا ذکر نہیں کیا ہے۔ چونکہ موصوف شیعہ مذہب سے تعلق رکھتے تھے اس لئے انہوں نے قہرمان مجتہدین شیعہ کا ذکر کیا اور ساتھ ہی بار بار سنیوں پر تنقید کرتے ہیں کہ انہوں نے اجتہاد کے باب کو بند کیا ہے لیکن ہم نے اسے کھلا رکھا ہے لیکن یہاں فرق آتا ہے سنی چھٹی ساتویں ہجری کی طرف رجوع کرتے ہیں جبکہ شیعہ علماء بارہویں صدی کی طرف رجوع کرتے ہیں جبکہ قرآن سے استدلال کرنا دونوں کے پاس نہیں ہے۔

فدک کی تحلیل علمی ہونی چاہیے:

صعود بآسمان کو محال گردانتے کا دور پس پشت چھوڑ کر، چاند سے گزرتا ہوا مریخ پر اترنے کا دعویٰ کرنے کے دور میں عناصر اربعہ کے دور کو پس پشت چھوڑنے اور عناصر لا یتجزیٰ سے گزرتا ہوا ذرّے کے شکم کو چیر کے الکٹرون، پروٹون، نیوٹرون کشف کرنے کے دور میں علم ودانشوری کے دعویدار فدک کے بارے میں تجزیہ وتحلیل علمی کی بجائے خرافات اساطیر والف لیلہ افسانوں پر گریہ زاری، سر وسینہ مارنے اور چیخ وپکار کرنے کے ساتھ متنازع اور قرآن کے مردود قرار دیئے گئے شعر وشعراء غاوین کے خصوصی چینل اور نیٹ سے فدک کو نمائش پر رکھتے ہیں ہم اس حوالے سے جتنے بھی مفروضے اور قرائن وشواہد جمع کر کے سب کو ملا کر فدک کے بارے میں تجزیہ وتحلیل کرتے ہیں۔

فدک کا ذکر تاریخ میں آنے سے زیادہ شور شرابے دہرانے سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ تاریخ شناسی سے ثابت ہوتا ہے۔ کتب تاریخ قدیم وجدید میں غث وثمین پائے جاتے ہیں، تاریخ کے طلباء تاریخ کے اساتذہ سے ان کی چھانٹی کرائیں۔ تاریخ چیخ وپکار، گریہ وزاری سینہ زنی دیوانہ گری سے ثابت کرنا چاہیئے یہ شیوہ خود ساختہ گان رہا ہے۔

اگر آپ فدک پر دانشوری دکھانا نہیں چاہتے اور حقیقت سمجھنے اور سننے کا ارادہ رکھتے ہیں تو سن لیں

اور پڑھ لیں اور پڑھنے سننے کے بعد اعتراضات کے تیر برسائیں میں ان تیروں سے مرنے کے لئے تیار ہوں۔

فلاسفہ کہتے ہیں ''اَس **المطالب ثلاثه علم،مطلب ما،مطلب هل،مطلب لم** ''،اس اصول فلسفی کے تحت فدک کے بارے میں زاویے بنتے ہیں۔فدک کا مسئلہ کسی مسلمان حقیقی نے نہیں اٹھایا بلکہ فدک کا مسئلہ کسی فتنہ پرور نے اٹھایا ہے،اسے فتنہ پسندوں نے پالا ہے اور فتنہ پسندوں نے اس کا استقبال کیا ہے ورنہ اس کا کوئی سر ملتا ہے نہ پیر۔

مصادر لغوی فدک:۔

فدک کتاب العین،خلیل احمد فراھدی متوفی ۱۷۵ھ ص ۳۴۷ فدک ''**موضع بالحجاز مما افاء الله تعالیٰ علی الرسول محمد** ﷺ''۔

فدک قاموس محیط تألیف فروز آبادی ص ۱۲۲۶ یہ خیبر میں ہے،اصل معنی لغوی ''**تفدیک القطن نفشه**'' ہے۔ابی فدی خارجی سے لی گئی۔

فدک کتاب لسان اللسان تہذیب لسان العرب تألیف محمد بن مکرم ابن منظور متوفی ۷۱۱ھ جلد ۲ ص ۳۰۴ ''**فدک فدّک القطن تفدیکا**'' :موضع بالحجاز۔

لغات کشوری تالیف سید تصدق حسین رضوی ص ۳۴۳ فدک ایک گاؤں کا نام ہے جس میں رسولؐ اللہ کا کھجور کا ایک باغ تھا۔فدک لغت نامہ دھخدا ص ۱۴۹۹۱ پر آیا ہے فدک حجاز میں ایک قریہ ہے مدینہ سے وہاں دو دن کا سفر ہے یہ قریہ تین حصوں میں بٹا ہوا ہے۔یہاں چشمے ہیں آب شور اور کھجور کے درخت ہیں۔جب نبی کریمؐ نے خیبر اور اس کے اطراف میں واقع قلعوں کو فتح کیا تو قلعہ والوں نے بہت طاقت دکھائی تھی لیکن یہ محاصرہ ان پر گراں گزرا،اس وقت فدک والوں نے ایک قاصد رسولؐ اللہ کی طرف بھیجا کہ وہ اپنے مال یا درختوں کے پھلوں کا نصف حصہ آپ کو دے دیں گے۔نبی کریمؐ نے اس غنیمت کو یا ان کی پیش کش کو قبول کیا۔

فدک نوابغ مؤلفین کی نظر میں:۔

جن کتابوں میں فدک کا ذکر آیا ہے ان میں سے بعض کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۔سیرت محمد تالیف رضا رشید ص ۳۵۶ فدک خیبر کے نزدیک یہودیوں کی ایک بستی ہے اہل خیبر نے تسلیم ہونے کے بعد نصف درآمدات پر صلح کی لہٰذا فدک خالص رسولؐ کے تصرف میں رہا اس کی درآمد ابنائے سبیل میں صرف ہوتی تھی۔

۲۔فدک کتاب الرحیق المختوم تالیف صفی الرحمٰن ص ۳۷۷ جب رسولؐ اللہ خیبر پہنچے تو آپؐ نے محیصہ بن مسعود کو فدک بھیجا اور انہیں اسلام کی طرف دعوت دی۔ انھوں نے تاخیر کی جب خیبر فتح ہوا تو ان کے دلوں پر رعب پڑا تو انھوں نے نصف درآمدات پر صلح کی۔ اس طرح فدک پیغمبرؐ کے لئے خالص ہوا کیونکہ یہاں لشکرکشی ہوئے بغیر فتح ہوئی تھی۔ فدک پیغمبرؐ کے ہاتھ میں رہا یعنی اس کا مصرف رسولؐ اللہ پر چھوڑا ہے کہ رسول اللہ فیصلہ کریں گے۔

قصہ فدک کتاب حیات محمد تالیف محمد حسین ہیکل ناشر مجمع عالمی اہل البیت ص ۴۵۴ فتح خیبر ہوا پیغمبرؐ نے اہل فدک کو پیغام بھیجا کہ وہ ان کی نبوت کو تسلیم کریں یا اپنے مال کو ہمارے سپرد کریں۔ اہل فدک کے دلوں میں رعب آیا اس طرح انہوں نے پیغمبرؐ سے اپنے نصف مال پر صلح کی، اس حوالے سے فدک خالص پیغمبرؐ کا تھا کیونکہ مسلمانوں نے یہاں لشکرکشی و جنگ نہیں کی تھی۔

علامہ جواد مغنیہ متوفی ۱۴۰۰ھ نے فی ظلال نہج البلاغہ جلد ۴ ص ۱۶ پر کتب ۴۴ میں بصرے میں علی ابن ابوطالب کے والی عثمان بن عفان بن حنیف کے نام لکھے گئے خط کے اس جملے کی تفسیر وتوضیح میں فرماتے ہیں یہ حجاز میں ایک قریہ ہے جہاں یہود بستے تھے، یہاں کے یہود اور حضرت محمدﷺ کے درمیان مصالحت ہوئی پیغمبرؐ سورہ انفال کی پہلی آیت کے تحت مالک ہوگئے ''**ثم وھبھا لابنته**'' پھر آپ نے اپنی بیٹی سیدہ نساء العالمین کو ہبہ کیا۔ آپؐ کی حیات تک زہراء کے تصرف میں رہا جب آپؐ نے وفات پائی تو ابا بکر نے اس پر قبضہ کیا علامہ مغنیہ نے لکھا ہے'' **ھنا تجاھل علی**'' **علی ابن ابو طالب** نے تجاہل اور چشم پوشی کی اور ابوبکر ابن ابی قحافہ کے خلاف جنگ نہیں چھیڑی، اس مبداء پر عمل کرتے ہوئے، خود علی ابن ابوطالب خطبہ ۲۷ میں فرماتے ہیں۔

فرمایا'' **وما اصنع بفدک وغیر فدک**'' (کتب۔۴۵) فدک سے یا فدک جیسی جائداد سے میں کیا کروں کل مجھے تابوت میں رکھ کر قبر میں رکھیں گے اُوپر سے مٹی ڈالیں گے، اس انسان سے زیادہ شقی کون ہوگا جو مال کے لیے مشقت کرے زحمت کرے اور پھر اس کو کسی اور کے لئے چھوڑے نہ اس کو اپنی دنیا میں فائدہ ہے نہ قبر میں نہ حشر میں۔

فدک موسوعہ سیرۃ نبویہ ترتیب جماعۃ من المتخصصین ص ۴۹۱۔فدک جیسا کہ ابن درید نے کہا ہے ''**فدکتُ القطن تغدیک اذا نفشت**'' یہ حجاز میں ایک قریہ ہے مدینہ سے یہاں دو دن یا تین دن کا راستہ ہے محرم ۷ھ کو اہل فدک اور حضرت محمد ﷺ کے درمیان صلح ہوئی جب خیبر میں واقع قلعہ والوں کے ساتھ دو تہائی میں مصالحت ہوئی تو اہل فدک نے پیغمبرؐ کے پاس پیغام بھیجا وہ اموال اور درآمدات کا نصف حصہ رسول اللہؐ کو دیں گے۔

کتاب موسوعہ المصطفیٰ وعترت تألیف حسین شاکری جلد۴ ص ۲۷۳ پر لکھتے ہیں جب آیہ ''**وات ذی القربی**'' نازل ہوئی پیغمبرؐ کو حکم ہوا ذی القربیٰ کا حق دیدیں، لیکن ذی القربیٰ کون ہیں؟ اوران کا کیا حق ہے۔آیہ مودت کے تحت قربیٰ رسول میں علی ابن ابوطالب، فاطمہ، حسن، حسین ہیں انہیں ان کا حق دیدیں۔فدک ایک قریہ ہے مدینہ سے چند فرسخ دور ہے اس میں باغات یہود تھے، جب رسولؐ اللہ خیبر سے فارغ ہوئے اللہ نے اہل فدک کے دلوں میں رعب ڈالا، انھوں نے رسول اللہ سے اس کی درآمد کے نصف حصہ پر مصالحت کرنے کا کہا تو پیغمبرؐ نے قبول فرمایا فدک رسول اللہ کیلئے خالص تھا کیونکہ یہاں لشکر کشی نہیں ہوئی تھی فدک ایک بڑا مال تھا وسیع وعریض زمین تھی ثمر آور درخت تھے بہت درآمدات تھیں چوبیس ہزار دینار اس کی درآمد تھی ایک روایت کے مطابق ستر ہزار دینار تھی۔صاحب کتاب نے اس کا حوالہ شرح ابن حدید جلد۱۶ ص ۲۱۰ سفینہ بحار جلد۲ ص ۳۵۱ سے دیا ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو پیغمبرؐ نے زہراء کو بلا کے فدک زہراء کو دیا، نقل از کتاب کشف الغمہ جلد۲ ص ۱۵۲ کتاب درمنثور ص ۱۷۷ میں ابی سعید خدری وغیرہ سے نقل ہے جب یہ آیۃ واتی ذی القربیٰ نازل ہوئی تو آپؐ نے فدک زہراء کو دیا ان کے حوالے کیا، یہی بات امام جعفر صادق سے نقل ہے۔یہی بات اہل البیت سے اور اسی طرح علماء اہل سنت سے بھی نقل ہے۔کتاب کنز العمال احمد بن حنبل سے مسئلہ صلہ رحم میں کتاب اخلاق ابی سعید خدری سے نقل ہے ''**فأت ذی القربیٰ**'' نازل ہوئی تو آپ نے فدک زہراء کو دیا، حاکم نے اپنی کتاب تاریخ ص ۱۷۷ پر درمنثور سے نقل کیا ہے ابن ابی حدید نے شرح نہج البلاغہ میں ابی سعید خدری سے نقل کیا ہے، تاریخ مدینہ میں آیا ہے ابن حجر نے صواعق محرقہ میں عمر بن خطاب سے نقل کیا ہے کہ اللہ نے مال فئے مخصوص پیغمبرؐ کو دیا ہے، کسی اور کو کچھ نہیں دیا ہے یہ خالص رسولؐ اللہ کے لئے تھا۔آیات وروایات سے واضح ہے کہ فدک رسولؐ اللہ کے لئے خالص تھا، رسولؐ اللہ پر جب یہ آیت نازل ہوئی ''**فأت ذی القربی**'' تو فدک زہراء کو دیا گیا۔مؤرخین ومحدثین کا واضح بیان ہے کہ زہراء فدک میں تصرف رکھتی تھیں فدک زہراء کے ہاتھ میں تھا۔امیر المؤمنین نے اپنے والی عثمان بن

حنیف جو بصرے میں تھے ان کے نام لکھے گئے خط میں فدک کا ذکر کیا ہے ابن حجر نے صواعق محرقہ میں باب دوئم میں لکھا ہے فدک زہراء کے ہاتھ میں تھا رسولؐ اللہ کی وفات کے بعد ابوبکر نے چھین لیا۔ علامہ مجلسی نے کتاب خراج سے نقل کیا ہے فدک پر تسلط ہونے کے بعد نبی کریمؐ فاطمہ کے پاس گئے فرمایا اللہ نے آپ کے باپ کو فدک دیا ہے یہ میرے لئے مخصوص ہے میں آپ کو دیتا ہوں کسی اور کو نہیں آپ جہاں چاہیں خرچ کریں آپ کی ماں کا باپ پر بہت احسان ہے اس صلے میں میں آپ کو دیتا ہوں یہ کہہ کر ایک چمڑا مانگا اور علی ابن ابوطالب کو بلایا فدک میری طرف سے زہراء کے لئے عطیہ ہے لکھو علی ابن ابوطالب نے لکھ لیا اور پیغمبرؐ کے ایک غلام اور ام ایمن کو شاہد رکھا۔ ابوبکر ابن ابی قحافہ نے جب خلیفہ بننے کے دس دن گزرے تو زہراء بنت محمدؐ کے وکیل کو وہاں سے ہٹایا۔

فدک کے بارے میں یہ نصوص معاجم جو لغت مصنفین جغرافیہ و تاریخ کے مضطرب، متشتت متضاد متافر و کلاء عالمین و دانشمندان نہیں بلکہ عوامی ریلے کا غوغا ہے، علم و دانش دقائق پیش کرنے والوں کے نزدیک متنازعہ فدک کیا حیثیت رکھتا ہے۔ اس حوالے سے مختلف زاویوں سے بحث کرنے کی ضرورت ہے۔

۱۔ زاویہ جغرافیہ:۔

فدک کا ایک زاویہ جغرافیائی ہے، کیا فدک نامی کوئی جگہ خریطہ حجاز میں ہے؟ آیئے کتب بلدان دیکھتے ہیں، اگر بلدان شناسی سے متعلق کتابوں میں فدک نامی کوئی جگہ ہے یا نہیں اگر نہیں تو سمجھ لیں گے یہ افسانہ ہے یہ الف ولیلہ ہے، اگر فدک کے نام سے حجاز میں ایک جگہ ہے تو یہ جغرافیائی زاویہ سے حقیقت رکھتا ہے۔

۲۔ زاوئیہ تاریخی:۔

کہتے ہیں جب نبی کریمؐ نے ساتویں ہجری میں خیبر اور اس کے گردونواح کے قلعات کو فتح کیا تو یہ خبر سن کر فدک کے رہائشیوں نے نبی کریمؐ کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم یہاں کی درآمد کا نصف حصّہ آپ کو دیں گے آپ ہمیں یہاں رہنے کی اجازت دے دیں۔ آیا کتب تاریخ میں اس کا کوئی ذکر ہے یا نہیں؟ آیا نبی کریمؐ اور ان کے درمیان میں معاہدہ ہوا ہے یا نہیں؟ اگر اس کا ذکر کتب سیرت حضرت محمدؐ میں نہیں تو یہ ایک افسانہ ہے اگر ہے تو تاریخی طور پر بھی حقیقت رکھتا ہے۔

کتاب دائرۃ المعارف شیعی تالیف سید محسن الامین جلد ۶ ص ۴۵۹ پر خیبر کا ذکر آیا ہے خیبر عبرانی

زبان میں حصن یا قلعے کو کہتے ہیں، انھوں نے معجم بلدان یاقوتی سے نقل کیا ہے یہاں پتھروں سے بنائے گئے قلعات ہوتے تھے ان قلعات میں قابل ذکر سات قلعے ہوتے تھے۔

۱. حصن ناعم ۲. حصن بنی ابی الحقیق ۳. حصن بالشق ۴. حصن نبتا
۵. حصن سلالم ۶. حصن وطیع ۷. حصن کتیبه

یہاں سب یہودی بستے تھے یہ جگہ شمال حجاز میں تھی اہل خیبر صاحبان ثروت و مال تھے یہاں گندم اور جو کے علاوہ میوہ جات اور خاص کر کھجور زیادہ ہوتی تھی، وہ محکم قلعے اور قصور بناتے تھے، یہاں کسی کا مسلط ہونا مشکل تھا۔ نبی کریمؐ نے ساتویں ہجری میں یہاں کا محاصرہ کیا تو چھٹے دن یہاں سے ایک آدمی نے نکل کر پیغمبرؐ کو خبر دی حصون نطاة (بالشق) میں ایک گھر میں منجنیق ہے، وہ تلواروں اور زرہوں سے بھرا ہوا ہے، اگر ایک گھر میں اتنا اسلحہ ہو تو دیگر گھروں میں کتنا ہوگا۔ کہتے ہیں اسلام سے پہلے کسی کی ہمت نہیں ہوئی کہ اس کو فتح کرے جس کو بھی پیغمبرؐ لشکر کی قیادت دے کر بھیجتے تو وہ ناکام واپس آتے۔ اس معرکہ میں محمد بن مسلمہ قتل ہوئے پھر ابوبکر ابن ابی قحافہ و عمر ابن خطاب کو قیادت دی اور جب فتح مشکل نظر آئی تو نبی کریمؐ نے لواء علی ابن ابوطالب کو دیا۔

کتاب ائمہ اثناعشری تألیف ہاشم معروف جلد اص ۱۲۷ پر آیا ہے یہ ایک گاؤں ہے جو مدینہ منورہ سے تین دن کے سفر کی مسافت پر واقع ہے۔ یہ ایک یہودی بستی تھی وہ محکم و پائیدار قصر و قصور میں رہتے تھے۔ نبی کریمؐ اور لشکر اسلام کے خیبر پر قابض ہونے کے بعد قریہ فدک والوں کو یقین ہوا کہ نبی کریمؐ اب ہماری طرف رخ کریں گے انھوں نے پیغمبرؐ کو پیغام بھیجا ہم یہاں کی زمین اور جو کچھ ان کی ملکیت میں ہے، اس کی پیداوار کا نصف حصّہ آپ کو دیں گے، نبی کریمؐ نے ان کی پیش کش قبول فرمائی۔ چونکہ فدک پر لشکر اسلام حملہ آور نہیں ہوئے اس لئے یہ مال غنیمت میں نہیں آتا تھا، یہ ملکیت خاص نبیؐ کے لئے تھی۔ پیغمبرؐ نے اس کو فاطمہ زہراء کے لئے دیا اور فاطمہ زہراء نے اس کو خود نبیؐ کے ہاتھ میں دیا تاکہ وہ جہاں ضرورت محسوس کریں وہاں دے دیں۔ اب یہاں چند احتمالات آتے ہیں۔

صاحب بلدان نے اسی صفحہ پر لکھا ہے جب عمر ابن خطاب کا دور آیا فتح و فتوحات ہوئیں اور درآمدات مسلمین زیادہ ہوگئیں تو انھوں نے فدک کو وارثین رسول اللہ کو واپس کیا۔ اس پر علی ابن ابوطالب اور آپ کے چچا کے بارے میں تنازعہ ہوا۔ علی ابن ابوطالب نے فرمایا نبی کریمؐ نے اپنی حیات میں فاطمہ کو دیا ہے تو عباس ابن عبدالمطلب نے انکار کیا اور کہا یہ ملک رسول اللہ ہے اور میں اس کا وارث ہوں۔ دونوں یہ

تنازعہ عمر ابن خطاب کے پاس لے گئے انہوں نے انکے درمیان میں فیصلہ کرنے سے انکار کیا اور کہا میں آپ دونوں کے درمیان فیصلہ نہیں کروں گا آپ جانیں آپ کا کام، میں نے آپ لوگوں کو واپس کیا ہے۔ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنے تو والی مدینہ کو حکم دیا فدک اولاد فاطمہ کو واپس کریں یہاں تک کہ یہ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت تک اولاد فاطمہ کے ہاتھ میں رہا۔ جب یزید بن عبدالملک خلیفہ بنے تو فدک واپس کیا یہاں تک بنی امیہ کے ہاتھ میں رہا۔ جب عباسی حکومت آئی ابوالعباس سفاح نے اس کو حسن بن حسن کو دیا کہ وہ اولاد علی میں تقسیم کریں جب منصور خلیفہ بنا اور اولاد امام حسن نے ان پر خروج کیا تو انھوں نے فدک ان سے واپس لیا۔ جب مہدی خلیفہ بنا تو اس نے دوبارہ اولاد علی کو واپس کیا۔ جب موسیٰ ھادی خلیفہ بنا تو اس نے دوبارہ واپس لیا۔ اس کے بعد فدک مامون کے دور تک حکومت کے پاس رہا۔ اولاد علی نے مامون سے مطالبہ کیا یہ ہمیں واپس کریں اس پر اس نے انہیں لکھ کے دیا۔ یعقوب حمودی فدک کے بارے میں لکھتے ہیں پیغمبرؐ کے بعد فدک کے بارے میں خواہشات اور تنازعات حد سے بڑھ گئے جب اہل فدک نے پیغمبرؐ سے صلح کر کے یہ درآمدات پیغمبرؐ کو دیں " **لم یوجف علیھا بخیل ولا رکاب فکان یتصرف فیھا ما یشاء منھا فی ابناء السبیل** "، جو اس سے درآمدات آتی تھیں وہ نبی کریم اپنی صوابدید پر خرچ کرتے تھے ان میں سے ایک وہ ابن السبیل پر خرچ کرتے تھے یہاں تک کہ عمر ابن خطاب نے وہاں سے یہودیوں کو نکال کر شام بھیجا۔ جب پیغمبرؐ نے وفات پائی تو ابا بکر ابن ابی قحافہ نے اس کی درآمدات کو اپنے قبضے میں لیا۔ فاطمہ نے ابو بکر سے کہا رسولؐ اللہ نے فدک میرے لئے دیا ہے آپ مجھے دے دیں، اس کے لئے علی ابن ابی طالب شاہد کے طور پر پیش ہوئے ابوبکر ابن ابی قحافہ نے کہا دوسرا شاہد کون ہے؟ کہا ام ایمن تو ابا بکر نے کہا دختر رسولؐ آپ جانتی ہیں آپ کو پتہ ہے شہادت میں دو آدمی یا ایک مرد دو عورتیں ہونی چاہئیں اس پر زہراء خاموش واپس گئیں۔ ام ہانی سے نقل ہے فاطمہ ابا بکر کے پاس آئیں ابا بکر سے کہا "من یرثک؟ ابا بکر نے کہا، میرے بچے میری بیوی تو فاطمہ نے فرمایا تو کیا میں رسولؐ اللہ کی بیٹی نہیں ہوں، اگر تمھارے مال کا وارث تمھارے بچے ہیں تو کیا رسولؐ اللہ کے بچے نہیں۔

۱۔ جب خلافت عمر ابن خطاب کو ملی تو فدک واپس بنی ہاشم کو دیا گیا۔ علی ابن ابو طالب نے اپنے چچا کے خلاف عمر ابن خطاب کے پاس شکایت کی تو عمر ابن خطاب نے کہا یہ آپ کے اندرونی مسائل ہیں؟

۲۔ جب خلافت علی ابن ابو طالب کو ملی تو اس زمین کی پیداوار علی ابن ابو طالب کہاں خرچ کرتے تھے، رفاہ عامہ میں خرچ کرتے تھے، پورے بنی ہاشم میں تقسیم کرتے تھے؟ یا صرف اولاد زہراء میں تقسیم کرتے

تھے، اس کا ذکر کہیں نہیں ملتا ہے۔

۳۔ علی ابن ابوطالب کی وفات کے بعد یہ امام حسن کو ملا تو امام حسن کہاں صرف کرتے تھے؟

۴۔ معاویہ ابن ابوسفیان کے دور میں یہ مروان کو دیا گیا اور دور عمر ابن عبدالعزیز میں فدک واپس بنی ہاشم کو دیا گیا تو یہ بنی ہاشم میں کس خاندان کو دیا گیا، آیا سارے خاندان ہاشم کو دیا یا خاندان علی کو دیا یا تنہا اولاد زہراء کو دیا؟ ان سب کو دیکھنا ہوگا۔

کتاب سیرہ رسول اور خلفاء جلد ۳، ص ۴۶۰ پر آیا ہے۔

۱۔ خلیفہ دوئم نے فدک وارثین رسولؐ اللہ کو دیا یہ فدک آل محمدﷺ کے پاس رہا یہاں تک کہ عثمان ابن عفان خلیفہ بنے۔

۲۔ عثمان ابن عفان نے یہ مروان بن حکم کو دیا۔

۳۔ جب معاویہ ابن ابوسفیان خلیفہ ہوئے معاویہ ابن ابوسفیان نے اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا فدک کا ایک حصہ مروان دوسرا حصہ عمر ابن عثمان اور تیسرا حصہ اپنے بیٹے یزید کو دیا۔

۴۔ جب مروان ابن حکم خلیفہ بنے تو سب پر خود قابض ہوئے۔

۵۔ جب عمر ابن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو انھوں نے ابوبکر ابن عمر وابن خصم کو لکھا فدک اولاد زہراء کو دے دیں تو ابوبکر نے کہا اولاد فاطمہ بہت بڑھ گئی ہیں یہاں تک کہ ان کی اولاد نسل عثمان میں بھی گئی ہے میں کس کو دوں۔ اس پر عمر ابن عبدالعزیز نے کہا اگر میں کہوں ایک بکرا ذبح کرو تو تم اس کا رنگ پوچھتے رہو گے اس پر اس نے اس کو تمام اولادِ زہراء میں تقسیم کیا ہے۔

۶۔ یزید بن عبدالملک نے اولاد فاطمہ سے واپس لیا اور دوبارہ اولاد مروان میں دیا۔

۷۔ ابوالعباس صفاح نے عبداللہ محض عبداللہ بن حسن بن حسن کو دیا۔

۸۔ اس کے بعد جعفر منصور نے بنی حسن سے واپس لیا۔

۹۔ پھر مہدی بن منصور نے فاطمیین کو دیا۔

۱۰۔ اس کے بعد موسیٰ بن مہدی یعنی ھادی نے ان سے واپس لیا

۱۱۔ جب مأمون خلیفہ بنا ۲۱۰ھ میں دوبارہ فاطمیین کو دیا۔

۱۲۔ جب متوکل خلیفہ بنا تو فاطمیین سے واپس لیا تو اس کو عمر وابن عبداللہ بن بازیار کو دیا۔

۳۔زاویہ وارثین:۔

عصر حاضر میں مقدمے کو جاری وزندہ رکھنے کا مطلب ہے وارثین ابھی بھی مشخص ومعین ہیں لہٰذا حق حق والوں کو ملنا چاہیئے۔اس حوالے سے وارثین رسولؐ اللہ میں اس وقت ۹ زوجات اور زہراء بنت محمدؐ تھیں،ان کے بعد یہ ان کے وارثین کو جاتا ہے۔زوجات کے وارثین کا اس پر کوئی نام ونشان نہیں رہا،زہراء سے مندرجہ ذیل خاندان ہیں۔

۱۔علی ابن ابوطالب کو حق زوج ملے گا جسمیں آپ کی تمام اولاد شامل ہے۔

۲۔اولاد فاطمہ زہراء حضرات حسنین۔

۳۔اولاد امام حسن سے حسن مثنیٰ نکلے ہیں ان کی اولاد نسل عثمان بن عفان میں سرایت کرگئی۔

۴۔اولاد امام حسین سے امام سجاد اور امام سجاد کی اولاد کے تسلسل میں امام حسن عسکری کے بعد جعفر کذاب ہے،ان کے بعد متبنین کا دور شروع ہوتا ہے جنہوں نے دین اسلام کے ساتھ وہی سلوک کیا جو بولیس نے دین مسیح کے ساتھ کیا تھا۔

مقدمہ اس وقت تک چلے گا جب تک متنازع مال اپنی جگہ موجود ہے۔مدعی اور مدعیٰ علی ابن ابوطالب کے وارثین بھی موجود ہوں تو دونوں اپنے مدعیٰ پر گزشتہ بالا زاویوں کی روشنی میں بحث جاری رکھیں گے۔ممکن ہے زمین ختم ہوگئی ہو چندین بار غیر آباد ہوئی ہو اور ابھی اس پر یہودیوں یا مسیحیوں کا قبضہ ہو یا انھوں نے بعض وارثین سے خریدی ہو،اگر وارثین نہیں ملتے ہیں تو اس کا مالک وقت کا حاکم ہوتا ہے۔جیسے ہمارے یہاں کوئی حصہ زرداری،بلاول،عمران خان،نواز وشہباز،قائدین سرائیکی،ممبران گلگت بلتستان،ایم کیوایم ہے،پاک سرزمین پارٹی،سندھو دیش،تحریک انصاف یا پرویز مشرف اتاترک پاکستان کو دے دیا جائے دعویداران میں سے اصل وارث کون ہوگا؟ چنانچہ فدک اگر زہراء کو دینا ہے تو زہراء کے وارثین کون ہیں؟اس وقت زہراء کے اصل وارث کا کچھ پتہ نہیں ہے دنیا جعلی سادات سے پر ہوگئی ہے،فاطمیین اور صفویوں کی نسل سازی،تبنی سازی کا کارخانہ لگایا گیا ہے،ان کے سروں پر سیاہ عمامہ لگایا گویا انہیں یہ سٹرفکیٹ دیا ہے کہ جاؤ چوری کرو ڈاکہ ڈالو انہیں کوئی پکڑ نہیں سکتا،یہ سب سادات جعلی ثابت ہو چکے ہیں۔

۴۔زاویہ فلسفی:۔

تاریخ ایک مہم واقعہ کو کیوں دہراتی ہے،جواب دیتے ہیں اس جیسا کوئی اور واقعہ وقوع پذیر نہ ہو۔

اگر آپ اس جیسے واقعہ کوتکرار ہونے سے روکنا چاہتے ہیں تو آپ اس کے اسباب کو روکیں گے، ایسا واقعہ وقوع ہونے نہیں دیں گے یا ایسا واقعہ دوبارہ تکرار کرنا چاہیں تو اس کے اسباب وعوامل کو بروئے کار لائیں گے؟ بتائیں آپ ان دونوں میں کونسا حل چاہتے ہیں۔روکنا چاہتے ہیں یا تکرار کے طالب ہیں۔تکرار والوں کی سنت وسیرت سے معلوم ہوتا ہے تکرار چاہتے ہیں یا نہیں۔

فدک کیا ہے فدک کسے کہتے ہیں؟ فدک نامی کوئی جگہ دنیا میں یا حجاز میں ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو یہاں تیسرا سوال آتا ہے یہ واقعہ کیوں پیش آیا؟ اس اصول کے تحت علماء تاریخ نے تاریخ کی قسمیں بتائی ہیں تاریخ نقلی و تاریخ علمی اور تاریخ فلسفہ، تاریخ نقلی کے لئے ہمارے پاس مصادر موثر ومعتبر ہونا ضروری ہیں۔روایت جو ہم تک پہنچی ہے اس بارے میں دوزاویوں سے بحث کرنے کی ضرورت ہے۔

الف۔زاویہ خبری:۔یہ نقل اپنی جگہ عقلی وشرعی نصوص مسلمہ سے متصادم نہ ہو، اس کا متن اپنی جگہ صحیح ہو۔

ب۔زاویہ سند:۔سند خبر واحد ہے، مستفیض متظافر ہے یا متواتر ہے، اسناد اپنے تسلسل خبری میں صحیح ہیں یا حسن یا ضعیف ہیں۔

تاریخ اخبار ہے اخبار اپنی جگہ احتمال صدق وکذب یکساں رکھتی ہے آپ اگر اپنے پاس موجود نقولات کی سند اور متن دونوں یا ایک مشکوک پائیں گے تو تاریخ سرے سے ختم ہو جائے گی اس کے دہرانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، اگر یہ نقل اپنی جگہ درست قرار پائے تو ہر واقعہ وحادثہ سبب مانگتا ہے علت مانگتا ہے لہٰذا دیکھنا ہوگا کہ اس واقعہ کے وجود میں آنے کے کیا اسباب ووجوہات تھیں۔''**اَس المطالب ثلاثه علم مطلب ما مطلب هل مطلب لم**'' کو جب تاریخ میں لیجاتے ہیں تو تاریخ کی تین قسمیں بنتی ہیں۔فلسفہ تاریخ سے اس واقعہ کو سامنے رکھتے ہوئے دوبارہ ایسا واقعہ پیش آنے سے روکتے ہیں یہاں علی ابن ابوطالب کے اسباب شکست یا معاویہ ابن ابوسفیان کے اسباب کامیابی کو سامنے بھی رکھ سکتے ہیں۔

۵۔زاوئیہ شخصیات:۔

جن شخصیات سے یہ واقعہ منسوب ہے کیا یہ شخصیات حقیقت اور واقعیت رکھتی ہیں یا یہ فرضیاتی و تخیلاتی شخصیات ہیں جن کا کوئی وجود ہی نہیں تھا جیسے اذکار، ادعیہ، عملیات، غیب گوئی کے لئے خضر نامی شخص کا ذکر آتا ہے۔اس بارے میں ابھی تک کوئی قابل اعتماد دلائل کسی نے پیش نہیں کئے ہیں سب قیل وقالات متضادات ہیں، صوفیاء کی شطحیات وتکوینیات وتصرفات، فضہ خادمہ کا کوئی وجود نہیں بنتا ہے، اسی طرح قنبر کا،

قصہ طفلان مسلم ،مدینہ میں فاطمہ صغریٰ ،اسی طرح سینکڑوں واقعات عزاداری کے لئے گھڑے ہیں جومفروضات وفرضیات پر مبنی ہیں۔

ماجراء فدک میں جن شخصیات کی تکرار ہوئی ہے ان ذوات میں حضرت محمدؐ، فاطمہ زہراء، ابوبکر، عمر اور علی ہیں لیکن قہرمانی حیثیت فاطمہ بنت محمدؐ کو دی گئی ہے یعنی اگر فاطمہ کومنہا کریں تو قصہ ہوا میں اڑے گا ناپید ہو جائے گا یا اساطیر ہو جائیگا۔ یہ فاطمہ جس کا ذکر قصہ فدک میں آیا ہے۔ جس کا حق ابوبکر ابن ابی قحافہ نے چھینا ہے، یہ فاطمہ کون تھی؟ کیونکہ کتب تراجم نساء میں فاطمہ کے نام سے سینکڑوں نام ہیں اسی طرح ابوبکر کے نام سے بھی کتب رجال میں بیسیوں نام ہیں۔علی ابن ابی طالب اور عمر بن خطاب کے نام سے بھی بیسیوں نام ہیں جس سے واقعہ متنازع ہوتا ہے۔ اس ماجراء میں جس فاطمہ کی شناخت کی گئی ہے یہ فاطمہ جو دختر رسولؐ اللہ سے منسوب ومشکوک ہے بلکہ یقیناً یہ فاطمہ بنت رسول اللہ قطعاً نہیں جن کے شوہر علی ابن ابی طالب پروردۂ خاتم النبیین ہیں جن کے فرزندان حضرات حسنین نواسہ رسول اللہؐ ہیں یہ وہ نہیں ہوں گی، شاید فاطمہ صفوی، فاطمہ بھٹو، فاطمہ زرداری، فاطمہ شریعتی ہوں گی اسی طرح علی بن ابی طالب کے نام سے بہت سے لوگوں کے نام آتے ہیں، اسی طرح حسنین کے نام سے حسنین زیدی حسنین نقوی زیادہ ہیں۔

فدک کے فریق ابوبکر ابن ابی قحافہ وعمر ابن خطاب ہیں۔

مقدمات مخاصمات میں مدعی ومدعیٰ علیہ کا تعیّن ضروری ہے، دعویٰ کبھی فی زمانہ ہوتا ہے کبھی قصہ ماضی ہوتا ہے، کبھی پرانی ودیرینہ بنیاد پر ہوتا ہے، یہاں دعویٰ ایک ہزار چار سو سال پرانا ہے، فریقین میں ایک طرف دختر گرامی رسول اللہ فاطمہ زہراء پیش کرتے ہیں دوسری طرف نبی کریمؐ پر ایمان میں سبقت، ہجرت میں سبقت والے دو صحابی ابوبکر ابن ابی قحافہ وعمر ابن خطاب دکھاتے ہیں، بیچ میں علی ابن ابوطالب کو غیر جانب دار نظر انداز کرنے والے دکھاتے ہیں۔ یہاں قصہ میں شکوک وشبہات جنم لیتے ہیں۔ مقابل میں ابا بکر ابن ابی قحافہ وعمر ابن خطاب اور خاص کر عمر ابن خطاب کی خشونت قساوت انتہا پسندی اور جسارت آمیز کلمات دعویٰ کو پیچیدہ کرتے ہیں۔ ابا بکر ابن ابی قحافہ وعمر ابن خطاب میں اچانک بیٹھے بیٹھے پیغمبرؐ کی بیٹی کے خلاف اتنی شدت کیوں آئی۔ اگر ابا بکر وعمر اس قدر تند وتیز موقف علی ابن ابوطالب کے مقابلے میں اٹھاتے تو سوچنے کا تصور ہوسکتا ہے کہ اقتدار کا مسئلہ تھا، اس کی تحلیل ہوسکتی ہے۔ انسان ذاتیات میں اپنے دوست وعزیز کا پاس نہیں رکھتے ہیں دیکھتے ہیں تاریخ میں باپ نے بیٹوں کو جیل میں ڈالا ہے، باپ کو بیٹوں نے مارا ہے کیا ابا بکر وعلی ابن ابوطالب میں بھی یہ ہوسکتا ہے یہ تحلیل کرنے کی ضرورت ہے آیا ان دونوں کے

دین واعمال عبداللہ بن ابی سے بھی برے تھے؟ کیاوفات محمدؐ کے انتظار میں تھے؟ محمدؐ سے مقابلہ نہیں کر سکتے تھے،تو ناموس رسولؐ میں تنہا بیٹی تھی ان سے انتقام لیا اگر ایسا کیا تو اسلام تو چھوڑیں عرب بدو سے بھی بدتر ہو گئے ۔قرائن وشواہد جمع کرنے کی ضرورت ہے کیا ان دونوں کو ان بیس سالوں میں کبھی علی ابن ابوطالب سے عداوت ونفرت کرتے دیکھا گیا ہے،تاریخ میں اس کا کوئی ذکر آیا ہے اسے تلاش کرنا پڑے گا۔ابوبکرابن ابی قحافہ کے ساتھ علی ابن ابوطالب کا کیا موقف تھا۔ابابکرابن ابی قحافہ اورعمرابن خطاب نے داخلی بغاوتوں یا بیرونی محاذوں پر فتح وفتوح کے جو جھنڈے لہرائے ان کے ساتھ علی ابن ابوطالب کا کیا موقف تھا،علی ابن ابوطالب کی امامت پر لکھی گئی کتابوں میں علی ابن ابوطالب کی فضیلت میں لکھا ہے عمرابن خطاب نے بار بار کہا اللہ ہمیں وہ روزگار نہ دکھائے جس میں ہمیں مشکلہ پیش آئے اورعلی ابن ابوطالب اس میں نہ ہو، چنانچہ اس سلسلے میں شیخ محمدرضاحکیمی نے دوجلد کتاب ''**سلونی قبل ان تفقدونی**'' نام سے لکھی ہے،اس میں عمر ابن خطاب نے کتنی بار مشکلات کے موقع پر علی ابن ابوطالب سے سہارا لیا ہے، ذکر کیا ہے گرچہ ہم ان سوالات کو غیرعقلی وغیرشرعی اور بدنیتی تصور کرتے ہیں، یہ سوالات علی ابن ابوطالب کے فضائل میں سے نہیں بلکہ علی ابن ابوطالب کو''عنقاء'' بنانے کیلئے گھڑے گئے ہیں۔باطنیہ نے ایک تیر سے دونشانے بنائے ایک علی ابن ابوطالب کوعنقاء بنایا اور دوسرا اسلام کو واہمیات بنایا ہے، لیکن یہاں لمحہ سوالیہ ہے کہ کل کے غاصب،ظالم،ناموس علی ابن ابوطالب کی اہانت کرنے والے، کیسے علی ابن ابوطالب سے مدد طلب کر رہے ہیں،مشکلات میں علی ابن ابوطالب کی طرف کیوں رجوع کر رہے ہیں،عمرابن خطاب نے تنہا فقہی مسائل میں نہیں سیاسی ،اجتماعی اورعلمی مسائل میں بھی علی ابن ابوطالب کی طرف رجوع کیا ہے بلکہ عمرابن خطاب نے سیاسی نظام مملکت میں علی ابن ابوطالب سے مدد لی ہے وہ بھی خطرناک قسم کی مدد لی جیسے عمرابن خطاب نے فیصلہ کیا کہ خود قائدلشکر بن کے فارس سے لڑنے جائیں گے اورمرکز میں امیرالمؤمنین کی جگہ پرعلی ابن ابوطالب کورکھیں گے کیا یہ ممکن ہے؟

عناصرفدک:۔

قصہ فدک چندعناصر سے مرکب ہے۔

۱۔خودفدک ۲۔قابض فدک ۳۔غاصب فدک ابوبکرابن ابی قحافہ ومعاونین

۴۔شریک قابض

فدک ایک قریہ وگاؤں کے نام سے نکل کراجتماعی ،اسلامی اوربین الاقوامی شکل اختیار کر گیا ہے ۔

لہٰذا فدک کے بارے میں تنہا کشور شناسی ،معجم بلدان والی کتابیں کافی نہیں بلکہ اس کے تمام زاویوں پر لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ ضروری اور ناگزیر ہے۔ہم خلفاء راشدین کے مثالی اور درخشندہ صفحات کو سامنے لانا چاہتے ہیں شاید اس طرح امت اسلامیہ خوابِ غفلت سے بیدار ہو جائے ، وقت کے حکمرانوں کے سیاہ چہرے سامنے آجائیں اور سبّ وشتم کو فروغ دینے والے شیعیان اہل بیت کے چہروں سے پردے ہٹ جائیں کہ وہ کن اہل بیت کے حامی وداعی ہیں ۔ یہاں دو حالتوں میں سے ایک ضرور ہوگی کہ یہ لوگ کس کو دھوکہ دے رہے ہیں، کہیں یہ عبا پوش اسماعیلیوں اور قادیانیوں کے جیش ابرہہ کے مقدمہ الجیش تو نہیں جہاں وہ آگے آگے رہ کر راستے سے سرنگوں کو ہٹانے کا کردار ادا کر رہے ہیں ۔ یہ ان کے کفر وشرک پر مبنی کردار وگفتار کی توجیہہ کرتے ہیں اس ملک میں کفر والحاد پھیلانے والوں کی حکومت کو کلمہ اسلام پڑھنے والوں پر ترجیح دے کر ان کے اقتدار کے لئے لب ودست آسمان کی طرف دراز کرتے ہیں گویا کہ وہ کہتے ہیں اے اللہ قرآن وشریعت کی حاکمیت پر کفر کی حاکمیت کو غلبہ عنایت فرما۔

ہم نہ تو خلفاء واصحاب پرست ہیں اور نہ ہی ان ہستیوں سے عداوت پرستی کے قائل ہیں ہم انہیں معصوم از خطا نہیں گردانتے ۔ان کی غلطیاں تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں لیکن وہ غلطیاں ایسی نہیں کہ ان کی وجہ سے ان کو کافر وفرعون ونمرود وگورباچوف ، یا نہرو یا گاندھی کے نام سے پکارنے لگے کیونکہ یہ خلفاء اور اصحاب اپنے دور میں چشم وچراغِ امت مسلمہ اور کافروں کی آنکھوں کا خار تھے ۔اگر ہر گناہگار پر لعن وشتم کرنا ہی مذہب ہے تو ہر مسلمان بیک وقت لاعن وملعون دونوں قرار پائے گا۔

یہ ذوات اپنی فکر وعمل دونوں میں راشدین تھیں انھوں نے یہ مقام ومنزلت دعوت میں سبقت ، جنگ وجہاد میں مبارزت یعنی جلدی کرنے ، دوران قیادت قناعت وکفایت ، دنیا سے رخصت ہوتے وقت مال ومتاعِ دنیا سے دست خالی یعنی پاکیزگی کی وجہ سے حاصل کیا ہے۔

ابو بکر ابن ابی قحافہ :۔

کتاب محمد رضا میں ص ۱۳ پر ان کا نام عبداللہ باپ کا نام عثمان کنیت ابی قحافہ بن عامر کعب بن لوی سے ملتی ہے، ان کے خاندان کو تیمی کہتے ہیں۔ان کی ماں ام الخیر سلمہ بنت صخر ہیں۔ کتاب عبقریۃ ابو بکر ابن ابی قحافہ ،عباس عقاد ص ۱۵ پر آیا ہے آپ عام الفیل کے دوسرے یا تیسرے سال پیدا ہوئے ۔ کتاب محمد رضا میں ہے ابو بکر ابن ابی قحافہ کا بیٹا عبدالرحمن جنگ بدر میں لشکر مشرکین کی طرف سے آیا اور مسلمانوں سے مبارزہ طلبی کی تو ابا بکر بیٹے سے مقابلے کے لیے آگے بڑھے تو پیغمبرؐ نے فرمایا ''**متعنا بنفسک**'' اپنی

ذات سے ہمیں فائدہ اٹھانے کا موقع دیں۔اسی کتاب کے ص ۲۱ پر آیا ہے ابا بکر مرد عاقل پختہ رائے اور احتیاط برتتے تھے، امور اجتماعی وسیاسی میں اچھے اور نیک اغراض کے حامل تھے اپنی ذات سے زیادہ محبت نہیں رکھتے تھے، نیکیوں میں آگے رہتے تھے، مصلحت ذاتی کے لئے کم نکلتے تھے غنی ومالدار ہونے کا کوئی شوق نہیں تھا فخر وافتخار سے گریز کرتے تھے لذتوں سے دور رہتے تھے، اپنے کام میں زیادہ اجرت کے خواہاں نہیں تھے عادی زندگی گزارتے تھے ان کے پاس ایک اونٹ اور ایک غلام تھا اپنی درآمد میں سے ہر ہفتے جمع شدہ رقم فقراء ومحتاج مندوں کے لئے اعانت کرتے تھے۔ ابوبکر ابن ابی قحافہ نے کبھی بت کے لئے سجدہ نہیں کیا کتاب ابوبکر ابن ابی قحافہ صدیق شخصیتہ وعصرہ میں لکھا ہے پیغمبر اکرمؐ کے بعد ابوبکر ابن ابی قحافہ سب سے پہلے داعی دعوت با اسلام تھے۔کتاب ابوبکر صدیق تالیف صلابی جلد ۱ ص ۳۱ زبیر بن عوام، عثمان بن عفان، طلحہ بن عبید اللہ، سعید بن ابی وقاص، عثمان بن مطعون، ابوعبیدہ بن جراح، ابوسلمہ بن ابواسد، ارقم بن ابی الارقم یہ وہ ذوات ہیں جو دعوت ابوبکر ابن ابی قحافہ سے ایمان لائے یہ خاندان قریش کے جگر کے ٹکڑے تھے۔ان کے ایمان سے قریش متزلزل ہوئے ان کے گھر سے اسماء، عائشہ، عبداللہ ان کی زوجہ ام روما، خادم عامر بن فہیرہ ایمان لائے۔یہاں سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابوبکر کی شخصیت قریش میں کتنی معتبر تھی کہ انہوں نے ان کے جگر گوشوں کو اسلام کی طرف دعوت دی۔ابوبکر اسلام قبول کرنے میں پہل کرنے اور دعوت اسلام میں بنیادی کردار رکھنے کی وجہ سے مشرکین کے ضرب وشتم کا نشانہ بنے، ان کے سر پر مٹی ڈالی گئی مسجد حرام میں ان کو جوتے مارے گئے، موت وحیات کی کشمکش میں گھر منتقل کیا اصحاب نبی ان کی عیادت کے لئے گھر آئے۔

ابوبکر ابن ابی قحافہ اپنی ماں کو پیغمبرؐ کے پاس لائے کہ آپؐ ان کو اسلام کی طرف دعوت دیں تاکہ آپ کے توسط سے یہ جہنم سے نجات حاصل کریں۔پیغمبرؐ نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور ابوبکر ابن ابی قحافہ کی ماں نے اسلام قبول کرلیا اور وہ خود ایک داعیہ اسلام بن گئیں۔ابوبکر نے اپنے غلام مشرک کو امیہ خلف کو دے کر بلال کو ان کی اذیت وآزار سے نجات دلائی۔ دعوت اسلام میں مال وافر سے اسلام کی مدد کی غلام وکنیزیں خریدیں۔یقیناً یہ وہ ابوبکر ابن ابی قحافہ نہیں ہوں گے جن کا ماجرائے فدک میں ذکر کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے دعوت نبیؐ کو قبول کر کے ''**آمنا و صدقنا**'' کہا تھا باطینہ نے ان کے جذبات نظریں ہٹانے کیلئے ایسا افسانہ بنایا ہو کہ یہ قصہ کہانی بنانے والوں نے ابوبکر ابن ابی قحافہ اور عمر ابن خطاب یا عثمان ابن عفان سے حقد وکینہ وبغض وعداوت میں نیز علی ابن ابوطالب وزہراء اور حضرات حسنین سے بھی ختم نہ ہونے والے کینہ وعداوت کو تازہ رکھنے کیلئے یہ اسطوہ بنایا ہو۔

عمرابن خطاب کا نبی کریمؐ کے خاندان سے سلوک:۔

فدک کے مسئلے میں اسطورہ سازوں نے خلیفہ دوم کے خشونت وقساوت ابوبکرابن ابی قحافہ سے زیادہ عمرابن خطاب کی طرف سے دکھایا ہے اس کے علاوہ انہیں ایک دوسرے کے موقف سے مخالف دکھایا، یہاں ابوبکرابن ابی قحافہ کوعمرابن خطاب کے موقف کے مقابل میں بےبس بھی دکھایا،لیکن ابوبکرابن ابی قحافہ نے چندین دفعہ عمرابن خطاب کو ڈانٹا ہے۔لیکن یہاں خاندان نبوت خاص کرعلی ابن ابوطالب وزہراءاورحضرات حسنین وعباس کے ساتھ ان کاسلوک جاہلی اوراسلامی زندگی نیز ان کے اقتدار کے دور سے آخری لمحات حیات میں دیکھنا ہوگا۔

عمربن خطاب کی زندگی کے چاردور ہیں ان میں سے پہلا حصہ ہمارا موضوع بحث نہیں جہاں وہ نبی کریمؐ کے عدو ولدود تھے اورخود ان کی شخصیت وخاندان گرے ہوے خاندان تھے،شقاوت وقساوت و غلاظت ان کی شناخت تھی مار پیٹ اورغصہ ان کواپنے باپ خطاب سے ملا تھا،اسلام ومحمدﷺ دشمنی اپنے خالو ابوجہل سے لی تھی اسے یہاں حساب میں نہیں لاسکتے کیونکہ ''**الاسلام یجبّ ماقبل اسلام**'' حساب میں نہیں لانادرست نہیں۔جس دن سے وہ اسلام لائے تاوفات نبی کریمؐ اورآپ کے بعد اہل بیت کے ساتھ کوئی بُرارویہ اپنایا ہوتو اسے پیش کرنا ہوگا۔تیسرادور بارہویں ہجری سے ۲۳ ہجری تک ان کا دوران خلافت کا ہے۔ان ساڑھے بارہ سالوں میں روئے زمین پران سے مقتدرکوئی ہستی نہیں تھی انسان کے اندر پوشیدہ عداوتوں کرتوتوں کینہ وحسدوں کے بروز وظہور کا سازگار ماحول ہوتا ہے کیا اس عرصے میں ان کی طرف سے اسلام دشمنی یا اہل بیت دشمنی کے کوئی آثار ملتے ہیں تو لائیں آیئے دیکھتے ہیں عمرابن خطاب کی حیات پرایک سرسری نظر دوڑاتے ہیں۔

عمرابن خطاب قریش کےایک چھوٹے خاندان سے تعلق رکھتے تھےان کے باپ خطاب تندمزاجی اورقساوت قلبی میں معروف انسان تھے،انھوں نے اپنے برادرزادہ زیدکودردناک عذاب دیا کیونکہ انہوں نے بت پرستی پرقریش کی ملامت کی تھی۔عمرابن خطاب نے تندمزاجی اورشدت قساوت اپنے باپ سے لی تھی عمرابن خطاب ۴۲ سال قبل ازہجرت پیدا ہوئے بعثت نبوی کے موقع پران کی عمر ۲۹ سال تھی انہوں نے بعثت کے چھٹے سال اسلام قبول کیا۔عمرابن خطاب نے ۳۵ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اس وقت وہ قریش میں کوئی مقام اجتماعی وسیاسی نہیں رکھتے تھے۔عمرابن خطاب مثل عثمان ابن عفان،زبیروطلحہ اور بلال جیسے نہیں تھے جنہیں ابوبکرابن ابی قحافہ نے دعوت اسلام دی تھی،عمرابن خطاب کے اسلام لانے کی وجہ بھی حیرت انگیز

ہے کہ وہ نبی کریمؐ کو مارنے کی نیت سے نکلے تھے نعیم نے انہیں متوجہ کیا پہلے تم اپنی بہن کو ٹھیک کرو وہ دین محمدؐ میں گئی ہے، یہاں سے ان کا رخ بدل گیا اور آخر میں انہوں نے دار ارقم جا کر اسلام قبول کیا، مسجد حرام میں اعلان کیا اور جا کر اپنے باپ کو بھی بتایا۔ پھر اعلانیہ کھل کر دن دیہاڑے مدینہ کی طرف ہجرت کی، اس طرح سابقین ہجرت والوں میں شمار ہوتے ہیں۔

عمر ابن خطاب نے اپنے بیٹے عبید اللہ کو مصر سے بغیر زین اونٹ پر سوار کر کے بلایا اور اسے رعایت دینے پر عمرو بن عاص سے جواب طلبی کی آپ نے زندگی مضیقہ میں گزاری جس کی وجہ سے دختر ابو بکر ابن ابی قحافہ ام کلثوم نے عمر ابن خطاب کی زوجیت میں جانے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ان کی زندگی خشونت والی ہے۔ دنیا میں ارباب اقتدار سے ہمیشہ ضعیف و کمزور ڈرتے رہتے ہیں، لیکن عمر ابن خطاب سے کبریاء نمائی والے ڈرتے تھے کسی ضعیف نے عمر ابن خطاب کی شکایت نہیں کی۔ عمر ابن خطاب پطرس مسیحی سے معاہدہ کرنے کیلئے اونٹ پر گئے تھے، وہاں سے بادشاہ مسلمین کی حیثیت سے دبدبہ و حشمت کے ساتھ لیجانے کیلئے گھوڑا قیمتی عبا ابریشمی شال پہنایا گیا، چند قدم نہیں چلے تھے اتر کر کہا تم لوگوں نے مجھے غلط راستے پر لگایا میرے اندر تکبر لایا۔ عمر ابن خطاب کی ایک حاکم امپراطور مسلمین کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں ہوگا جب تک ان کے مقابل معاویہ ابن ابوسفیان، عمر بن عاص، ولید بن عبد الملک، مہدی عباسی، ہارون الرشید، گیلانی اور نواز شریف کا ذکر نہ کریں۔

عمر بن خطاب نے اپنے خاندان میں سے کسی کو منصب نہیں دیا۔ عثمان ابن عفان مخالف خود عثمان کی روش سے مخالف ہوئے، عمر ابن خطاب نے کوفہ میں چندین والیوں کو لوگوں کی شکایت پر برطرف کیا لیکن عثمان ابن عفان اپنے عزیزوں سے دفاع کرتے تھے۔ عمر بن خطاب کی قیادت مثالی تھی ان جیسی کوئی قیادت امت مسلمہ کو ابھی تک نہیں ملی ہے، ہمارے ملک میں اسلام عصر سیکولرزم اتحادیہ چلانے والوں کا نعرہ درست ہوگا کہ ہمیں خلفاء راشدین کی حکومت قائم کرنی چاہیئے ظلم و بربریت، استبدادیت سے نجات صرف خلافت راشدین کی تأسی میں ممکن ہے، نہیں نہیں غلط بولا اگر عمر ابن خطاب کی تأسی ممکن تھی تو عثمان ابن عفان ان کی تأسی کرتے پھر ان کو کامیاب ہونا چاہیئے تھا، انہوں نے تو ان کے اقتدار کی اقتداء کرنے کی شرط پر اقتدار حاصل کیا تھا، لیکن وہ تأسی نہیں کر سکے بلکہ دور جاہلیت کی خاندان پرستی کی سنت کا احیاء کیا۔ اس قدر مثالی ہوتے ہوئے عمر ابن خطاب کی اقتداء کرنی چاہیئے ایک جملہ کفریہ ہے کیونکہ تأسی صرف رسولؐ اللہ کی ہے۔ ﴿قَدْ كَانَ لَكُمْ فِى رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (احزاب۔۲۱)۔ اما عمر بن خطاب اندر سے مصلحت

عامہ گرائی اور باہر سے سطوت قہرانیت نمائی کے مظہر جلی تھے،اس حوالے سے عمرابن خطاب اپنے قبیلے قریش کیلئے قابل قبول قیادت نہیں نکلے بلکہ صرف اسلام و مسلمین کی قیادت کیلئے موزوں لائق وسزاوار تھے۔عمرابن خطاب نے اسلام و مسلمین کو اٹھایا۔

علی ابن ابوطالب کا فدک سے وابستہ امورات کے بارے میں مؤقف:۔

۱۔فدک کی کوئی حیثیت نہیں جس پرتوجہ دی جائے۔''**ما اصنع بفدک و غیر فدک**''

۲۔عتاب فاطمہ زہراء کے جواب میں فرمایارزق مقسوم ہے۔

۳۔عثمان کے اقطاعات واپس لینے کا ذکر کیالیکن فدک اولا د زہراء کو دینے کا ذکرنہیں کیا۔

۴۔زہراء بنت محمدؐ کی وفات کے فوراً بعدابوبکرابن ابی قحافہ کو بلا کر بیعت کی۔

۵۔ابوبکرابن ابی قحافہ کی طرف سے عمرابن خطاب کی نامزدگی پرکوئی اعتراض یا احتجاج نہیں کیا۔

۶۔عمرابن خطاب کے دورخلافت میں انہیں ہرقسم کے تعاون سے گریزنہیں کیا۔

۷۔عمرابن خطاب کی وفات کے بعدان کی خوبیوں کا ذکرکیا۔''**للہ بلاء فلان،فلقد قوم الاود،وداوی العمد،واقام السنة،وامامة البدعة وخلف فتنة!ذهب نقی الثوب،قلیل الغیب**''۔(خطبہ۲۲۵)

۸۔محمد بن حنفیہ سے کہاعمرابن خطاب کا نام احترام وتجلیل سے لیں۔

۹۔عمرابن خطاب امام حسن اورامام حسین کا حد سے زیادہ احترام کرتے تھے،عمرابن خطاب نے امام حسین سے فرمایا،میرے لئے آپ عبداللہ یکساں نہیں آپ زیادہ عزیز ہیں۔

۱۰۔زید بن علی دونوں خلیفہ کے نام تجلیل سے لیتے تھے،اس لئے خوارج آپ کو میدان میں چھوڑ کے چلے گئے اگرعمرابن خطاب کی طرف سے مختصرنازیبااہانت وجسارت،ساحت مقدسہ زہراء کو ہوتی تو بنی ہاشم خاص کراولاد فاطمہ اولاد علی نہیں بخشتے۔

۱۱۔علامہ جواد مغنیہ نے مسئلہ فدک کے بارے میں لکھا ہے''علی نے مسئلہ فدک سے چشم پوشی نظر انداز کیا۔

یہاں سے واضح ہوجاتا ہے واقعہ فدک اسطورہ ہے۔

یہ تینوں خلفاء آپس میں کسی توافق کے تحت آئے تھے،اس سلسلے میں تمام مفروضات حقائق خارجی سے متصادم ہے ابوبکر ابن ابی قحافہ نبی کریمؐ نیک خصلت کی بنیاد پر انتخاب ہوئے اکثر انصار نے

انہیں انتخاب کیا تھا، عمر ابن خطاب کو اصحاب سے نجی مشورے کے بعد نامزد کیا تھا، عمر ابن خطاب نے انکار کیا ، ابوبکر ابن ابی قحافہ نے دھمکی دی تو قبول کیا۔ عمر ابن خطاب نے صریح الفاظ میں کہا آئندہ منتخب خلیفہ کی ذمہ داری نہیں لونگا تم خود از خود انتخاب کریں۔

علی ابن ابوطالب کا خلیفہ دوئم کے ساتھ سلوک:۔

جب آپ نے مصر میں اہل مصر کے نام ایک خط مالک اشتر کے ذریعے بھیجا اس میں آپ نے اپنا موقف ابوبکر ابن ابی قحافہ کے خلیفہ بننے کے بارے میں لکھا ہے (نہج البلاغہ مکتوب ۵۳ مترجم جوادی)۔ جب خلیفہ دوئم عمر ابن خطاب نے آپ سے روم والوں سے لڑنے کے لئے مشورہ طلب کیا تو آپ نے ان عبارات میں عمر ابن خطاب سے خطاب کیا (خطبہ ۱۳۴)۔ جب آپ نے فارس والوں کے ساتھ جنگ لڑنے کے لئے خود جانے کا فیصلہ کیا تو علی ابن ابوطالب کو اپنا جانشین نامزد کر کے جنگ میں جانے کے لئے آپ سے مشورہ کیا تو آپ نے خلیفہ دوئم سے اس عبارت میں خطاب کیا (خطبہ ۱۴۶) اور اپنے موقف کے بارے میں خطبہ ۴۷ میں فرمایا۔ آیئے دیکھتے ہیں ہم عمر بن خطاب کی حیات کا تجزیہ کرتے ہیں کیا اس میں ان کے اندر پیغمبرؐ اور علی ابن ابوطالب سے دشمنی کے کوئی آثار ونشانی ملتے ہیں۔

۲۴ ذی الحجہ ۲۳ھ میں کسرائی کے وارثین نے یہود وصلیب کے تعاون سے انہیں قتل کرنے کی کوشش کی جس میں آپ زخمی ہوگئے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کو بلایا پوچھا میرے اوپر کتنا قرض ہے بتایا چھیاسی ہزار درہم ہے کہا اگر آل عمر یہ ادا کر سکتی ہے تو وہ کرے، اگر آل عمر ادا نہیں کر سکتی تو بنی عدی سے مدد مانگے اور اگر وہ نہیں کر سکتے تو قریش سے مدد لے لیں۔ دوسری وصیت جانشینی کے لئے پہلے انصار ومہاجرین سے کہا اپنا خلیفہ منتخب کریں۔ مومنین نے انکے بیٹے عبداللہ کی طرف اشارہ کیا لیکن انہوں نے سخت زبان میں مسترد کیا اور چھ افراد نامزد کئے ہر ایک کے امتیازات وخصوصیات وعواقب کو بیان کیا۔ علی ابن ابوطالب کے بارے میں بہترین عبارات میں تعریف کی ہے حوالہ کتاب عمر ابن خطاب تألیف محمد رضا۔ عبیداللہ کو جب پتہ چلا ان کے باپ کو مارنے والوں میں ھرمزان بھی ہے تو یہ بغیر تحقیق اسے قتل کرنے نکلے۔ عمر ابن خطاب نے عبیداللہ کو گرفتار کرایا اور سزا نئے منتخب خلیفہ پر موکول کی۔

شیخین ابوبکر ابن ابی قحافہ وعمر ابن خطاب سے اس حد تک دفاع کیوں؟

آپ یہ دفاع بغض علی ابن ابوطالب میں کرتے ہیں، نہیں بغض علی ابن ابوطالب میں کرتا تو معاویہ ابن ابوسفیان سے دفاع کرتا، ابوموسیٰ اشعری زیاد بن ابیہ سے حجاج بن یوسف سے دفاع کرتا۔ بلکہ مجھے

ابوبکر ابن ابی قحافہ وعمر ابن خطاب سے دفاع کرنے پر شیعوں نے مجبور کیا ہے جہاں شیعوں نے ایک اصول نا قابل تغیر وتبدیل موقف اپنایا کہ جہاں اسلام کا خیر خواہ ہے ان سے عداوت نفرت اور جو اسلام کا بد خواہ ہے ان سے یکجہتی و دوستی وتعاون کریں۔ اسلام کے مقابلے میں سوشلسٹوں کی حمایت، طالبان کے مقابل میں امریکہ کی حمایت، پرویز مشرف کی حمایت، مختار ثقفی کی حمایت، صفویوں کی سنی کش کی حمایت سے پتہ چلا ابوبکر ابن ابی قحافہ وعمر ابن خطاب خیر خواہ اسلام ہیں۔ واضح ہوا شیعیان دشمنان علی ابن ابوطالب سے بغض و عداوت نہیں کرتے، کبھی شیعوں سے علی ابن ابوطالب کے پہلے دشمن خوارج پر لعنت کرتے ہوئے سنا ہے اور نہ دیکھا ہے بلکہ شیعوں کی تاریخ بتاتی ہے وہ خوارج کے اتحادی تھے، انہوں نے مشترکہ محاذ بنائے کہ اہل بیت اور اموی میں جس کا پلہ بھاری ہوا اس کا ساتھ دیں۔ انہوں نے جب معاویہ ابن ابوسفیان کا پلہ بھاری دیکھا تو امام حسن کو شکست دی، جب عبیداللہ زیاد اور عمر سعد کا پلہ بھاری دیکھا تو امام حسین کو چھوڑا، ہشام کا پلہ بھاری دیکھا تو زید بن علی کو تنہا چھوڑا۔ انہوں نے کبھی عمرو بن عاص، ابوموسیٰ اشعری، حجاج بن یوسف، زیاد بن ابیہ اور معاویہ ابن ابوسفیان سے اتنی نفرت نہیں کی جتنی عمر ابن خطاب سے دکھائی ہے۔ آیا مجھے علی ابن ابوطالب کی سیرت پر چلنا چاہیئے تو علی ابن ابوطالب نے اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ سے فرمایا تھا ”عمر ابن خطاب کا نام بغیر احترام نہ لیں“۔ خلافت کو طاقت وقدرت سے چھیننے والے معاویہ ابن ابوسفیان، منبر پر سب وشتم کی سنت بنانے والے معاویہ ابن ابوسفیان، مکر وحیلہ سے علی ابن ابوطالب کو شکست دینے والے عمرو بن عاص، بد دیانتی سے علی ابن ابوطالب سے لوگوں کو کاٹنے والے علی ابن ابوطالب کو امیر المومنین سے ہٹانے والے ابوموسیٰ اشعری کا کبھی نام لیتے نہیں سنا؟ لیکن اٹھتے بیٹھتے عمر ابن خطاب سے نفرین عمر ابن خطاب کی بیٹی کا نام نہیں لیتے لیکن ابوبکر ابن ابی قحافہ کی بیٹی پر لعنت پر ان کا بہت اصرار رہا ہے۔ غرض میں نے جتنا غور کیا تو دیکھا شیعوں کی عمر ابن خطاب سے دشمنی اسلامی فتوحات کی وجہ سے، اسی طرح علی ابن ابوطالب کا عمر ابن خطاب سے دفاع ہی نظر آیا۔

میں یہ نہیں کہوں گا کہ شیعوں نے عمر ابن خطاب کے چہرے کو مسخ کیا اگر سنی ان سے دفاع نہیں کرتے تو آج عمر ابن خطاب کا نام لیوا نہیں ہوتا کیونکہ عمر ابن خطاب کو مسخ کرنے کا سارا مواد سنیوں نے ہی فراہم کیا ہے۔ میں نے شیعوں کی ضد میں ان سے دفاع بھی نہیں کیا کیونکہ ہم نے صرف دین ہی سے دفاع کرنا ہے، جتنا دین سے دفاع میں ان کا ذکر آتا ہے ان سے دفاع کروں گا۔ تاریخ خلفاء اسلام میں عمر ابن خطاب وہ واحد ومنفرد شخص ہیں کہ انہیں جب اقتدار ملا اچانک ان میں انقلاب آیا وہ عمر ابن خطاب جو ہر جگہ

مارنے پیٹنے کی بات کرتے تھے اب وہ ہر موقع پر کہنے لگے ''**اشیرونی**'' مجھے مشورہ دے دو۔ جب خلافت ملی تو اللہ کی درگاہ میں دعا کی ''میں تشدد وسختی والا ہوں مجھے نرم مزاج بنا دیں''۔

فدک کا زاوئیہ قضائی:۔

تاریخ بشریت میں تنازعات ومخاصمات جتنے قدیم ہیں اتنا ہی فصل خصومات کی ضرورت کا احساس بھی قدیمی ہے۔قرآن کریم نے حضرت داؤد کو اعلیٰ قاضی خصومات بتایا لیکن ان سے بہتر ان کے بیٹے سلیمان کو قرار دیا ہے۔تاریخ اسلام میں نبی کریمؐ دور دراز علاقوں کے والیوں کو فصل خصومات کی ہدایت فرماتے تھے، ان میں سب سے اعلیٰ وارفع قاضی علی ابن ابوطالب کو قرار دیا ہے۔ کہتے ہیں فدک کا نبی کریمؐ کے تصرف میں آنے کے کچھ عرصہ گزرنے کے بعد آپؐ نے وفات پائی اور آپؐ کی وفات کے بعد ابوبکر نے اس پر قبضہ کیا، زہراء نے دعویٰ کیا یہ میرا حق ہے یہاں زہراء مدعی اور ابا بکر مدعیٰ الہ ہیں۔قانون قضاوت کے تحت زہراء کو چاہیئے تھا خود قاضی کے پاس حاضر ہو جاتیں دعویٰ درج کراتیں، قاضی ابوبکر کو طلب کرتے، باب قضاوت میں مدعی کے ذمے گواہ اور دلائل ہوتے ہیں کہ آپ تمسکات اور گواہ لائیں۔زہراء کو اپنا دعویٰ ابوبکر ابن ابی قحافہ سے تسلیم کروانے کے لئے پہلے اپنے شوہر کو بھیجنا چاہیئے تھا، ان سے بات کریں۔کتاب الزہراء عبق رسالہ عبیر محمد تالیف ام الحسنین سنہ ۱۳۴۲ھ محرم ص ۱۶۷ فدک رسول اللہ کو ملنے کے بعد زہراء نے اپنی فقر و نیاز وضروریات کا مظاہرہ کیا تو پیغمبرؐ نے کہا یہ آپ کے لئے میری طرف سے آپ پر صدقہ ہے جسے زہراء نے خوشی سے قبول کیا اور فدک ملنے کے بعد زہراء خوش ہوگئیں اور ام ایمن، علی، اور حسنین کو اس پر گواہ رکھا۔پیغمبر ﷺ کی وفات کے بعد فاطمہ ام ایمن کو لائیں، علی اور حسنین کو لائیں خلیفہ کے پاس گواہی دی لیکن شہادتیں واپس کرنے کے بعد ان سے احتجاج کیا، ابا بکر کے لئے خاموشی کے علاوہ اور کچھ نہیں رہا، زہراء واپس آئیں دل محزون واپس آئیں اور پھر ابا بکر کے پاس نہ جانے کا فیصلہ کیا۔علی ابن ابوطالب نے زہراء کو مشورہ دیا جب ابوبکر ابن ابی قحافہ تنہا ہوں تو اس وقت ان سے بات کرنا ان سے کہنا، آپ میرے باپ کی جگہ پر بیٹھے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں ان کے خلیفہ ہیں، اگر فرض کریں فدک آپ ہی کا حق ہو، اگر میں آپ سے مانگوں تب بھی آپ پر فرض بنتا ہے کہ فدک مجھے واپس کریں۔علی ابن ابوطالب کے اس مشورہ سے زہراء میں امید کی ایک کرن پیدا ہوئی، چند دِنوں کے بعد زہراء ابا بکر کے پاس گئیں اور یہی بات ابا بکر سے کہی۔ابا بکر نے سر نیچے کیا پشیمان ہوئے کہا آپ سچ کہتی ہیں فوراً کاغذ منگوایا اور فدک زہراء کے لئے واپس کیا۔زہراء ابا بکر کے دربار سے نکل رہی تھیں ہاتھ میں وہی کاغذ تھا خوشی میں تھیں اتنے میں عمر ابن خطاب آئے کہا یہ کیا ہے؟

ابوبکر ابن ابی قحافہ نے کہا فاطمہ نے فدک کا دعویٰ کیا اور ام ایمن، علی اور ان کے فرزندوں نے گواہی دی تو میں نے واپس کیا۔ عمر ابن خطاب نے زہراء کی طرف رخ کیا کاغذ کو زہراء سے چھین لیا اور پھاڑ کے پھینکتے ہوئے کہا یہ فئے مسلمین ہے۔ اوس بن حدثان، عائشہ، حفصہ گواہی دیتی ہیں کہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہم معاشر انبیاء ارث نہیں چھوڑتے جو کچھ ہم نے چھوڑا ہو وہ صدقہ ہے کتاب کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد۲ ص ۱۸۱ تا لیف علی ابن عیسیٰ ابی الفتح اردبیلی متوفی ۶۹۲ھ سنہ طبع ۱۴۲۶ھ ناشر مجمع جہانی اہل البیت۔ امام محمد باقر سے نقل ہے ایک دن فاطمہ رسول اللہ کے پاس آئیں علی ابن ابوطالب کی شکایت کی یارسولؐ اللہ جو کچھ گھر میں آتا ہے علی ابن ابوطالب اس کو مسکینوں میں تقسیم کردیتے ہیں، پیغمبرؐ نے فرمایا فاطمہ آپ میرے بھائی ابن عم کے بارے میں شکایت کرتی ہیں مجھے غصہ دلاتی ہیں ان کی ناراضگی میری ناراضگی ہے، میری ناراضگی اللہ کی ناراضگی ہے۔ فاطمہ نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسولؐ کی ناراضگی سے پناہ مانگتی ہوں۔

صاحب کتاب لکھتے ہیں فدک کے بارے میں زہراء نے ایک ایسا خطبہ دیا ہے جس سے فصحاء و بلغاء حیرت میں پڑے ہیں۔

خطبہ فاطمہ زہراء:۔

ظلامات فاطمہ زہراء کی ایک سند خطبہ فاطمہ زہراء ہے اس کے تحت جب آپ نے فدک سے آپ کے وکیل کو برطرف کرنے کی خبر سنی تو آپ مسجد میں تشریف لے گئیں اور انصار و مہاجرین سے خطاب کیا۔ یہ خطبہ کتاب الاحتجاج تالیف ابی منصور احمد بن علی بن ابی طالب متوفی چھٹی صدی ناشر مؤسسہ اعلمی للمطبوعات ص ۹۷ پر ہے اس کا راوی عبداللہ بن حسن بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی ابن ابی طالب متوفی ۱۴۸ھ کے قریب کا ہے۔ یہ خطبہ تین حصوں میں دیا گیا جو خطبہ آپ نے مسجد نبوی میں فرمایا ہے ایک حمد و ثناء اور اپنے تعارف کے بعد پہلے مرحلے میں مسلمانوں کو خطاب کیا ہے، پھر ابا بکر سے خطاب کر کے کہا اے فرزند ابوقحافہ کیا آپ اپنے باپ سے ارث لیں اور میں اپنے باپ سے ارث نہ لوں، پھر آپ نے اپنے لئے ارث ہونے کے بارے میں قرآن سے ان آیات سے استدلال کیا سورہ نمل آیت ۱۶ سورہ مریم آیت ۶ سورہ انفال آیت ۷۵ سورہ نساء آیت ۱۱ سورہ بقرہ آیت ۱۸۰ ان آیات سے اپنے وارث واحد ہونے کے دلائل دیئے ہیں۔

دوسرا حصہ زہراء جب مسجد گئیں تو علی ابن ابوطالب گھر میں آپ کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے، گھر میں آتے ہی علی ابن ابوطالب سے خطاب کیا ''**یابن ابی طالب اشتملت شملت َالجنین**''، مثل جنین

چھپ کے، ایک تہمت زدہ انسان جیسے بنے بیٹھے رہو، پر و بال شکستہ باز جیسے بیٹھے رہو، ابن ابی قحافہ نے میرے باپ کے عطیہ کواولادوں کی گزراوقات کو چھین لیا اور مجھ سے دشمنی مول لی ہے یہاں تک کہ انصار و مہاجرین مجھ سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ آج میرا کوئی دفاع کرنے والا ہے نہ مجھ سے ظلم روکنے والا ہے، اس طرح سخت تند وتیز اہانت وجسارت آمیز اور تحقیر آمیز وملامت آمیز کلمات سے علی ابن ابوطالب سے خطاب کیا۔ گویا واقعہ ساز نے عمداً یا نہ جانتے ہوئے علی ابن ابوطالب کی جسارت کی ہے نیز زہراء نے مسجد میں انصار ومہاجرین کے حضور میں دعویٰ کرتے ہوئے خود کو باپ کا وارث پیش کیا چند لمحات ہی گزرے تھے کہ دعویٰ نحلہ کیا۔

تیسرا حصہ جب زہراء مریض ہوئیں تو مہاجرین و انصار کی خواتین آپ کی عیادت کے لئے آئیں اور آپ کی خیریت دریافت کی تو آپ نے ان کے جواب میں فرمایا ''**اصبحتُ عائفة لدنیا کنّ قالیة لرجالکنّ**...... تمھاری دنیا سے نفرت اور تمھارے مردوں سے عداوت رکھتی ہوں۔'' **ویحهم ان زعزعوا ها عن رواس الرساله و قواعد النبوت والرسالة و محبط روح الامین و .... لدنیا والدین**''، انھوں نے علی ابن ابوطالب میں کونسی برائی دیکھی ہے، کیا علی کی برائی میدان میں شجاعانہ دشمنوں پر وار کرنا تھا؟ یا کیا جنگ میں کود پڑنا علی ابن ابوطالب کی بہادری شجاعت مبسلا نا ان کے لئے عیب تھی؟۔

دختر گرامی رحمت العالمین اور آپ کے شوہر میں کسی قسم کا نقص وعیب نہیں تھا جس طرح وہ ان کی کفو تھیں اسی طرح خلافت میں بھی انکا کفو یکتا تھا لیکن علی ابن ابوطالب کو خلافت سے دور کرنے والے بدنیت نہیں تھے کیونکہ ان کی نیک نیتی کو تاریخ نے ضبط کیا ہے وہ ڈرتے تھے کہ خلافت علی ابن ابوطالب کے خاندان میں نہ چلی جائے علی ابن ابوطالب خود کو مال و دولت اور خلافت سے باندھنے والے نہیں تھے لیکن اس خاندان میں مال و دولت اور اقتدار کے بھوکے نکلے محمد بن حنیفہ کے بیٹوں نے نئے مذہب کی بنیاد ڈالی ہے ایک نے کسانیہ دوسرے نے مرجئہ کی بنیاد ڈالی عبداللہ محض کے بیٹوں نے بیک وقت خلافت کا دعویٰ کیا، عبداللہ بن جعفر یزید کی بیعت میں گئے انکے فرزند معاویہ نے الوہیت کا دعوی کیا۔

یہاں ہم پہلے مرحلے میں اس خطبہ کی سند اور متن پر ملاحظات پیش کرتے ہیں۔

اس خطبہ کا راوی چوتھی پشت زہراء سے عبداللہ محض ہے، عبداللہ محض بنی ہاشم کی ان شخصیات سے تعلق رکھتے ہیں جو انتساب بہ اہلبیت کے افتخار میں مستغرق اور حرص شدید اقتدار رکھتے تھے چنانچہ انہوں نے

بیک وقت اپنے بیٹے محمد اور ابراہیم کو دو جگہ امام مقرر کیا تھا۔ انھوں نے امام صادق سے اپنے بیٹے محمد کی تائید و حمایت کرنے کے لئے کہا تو امام نے انہیں فرمایا آپ دین کو اٹھائیں تو ہم آپ کے ساتھ ہیں، آپ خاندان کو نہ اٹھائیں تو انھوں نے امام صادق سے کہا آپ میرے بیٹوں سے حسد کرتے ہیں قارئین یہ اس خطبے کے راوی کا مختصر تعارف ہے۔

اگر خلافت ان لوگوں کے پاس جاتی تو کیا حال ہوتا لیکن ابوبکر ابن ابی قحافہ وعمر ابن خطاب نے خلافت کو اپنے خاندان میں نہیں رکھا۔ وفات پیغمبرؐ کے بعد ہونے والے انتقال اقتدار میں حرص اقتدار کوئی نام ونشان نہیں ملتا یعنی نبی کریمؐ ابھی دفن نہیں ہوئے تھے کہ چند گھنٹوں میں بغیر کسی فتنہ وفساد اور جبر وتشدد کے انتقال اقتدار کا فیصلہ ہوا اور دفن نبی کریمؐ کے بعد دوسرے دن مسجد میں بیعت عام ہوئی۔ اس کے بعد تمام امت نئے جانشین کی قیادت ورہبری میں روم سے لڑنے کے لئے پہلے سے طے شدہ لشکر کے ساتھ روانہ ہوئی اور سرخروئی سے واپس آئی۔ اسی طرح مرتدین سے جنگ لڑی سرخروئی سے واپس آئے، مانعین زکوٰۃ سے جنگ لڑی سرخروئی سے واپس آئے، غنائم جنگی اور اسراء ساتھ لائے۔ دوبارہ روم سے لڑنے کے لئے شام کی طرف رخ کیا اور فتح وفتوح کے پرچم لہرائے عظمت وشوکت اسلام میں روز افزوں اضافہ ہوتا گیا۔ امپراطور روم وفارس کے رہنے والوں میں خوف وہراس اور رعب دبدبہ سایہ فگن ہوا، مشرکین وکافرین کے ساتھ منافقین کی دل شکنی وحوصلہ شکنی ہوئی۔ تیس سال فتح وفتوح کے بعد جنگ داخلی مسلمین باطنیہ کے وجود میں آنے کے بعد سے شروع ہوئی، اس جنگ کے واقعات یقیناً جہاں حق وحقائق پر مبنی ہوں، فضا وماحول سب گواہ نطاق ہوتے ہیں اختلاف کی گنجائش کے فقدان کا سامنا ہونے کی وجہ سے حضور گواہان کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ پوری امت حاضر وناظر ہوتی ہے۔ اگر دعویٰ فرضی ہو حقد وکینہ پر مبنی ہو بغض وعداوت پر مبنی ہو شائبہ صدق فاقد ہو تو یقیناً کذب در کذب جھوٹ در جھوٹ افتراء در افتراء مسلسل رہے گا۔

متن خطبہ زہراء:۔

یہ خطبہ جس کتاب میں درج ہے ارسال مرسلات میں سے ہے، خطبہ جہاں سے نقل کیا ہے اس کے راوی کا ذکر نہیں کیا، خطبے میں تین جگہ تضاد پایا جاتا ہے۔

فدک پر ابا بکر کے قبضے کی خبر سننے کے بعد انصار ومہاجرین اور ابا بکر سے جب خطاب کیا تو دعویٰ ارث کی بنیاد پر کیا میں ہی محمدؐ کی وارث ہوں، آپ نے آیات سے استدلال کیا لیکن ان آیات کو آپ نے بیان نہیں کیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے یہ فاطمہ دختر رسول اللہؐ نہیں تھیں، جنہوں نے ابا بکر کو قرآن سے اعراض

وروگردانی کا طعنہ دیا لیکن خود دو آیتوں سے صرف نظر کیا جیسے آیت ارث زوجات ۲۔ آیت ارث کلالہ، جب بیٹی ایک ہوتی ہے تو کلالہ ارث لیتے ہیں۔

۱۔ جہاں آپ نے ابا بکر وانصار ومہاجرین سے ارث کا دعویٰ کیا۔

۲۔ جب آپ گھر آئیں تو علی ابن ابوطالب سے خطاب میں دعویٰ کی بنیاد نحلہ قرار دیا۔

۳۔ جب خواتین انصار ومہاجرین آپ کی عیادت کے لئے آئیں تو آپ نے فدک کا ذکر کئے بغیر علی ابن ابوطالب کے اقتدار کی بات کی اور اس کے لئے نبی کریمؐ کے کسی فرمان سے استناد نہیں کیا بلکہ دین شہنشاہی سے متمسک ہوئیں۔

دعویٰ شاید بے بنیاد وناقابل اثبات ہونے کی وجہ سے مرتضٰی عاملی جیسے خس و خاشاک مثل حشا شیون استدلال کرنے والے نے اپنی دوجلد کتاب ''مأساۃ زہراء'' میں اس خطبے کا ذکر تک نہیں کیا۔ وہ بھی اس خطبے کا ذکر کرنے اور نام لینے سے شرمندہ ہوئے ہیں۔

جسارت ابا بکر ابن ابی قحافہ اور عمر ابن خطاب بساحت مقدسہ فاطمہ کے حوالے سے اس سلسلہ میں وارد نقولات ہمارے لئے اخبار ہیں جبکہ خبر میں احتمال صدق وکذب دونوں پائے جاتے ہیں، ممکن ہے اخبار صدق ہو یا عین ممکن ہے کذب وافتراء ہو، اس سلسلہ میں اس کے گرد وپیش کے قرائن وشواہد کو دیکھنا ہوگا۔ آئیں دیکھتے ہیں ابا بکر ابن ابی قحافہ اور عمر ابن خطاب کو زہراء بنت محمدؐ سے عداوت ونفرت کس وجہ سے تھی؟ کیونکہ کسی کو کسی سے عداوت ونفرت بغیر سبب نہیں ہوتی، ان کے درمیان نفرت وعداوت کی کیا وجوہات تھیں؟ اس پر مفروضات پیش کرتے ہیں:

۱۔ کیا ابوبکر ابن ابی قحافہ کو زہراء بنت محمدؐ سے نفرت ان کے باپ کی وجہ سے تھی کہ انہوں نے اس کا انتقام ان کی بیٹی سے لیا؟ لیکن اسے کوئی دشمن اسلام بھی قبول نہیں کرسکتا ہے۔ ابوبکر ابن ابی قحافہ نبی کریمؐ کے مبعوث برسالت ہونے سے پہلے آپؐ کے گرویدہ ودلدادہ تھے جب آپؐ مبعوث برسالت ہوئے تو سب سے پہلے آپ نے ''**امناک و صدقناک**'' کہا۔ نبی کریمؐ کی دعوت قبول کرکے آپ ایمان لانے اور ان سے دفاع پر قریش مکہ کی طرف سے کئی دفعہ زجر کا نشانہ بنائے گئے۔

۲۔ علی ابن ابوطالب سے عداوت تھی اور انتقام زہراء سے لیا ہے؟ لیکن اس واقعے سے لے کر واقعہ کربلا تک خاندان اہل بیت محمدؐ میں علی ابن ابوطالب وحضرات حسنین حتیٰ امام صادق تک کو ابوبکر ابن ابی قحافہ وعمر ابن خطاب کا حد سے زیادہ احترام کرتے دیکھا گیا ہے۔

۳۔ابوبکرابن ابی قحافہ وعمرابن خطاب دونوں سابقین اسلام وہجرت تھے گرچہ قبل از بعثت ابوبکر وحضرت محمدؐ دونوں حبیب ومحبوب تھے،اس وقت کے اصحاب میں ماسوائے علی ابن ابوطالب ان کے پلے کا کوئی نہیں تھا۔

۴۔عمرابن خطاب اپنے بارہ سالہ دورخلافت میں علی ابن ابوطالب اورحضرات حسنین کا اپنی اولاد سے زیادہ احترام کرتے تھے اورتمام معاملات میں علی ابن ابوطالب سے مدد لیتے تھے۔

۵۔عمرابن خطاب نے اپنی آخری ہدایات میں چھ افراد پرتبصرہ کرتے ہوئے کہا اگر یہ عہدہ علی ابن ابوطالب کودیں گےتو تمہیں خیرالدین ودنیاکےراستے پرگامزن کریں گے۔

۶۔ابوبکراورعمرابن خطاب کا فاطمہ زہرا سے ایساسلوک کرنے کی نسبت دی گئی ہے اگرسچ ہوتا توبنی ہاشم اپنی پشت درپشت ان کے خاندان سے نفرت کرتے لیکن ایسا کرنا تاریخ میں نہیں ملتاہے۔

۷۔کہتے ہیں زہراء کا پہلوشکستہ ہوالیکن جس کا پہلوشکستہ ہوجائے اسے کیسے قرار آسکتا ہے،علی ابن ابوطالب نے ان کے علاج کی کوئی کوشش کی ہواس کا ذکرنہیں کیا۔

۸۔علی ابن ابوطالب زہراءکورات کے وقت گدھے پرسوارکرکے مدینہ کے گھروں میں لے جاتے اوروہ وہاں جاکرروتی تھی۔

۹۔اسی طرح کہتے ہیں علی ابن ابوطالب سے غصہ وناراضگی اوررسولؐ اللہ سے شکایت کی کہ گھرمیں جو چیزآتی ہے علی ابن ابوطالب فقراء ومساکین میں تقسیم کرتے ہیں اورہم بھوکے رہتے ہیں۔یا کہا جھاڑو کرکرکے تھک گئی ہوں مجھے خادمہ چاہیے۔زہراء کے اظہارناراضگی سے تنگ آکرعلی ابن ابوطالب مسجد میں جاکرسوتے تھے۔حضرت محمدؐ نے اپنے پاؤں سے علی کویہ کہہ کراٹھایا"**یا قم یا ابا تراب**"یہاں سے آپ کا لقب ابی تراب ہوگیا۔

۱۰۔آغازدعوت سے لیکرآخری لمحات نبی کریمؐ تک جوذوات سفروحضراورنشیب وفرازمیں آپ کا ساتھ دینے والی شخصیات تھیں قرآن کریمؐ کی آیات میں جن کی مدح آئی اورجنہوں نے تحت شجرحتی الموت نبی کریمؐ کی بیعت کی تھی وہ مہاجرین ہیں کیا انہوں نے بھی زہراء کے خطاب وشکایت کونہیں سنا یقیناً وہ مہاجرین بھی نہیں ہوسکتے وہ پاکستان میں دہشت گردی پھیلانے والے دیاراسلام سے ہجرت کرکے دیارکفر کووطن قراردینے والے،مملکت اسلامی کومملکت الحادیہ بنانے کےعزائم رکھنے والےاورملک میں جبری لوگوں سے چندہ لیکرآف شوربنانے والےمہاجرین ہوں گے۔

۱۱۔ بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب و بنی اسد غیور تھے یہ جس فاطمہ کو خاندان بنی ہاشم سے نسبت دی ہے وہ یقیناً یہاں کے بے غیرت اور اپنی ناموس کو اقتدار کیلئے اغیار سے مصافحہ کرانے والے سیاستدانوں ہی سے ہو گی۔

سند و متن و موضوعات خطبہ فاطمہ زہراء:۔

خطبہ زہرا کے مصادر کتاب سلیم بن قیس ھلالی، احتجاج طبرسی، الامامیة والسیاسة ابن قطیبہ دینوری ہیں اما سند میں وضع وساختہ واضح نظر آتا ہے، تلاش و تحقیق مزید کی ضرورت نہیں ہے۔ احمد بن یحییٰ علی ابن ابی طالب طبرسی القرن سادس عن عبداللہ بن حسن محض عن امۃ فاطمہ زہراء کو جب خبر ملی کہ ابوبکر و عمر ابن خطاب نے فدک زہرا کو دینے سے منع کیا تو خود خاندان کی خواتین کے ساتھ مسجد گئیں۔

خطبہ حمد وثنا رب جلیل کے بعد صلوٰۃ بر نبیؐ کے بعد اپنے سے منع ارث کا ذکر اور ارث کو قرآن سے ثابت کیا انصار سے خطاب کر کے اپنی حمایت نہ کرنے پر ان کو نقد کا نشانہ بنایا اور ان کی مذمت کی ''**وقال**

ثمّ رمت بطرفها نحو الأنصار فقالت: يا معشر النقيبة و اعضاد الملة و حضنة الأسلام ،ما هذه الغميزة فى حقى والسنة عن ظلامتى ؟ امّا كان رسول اللهؐ أبى يقول :((المرء يحفظ فى ولده))؟سزعان ما احدثتم ، وعجلان ذا اهالة ولكم طاقة بما أُحاول ،وقوّة على ما أطلب و أزاول ، أتقولون مات محمدؐ؟ فخطب جليل.

فألتفت فاطمه الى الناس و قالت :

معاشر المسلمين المسرعة الى قيل الباطل المفضية على الفعل القبيح الخاسر ، افلا تتدبرون القرآن أم على أقفالها ؟ كلا بل ران على قلوبكم ما أسأتم من أعمالكم ، فأخذ بسمعكم و أبصار كم ، ولبئس ما تأولتم ، و ساء مابه أشرتم ، و شر ما منه اغتصبتم !لتجدنَّ والله محمله ثقيلاً، و غبه وبيلاً، اذا كشفلكم الغطاء ، وبان بأوراثه الضراء .و بدالكم من ربّكم مالم تكون تحتسبون ، و خسر هنالک المبطلون .

''ايّها المسلمون أأغلب علىٰ ارثى ؟يا ابن ابى قحافة أفى كتاب الله ترث أباک ولا ارث ابى ؟ لقد جئت شيئاً فرياً! افعلى عمد تركتم كتاب الله و نبذتموه وراء ظهور كم ؟اذ يقول :﴿ وورث سليمان داوود ﴾ وقال فيما اقتص من خبر يحى ابن زكريا اذ قال :﴿ فهب لى من لدنک وليّا يرثنى و يرث من آل يعقوب ﴾ وقال :و أولو الأرحام بعضهم

اولی ببعض فی کتاب الله ﴾ثمّ عطفت علی قبر النبی و قالت :

قد کان بعدک انباء وھنبثة لو کنت شاھدھالم تکثر الخظب

أنا فقد الأرض و ابلھا و اختل قومک فاشھدھم ولا تغب

گھر واپس آ کر علی ابن ابوطالب کو دیکھ کرغصہ اور ناراضگی سے لبریز زبان میں کہا ایک تہمت زدہ انسان پرشکستہ پرندے جیسے بیٹھومیری ارث بچوں کا لقمہ حیات چھین لیا ہے علی ابن ابوطالب سے ابوبکرابن ابی قحافہ وانصار کی شکایت کی پھرمہاجرین وانصار کی خواتین سے خطاب میں کہا تف واُف تمہاری دنیا پر تمہارے مردوں کے لئے ہمارے دل میں نفرت کے علاوہ کچھ نہیں پھر گھر آ کر غم وغصہ سے علی ابن ابوطالب سے خطاب میں کہا'' **قالت لأمیر المؤمنین :یابن ابی طالب ، اشتملت شملة الجنین ، وقعدت حجرت الظنین ، نقضت قادمة الأجدل فخانک ریش الأعزل ھٰذابن ابی قحافة یبتزنی نحلة ابی و بلغة ابنیّ! لقد و أجھد فی خصامی،و ألفیته ألد فی کلامی حتی حبستنی قیلة نصرھا ،والمھاجرة وصلھا و غضب الجماعة دونی طرفھا ، فلا دافع ولا مانع ، خرجت کاظمة ، وعدت راغمة ، أضرعت خدّک یوم أضعت خدّک افترست الذئاب ، افترشت التراب ، ما کففت قائلا ، ولا أغنیت طائلاً ولا خیار لی ،لیتنی مت قبل ھنیئتی ، ودون ذلّتی عذیری الله منه عادیاً ومنک حامیاً، ویلای فی کل شارق ! ویلای فی کل غارب إمات العمد ، ووھن العضد شکوای الی!وعدوای الی ربّی ! اللّھم انّک اشد منھم قوة و حولاً ، وأشد بأسا تنکیلاً .**

۱۔خطبہ مسجد میں ارث کا ذکر کیا نحلہ کا ذکر نہیں کیا

۲۔علی ابن ابوطالب سے اپنے بچوں کی قوت وعیش کا ذکر کیا خواتین سے علی ابن ابوطالب کی خلافت کا ذکر کیا انصار ومہاجرین کی بے اعتنائی کا ذکر کیا۔

علی ابن ابوطالب سے خطاب میں علی ابن ابوطالب کے ہمت شکستہ، بزدل، تہمت زدہ انسان ہونے اور اپنی حمایت نہ کرنے کی شکایت کی اور کہا کہ اپنے بچوں کی گزر اوقات اب کہاں سے کروں۔

۳۔خواتین سے خلافت علی ابن ابوطالب کو نہ دینے کا ذکر کیا اس سلسلے میں نص قرآن کا ذکر کیا نہ نص رسولؐ کا، صرف میدان جنگ کے کردار کا ذکر کیا ''**قالت: اصبحتُ والله : عائفة لدنیا کنَّ ، قالیة لرجالکنَّ،لفظتھم بعد أن عجمتم وسئمتم بعد أن سبرتھم فقبحاً لفلول الحد ،**

واللعب بعد الجد، وقرع الصفاه و صدع القناة ، و ختل الآراء وزلل الأهواء ، وبئس ما قدّمت لهم أنفسهم : أن سخط الله عليهم وفی العذاب هم خالدون ! لا جرم لقد قلّد تهم ربقتها و حمّلتهم أوقتها و شننت عليهم غاراتها فجدعاً و عقراً وبعداًللقوم الظالمین.

ویحهم انّی زعزعوها عن رواسي الرسالة ،وقواعد النبوة والدلالة ، و مهبط روح الامین ، والطبین بأمور الدنیا والدین ؟ ! نقموا واللّٰه منه نکیر سیفه ، وقلّته مبالاته لحتفه ، و شدة وطأته ، ونکال وقعته ،وتنمره فی ذات اللّٰه و تاللّٰه لو مالوا عن المحجة اللایحة ، وزالوا عن قبول الحجة الواضحة ، لردهم الیها" .

۲۔متن خطبہ سے واضح ہے یہ کسی دشمن عنید وحقید بہ اسلام کا لکھا ہوا خطبہ ہے کیونکہ دشمن قریش بھی اس درجہ پرنہیں پہنچے تھے کہ کسی صادق وامین انسان کے خلاف سراسرتہمت وافتراء پراتر آئیں خطبہ آغاز سے لیکرانتہاءتک تضاد وتضارب پر مشتمل ہے محسوس ہوتا ہے کہ کسی جاہل ونادان اصول ودیانت سے عاری یا اقتدار کے لئے پریشان یا نبی رحمت محمدؐ کے لئے حقد وکینہ سے بھرے انسان نے لکھا ہے۔

امّا موضوعات خطابات میں ایک ارث ہے دوسرا دنیا مہاجرین وانصار سے نفرت اوران کے لئے دل میں دشمنی کا جگہ بنایا۔اورتیسرا اقصاءعلی ازخلافت۔

اگراس خطبہ کے کلمات تشریح ہونے سے عام مسلمانوں کے دلوں میں جومقام ومنزلت زہراء ہے وہ مٹ جائیگا، یاوہ کہیں گے روم کے زندان سے کسی ایک خاتون نے"**وا معتصما** " کی فریاد بلند کی تھی جس پر پورے عراق وفارس وعجم کے امیرالمؤمنین حرکت میں آئے لشکرکشی کی اورروم جاکےاس خاتون کورہا کرواکے لائے لیکن محمدؐ کومکہ سے آپ کی جان ومال وناموس سے دفاع کرنے کا وعدہ وثیق دینے والے آج اس کی بیٹی کی فریاد پراس کی نصرت کونہیں پہنچے؟ معلوم ہوتا ہے یہ خطبہ زہراء کے دنیا سے گزرنے کے بعد زہراء سے منسوب کیا گیا ہے، یہ زہراء کا خطبہ نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ اس طرح کی گفتگونہیں کرتی تھیں، حیرت ہے جوزھراء کی عصمت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور جوان کی عصمت کو مافوق عصمت انبیاء سمجھتے ہیں انہوں نے یہ خطبہ کیسے جاری کیا ہے؟ یہ خطبہ مسلک شیعہ پرایک ہائیڈروجن بم ثابت ہوگا،اس سے ان کے تمام عقائد ہوا میں گم وناپید ہوجائیں گے مٹ جائیں گے۔اس خطبہ سے نعوذ باللہ علی ابن ابوطالب کی تذلیل ہوتی ہے علی ابن ابوطالب خلافت کی صلاحیت کے حامل تھے جبکہ یہ خطبہ ان کی اہلیت کے فقدان کی دلیل بنے گا۔امّا

خلافت امیر المؤمنین کو نہ ملنے کی شکایت کی زہرا کی شکایت اپنی جگہ اس وقت درست لگتی ہے اگر زہرا ایک دیہاتی خاتون تصور کریں، صنف اناث جہاں ان کے باپ صاحب عزت وسلطنت ہوں تو توقع رکھتی ہیں کہ یہ مقام کسی دن ان کے شوہر کو ہی ملے گا اگر ان کا شوہر مرد شجاع ومرد میدان اور قوت ایمانی والا ہو اور انہیں وہ منصب نہ ملے تو شکایت ضرور کرے گی لیکن کونسی خاتون وہ خاتون جس کا ہم وغم ودنیا اپنے بچوں کی زندگی کے لئے ہو اور وہ رعیت کے دکھ درد کا ادراک ہی نہ رکھتی ہو اس کی دنیا اس کا گھر ہو تو اس کیلئے بیرون گھر کچھ بھی نہیں ہوتا۔

انقلاب اسلامی ایران کے وزیر اعظم علی رجائی بم دھما کہ میں قتل ہوئے رجائی کے چہلم میں ان کی زوجہ نے اجتماع سے خطاب میں امریکہ، عراق اور مجاہدین خلق سب کو سخت ترین تیز ترین لہجے میں دھمکی دی اور حکومت جمہوری اسلامی ایران کے مسئولین کو اپنی اور اپنے بچوں کی طرف سے یقین دہانی کروائی کہ ہماری ہر چیز اس ملت اور اس حکومت کی راہ میں قربانی کے لئے وقف ہے اسی طرح ان کے بچوں نے کہا ہم زندہ ہیں۔

خطبہ فاطمہ زہراء۔

انقلاب اسلامی ایران کی قیادت علماء و روحانیوں نے امام خمینی کی سرپرستی میں کثیر جدوجہد و مشقت سے حکومت حاصل کر لی عالم اسلامی میں جہاں جہاں جن کی رگ اسلامی میں سیکولرازم کے جراثیم نہیں لگے تھے ان کی امیدوں میں جان ڈال دی تھی انہوں نے بھی خوشیاں منائیں اور خود ان کو بہت غرور و تکبر آیا، انھوں نے دنیا کے متکبرین ومستکبرین طاقت وقدرت والی امپراطور عالمی سے اپنی ملت آزاد کروایا اور انہیں ذلیل وخوار کر کے نکال دیا، انہیں یہ اعزاز حاصل ہوا دنیا والے ان کے غرور کو تسلیم کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کا غرور درست قرار دیا انہوں نے ساتھ ہی عالم اسلامی کو وحدت امت کی طرف دعوت دی ہے لیکن رفتہ رفتہ یہ دعویٰ یہ دعوت بوغ ثابت ہوتے گئے، وہ اپنے اعزاز وافتخار سے محروم ہوتے نظر آنے لگے، غور و خوض سے نگرانی کرنے والوں نے دیکھا وہ امت اسلامی کی وحدت تو چھوڑیں اس راہ میں حائل چھوٹی سی مٹی کی اینٹ یا ایک گٹھڑی بھی اٹھانے کیلئے آمادہ نہیں ہے بلکہ مجمع عالمی اہلبیت کی تاسیس کر کے بچے کھچے وہم و خیال کو دھوتے گئے، باطنیہ کی ساخت افسانے بقول پنجابی نجفی، آغائے منتظری نے خطبہ زہراء کی شرح کی اس کی اسناد ومتون فاسدہ کو چھپایا فضل اللہ بیچارے کو ایران میں آنے پر پابندی غیر اعلانی لگایا، اپنے ملک میں خطبہ زھراء کے نام سے خود ساختہ، ابتداء سے انتہاء بے معنی، جھوٹ اور جہالت پر مبنی ادنی سے عورت کے

لئے بے زیب لیکن دختر خاتم النبیین سے منسوب کیا جس سے علماء اسکی وتوضیح وتشریح سے لوگوں کورلاتے ہیں، ابھی تک اس کے اردگرد غور نہیں کیا، حوزہ والے جو پرانے فرسودہ خیالات کی تجدید کرتے رہے لیکن اس کو نہیں نکال سکتے۔ وحدت اسلامی کے نام سے کانفرنسیں ودعوتیں اور رسالے جاری کیے تو دوسری طرف ادارہ مفرق مسلمین کی حمایت بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔

زہراء نے کسی سند کو بنیاد بنا کر علی ابن ابوطالب کے لئے خلافت نہیں مانگی:۔

۱۔کیا یہ مقام اللہ نے میرے باپ کو دیا ہے۔

۲۔باپ نے میرے شوہر کو دیا ہے

۳۔باپ کے بعد وراثت مجھے منتقل ہوتی ہے، یہ تینوں مدعیٰ ناتمام ہیں یہ مقام کسی بھی نبی کو حتیٰ خاتم النبیینؐ کو بدون پشت پناہی و جانی قربانی نہیں ملے بلکہ اس کے حصول میں تمام مہاجرین وانصار شریک ہیں۔

۴۔نبی کریمؐ نے یہ مقام نہ علی ابن ابوطالب کو دیا ہے نہ کسی اور کو کیونکہ یہ مقام خالص اللہ کا ہے اور نبیؐ کو بغیر حکم اللہ کسی کو دینے کا حق نہیں پہنچتا یا یہ عوام کا حق ہے اور عوام کا حق نبیؐ اپنے داماد کو کیسے دے سکیں گے۔

۵۔مشترکہ ہے جہاں تک علی ابن ابوطالب کے جنگوں میں لڑنے کی بات ہے کہ اگر علی ابن ابوطالب نے جرأت وطاقت دکھائی ہے تو دوسروں نے بھی قربانی دی ہے جانیں دی ہیں لہٰذا یہ مقام کسی فرد مخصوص کا نہیں لہٰذا جس کسی نے لیا ہے وہ غاصب نہیں ہوگا۔

۶۔جس انداز میں اس موضوع کو لکھا ہے پوری حقیقت و واقعیت اور عزائم وخواہشات فاسدہ باطنیہ سے قریب القریب نظر آتی ہیں۔

۷۔فاطمہ زہراء ابوبکر ابن ابی قحافہ صدیق وعمر فاروق وعلی ابن ابوطالب سب بنا مہائے استعارہ ہیں ان میں سے کسی بھی ہستی خاص کر دختر رسول کی شان سے نامناسب استعمال ہوا ہے

فدک کا دعویٰ مالکیت:۔

فدک کی ملکیت کے بارے دعوائے زہراء اور جواب ابوبکر ابن ابی قحافہ دونوں مخدوش ومتضاد اور متضارب ہیں۔ زہراء نے دعویٰ کیا یہ جگہ نبی کریمؐ نے مجھے نحلہ میں دی ہے یعنی ہبہ کی ہے جبکہ آپ سے منسوب خطبہ میں آپ نے دعوائے ارث کیا ہے جو ایک دوسرے کو نقض کرتے ہیں۔ جواب ابوبکر اس لئے

مخدوش ہے کہ’’ **انا نحن معاشر الانبیاء لا نورث** ‘‘حقیقت سے متصادم ہے کیونکہ قرآن کریم میں انبیاء کی ارث کا ذکر آیا ہے۔ جہاں نبی کریمؐ دفن ہوئے یا ام المومنین عائشہ رہتی تھیں یا زوجات نبیؐ کریم کے حجرات تھے وہ صدقات میں نہیں لئے گئے۔

فاطمہ زہراء فدک کے بارے میں کس قسم کا دعویٰ کرتی تھیں؟ فدک رسولؐ اللہ نے مجھے ہبہ کیا ہے یا فدک ملک خاص رسول اللہؐ تھا اور میں واحد وارث ہوں؟ کس بات کو مانیں گے اگر ہبہ ہے تو ہبہ نامہ ہونا چاہیئے رسول اللہ کی مُہر ہونی چاہئے شاہد وگواہ ہونے چاہئیں، حکم قرآن ہے کہ یہ چیزیں حضور شہود انجام دیں، اگر ہبہ ہے تو دیگر وارثین از دواج اور عم کو یکسر محروم رکھنا بلا جواز ہے کیونکہ وارث نہ ہونے کی صورت کلالہ ارث لیتی ہے، یہ رجحان حکم قرآن کے خلاف ہے۔ پہلے تو یہ ثابت کرنا چاہئے یہ ملکیت رسولؐ اللہ تھی، پھر تمام وارثین رسولؐ اللہ کو ملنا چاہیئے۔ رسولؐ اللہ نعوذ باللہ آج کل کے وزراعظم وصدر جیسے نہیں تھے کہ جاتے وقت سارے خزانے کو لوٹ کر لے جائیں۔ پاکستان کی نام نہاد جمہوریت میں ۲۰ کروڑ آبادی میں ۱۶۰ سے زائد سیاسی پارٹیوں میں پی پی، مسلم لیگ نواز، تحریک انصاف والے جو خود اپنی جگہ ارب پتی ہیں اور ارب پتی والوں کی پشت پناہی کرتے ہیں انہی تینوں کا مک مکا ہے۔ ان کی مقدس جمہوریت اس بدترین استبدادیت کے سر پر چڑھائی ہوئی چادر ہے۔ نواز شریف ارب پتی، بلاول ارب پتی، زرداری ارب پتی، شہباز ارب پتی، عمران خان ارب پتی چوہدری برادران شجاعت و پرویز ارب پتی ان سے کم جو دو چار ممبران اسمبلی سمجھتے ہیں کہ ان کی مالی حالت بہت پتلی ہے وہ بھی کروڑوں کے مالک ہوتے ہیں، کیپٹن صفدر پر ۹ ارب روپے کی کرپشن کا مقدمہ ہے، اسحاق ڈار پر ۸۳۱ ارب روپے سرمایہ رکھنے کا مقدمہ ہے ان میں سے اکثر پر نیب اور دیگر عدالتوں میں مقدمات زیر سماعت ہیں لہٰذا عوام کو شرافت کے نمونے یہی لوگ نظر آتے ہیں۔ تمام عالم اسلام کے حکمران کرپشن میں ملوث رہے اور بہت سے پکڑے بھی گئے ہیں ان ارب پتیوں نے ایک مشترکہ کمپنی بنائی ہوگی کہ ہم کرپشن میں بہت بدنام ہوگئے ہیں، ہمارے چہرے مسخ ہورہے ہیں اس تاثر کو تھوڑا کم کرنے کے لیے نعوذ باللہ حضرت محمدؐ پر بھی کرپشن کا ایک مقدمہ بنائیں۔ لہٰذا رسول اللہ کو بھی یہ لوگ ان سیاستدانوں کے کردار کی وجہ سے سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں۔ سوچنے سمجھنے کا مقام ہے جس پیغمبرؐ نے اپنی ۲۳ سالہ جدوجہد میں مقام عرفات میں عصبیت وقومیت واقرباء پروری کو پاؤں تلے روندڈالا تھا آپؐ نے عباس کے سود کو معاف کیا اور جور بیعہ کے خون سے دستبردار ہوئے وہ نبی نعوذ باللہ فدک کے ذریعے بنی ہاشم کو دولت مند دیکھنا چاہتے ہیں؟ یہ حضرت محمدؐ کو اقربا پرور دکھانے کی مذموم کوشش کی ہے؟ میدان سے حاصل خمس بنی

ہاشم کیلئے، یعنی بنجر و غیر آباد زمین بنی ہاشم کیلئے جبکہ نظام حکومت چلانے والے اموال اپنی بیٹی کے لئے، کیا یہ وہی اقرباء پروری نہیں ہے جس میں عثمان ابن عفان مبتلاء ہوئے؟

اگر ہبہ ہے تو صرف زہراء بنت محمدؐ کے لئے کیوں؟ آپ کی نو ازواج تھیں لیکن انہیں کچھ نہیں دیا۔ کیا خاتم النبیین جنہیں خالق کائنات نے رہتی دنیا تک ہمارے لیے اسوہ قرار دیا کیا ان سے ایسے سلوک کی توقع کی جاسکتی ہے، جنہوں نے بار بار صنف اناث کی سفارش کی ہے؟ زہراء آپ کی عزیزہ تھیں علی ابن ابوطالب جیسا شوہر رکھتی تھیں، حسنین جیسے فرزند تھے، جبکہ ازواج بے سہارا تھیں۔ لہٰذا کبھی ہبہ کی بات کرتے ہیں کبھی ارث کی بات کرتے ہیں۔ ابھی تک اس آگ کو جلانے والوں کی زبان مشکوک ہے وہ اس سلسلے میں روشن و واضح انداز میں کوئی ایک بات نہیں کہہ سکتے ہیں۔ سیرت ائمہ اثنا عشر تالیف ہاشم معروف اسی طرح جن کتابوں میں یہ قصہ آیا ہے جن میں کتاب احتجاج طبرسی ہے، موسوعۃ کتاب شناس شیعہ آغا بزرگ تہرانی اپنی گراں قدر کتاب الذریعہ جلد اص ۲۸۰ میں لکھتے ہیں یہ کتاب ابی منصور احمد ابن علی ابن ابی طالب طبرسی کی ہے جس کی تمام کی تمام روایات مرسلات ہیں۔

فدک قرآن وسنت میں:۔

فدک کے حوالے سے شور و غوغا کرنے والوں نے تین آیات سے استناد کیا ہے۔

ا۔ اکثر و بیشتر فدک کے بارے میں لکھنے والوں نے سورہ اسراء کی آیت ۲۶ سے استناد کیا ہے کہ فدک پیغمبرؐ کے تصرف میں رہا یہاں تک کہ سورہ اسراء کی آیت ۲۶ نازل ہوئی تو پیغمبرؐ نے فدک کو ذوی القربیٰ کی حیثیت سے زہراء کو دیا۔

سورہ انفال کی پہلی آیت ﴿يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْأَنفَالِ قُلِ الْأَنفَالُ لِلَّهِ وَ الرَّسُولِ﴾ اور ﴿وَ اعْلَمُوا أَنَّما غَنِمْتُم مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَ لِلرَّسُولِ وَ لِذِي الْقُرْبَى وَ الْيَتامى وَ الْمَساكِينِ وَ ابْنِ السَّبِيلِ﴾۴۱ سے استدلال کرتے ہیں۔

ا۔ بغیر جنگ و لشکر کشی تسلیم ہونے والوں کے اموال ملکیت خاصہ رسولؐ اللہ میں نہیں اگر دیں تو یہ عمل اس وقت کے حکمرانوں کے عمل کے برابر ہوگا جنہوں نے ملک کی دولت اپنے اقرباء میں تقسیم کی ہے۔ اس صورت میں ایک اسلامی حاکم اور سلاطین آل بویہ، فاطمیین صفوی، پاکستان کے زرداریین و شریفیین میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔

۲۔ زہراء ذوی القربیٰ میں نہیں آتی ہیں اولاد و والدین ذوی القربیٰ میں نہیں بلکہ ذوی القربیٰ

والدین کے اقرباء کو کہتے ہیں چنانچہ قرآن کریم میں سورہ بقرہ آیت ۸۳ سورہ النساء آیت ۸، ۳۶ سے پتہ چلتا ہے ذوی القربی والدین کے مقابل میں آتے ہیں۔

۳۔ فدک کو سورہ اسراء کی آیت کے نزول کے بعد زہراء کو دیا۔ یہ نقل اپنی جگہ مشکوک، مخدوش اور اسطورہ سازی ہے اس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

۴۔ قرآن میں کلمہ ذوی القربیٰ کے سیاق وسباق سے نظر انداز کر کے روایت سے جوڑا گیا ہے جو اپنی جگہ دقت طلب ہے۔

۵۔ یہ کہنا کہ ان کی ماں کا احسان ہے۔ اگر احسان ہے تو اسے پوری نسل پر منطبق کرنے کی کیا منطق ہے۔ دوسرا احسان مادی بدترین احسان ہے۔

۶۔ کسی کو زیادہ دینا بھی اسراف ہے زہراء ایسی نہ تھیں کہ اپنی گزراوقات اور ضروریات سے زیادہ کا مطالبہ کریں مہمان نوازی کرنا، فقراء ومساکین اور محتاجوں میں تقسیم کرنا یہ زہراء کا کام نہیں بلکہ علی کا کام تھا زہراء آج کل کی ان مکشفات والی خواتین جیسی نہیں تھیں جو این، جی، اوز کی خدمت کرتی ہیں لیکن نام قوم کا لیتی ہیں۔

۷۔ یہ سورہ احزاب کی اس آیت کے منافی ہے جس میں ازواج نبیؐ میں سے بعض نے پیغمبرؐ سے مطالبہ کیا کہ ہمارے ماہانہ اخراجات میں اضافہ کریں تو اللہ نے آیت نازل کی اگر وہ موجودہ تقسیم سے راضی ہیں تو بیٹھی رہیں اور اگر زیادہ کی خواہاں ہیں تو طلاق لے کر نکل جائیں۔

فدک سیرہ رسولؐ وخلفاء تالیف سید علی فضل اللہ الحسینی جلد ۳ ص ۴۵۹ صاحب کتاب نے لکھا ہے فتح خیبر کے بعد رعب اہل فدک پر چھا گیا وہ نصف اموال درآمدات نبی کریمؐ کے لئے دینے پر آمادہ ہوئے جس کو رسولؐ اللہ نے منظور کیا۔ سیوطی نے درمنثور میں ابی سعید خدری سے نقل کیا ہے جب آیۃ ''**وأت ذی القربیٰ**'' نازل ہوئی تو آپ نے زہراء کو بلا کے فدک ان کو دیا۔ ابن مردویہ نے ابن عباس سے نقل کیا ہے جب یہ آیت اتری تو رسولؐ اللہ نے اس کو فاطمہ کو دیا فیروز آبادی فضائل خمسہ من الصحاح ستہ جلد ۳ ص ۱۳۶ مجمع البیان میں طبرسی نے یہ حدیث ابی سعید خدّری سے نقل کی ہے یہی حدیث امام باقر سے بھی نقل ہے۔ فدک زہراء کے قبضے میں رہا۔ یہاں تک کہ نبیؐ کی وفات کے بعد خلیفہ اول نے زہراء سے چھین لیا۔ لہٰذا لوگ فدک کے نام سے رلاتے ہیں اگر مجھے کہیں دوبارہ کسی اجتماع سے خطاب کا موقع مل جائے تو میں قرآن عزیز پر فرقوں قادیانیوں اور خانیوں کے متحدہ احزاب کا قرآن پر ڈھائے جانے والے مصائب کو پڑھ کے

رلاؤں گا۔

سورۃ حشر آیت ۶ میں آیا ہے یہ مال حکومت اسلامی کی دولت ہے یہ کسی فرد و جماعت کا نہیں ہے۔ دنیا میں رائج تقسیم دولت میں افراط وتفریط اور تناؤ ایک فرد یا ایک جماعت کی دولت سازی سے نہیں بنا ہے۔ ملکیت خاصہ کے علمبرداروں نے افراد کے نام سے دنیا میں ایک طرف مشہور ترین وامیر ترین افراد بنائے ہیں تو دوسری طرف ملائین فقراء، مساکین، بھوکے، پیاسے اور عریاں وننگے افراد چھوڑے ہیں اور افراد کو محروم رکھا ہے، تمام دولت قتل وکشتار وویرانی وبربادی کے لیے اسلحہ خریدنے پر خرچ کررہے ہیں۔ بتائیں کیا زہراء اوران کے شوہر اوران کے عزیز فرزندان ایک خاندان کے سرمایہ دار بننے والے بادشاہ تھے، کیا آپ امت میں کسی امتیاز کے داعی تھے، اس کا جواب سورہ حشر آیت ۶ میں آیا ہے تاریخ میں آیا ہے علماء نے لکھا ہے فدک کو اٹھانے والے فتنہ جو، فتنہ پرور، فتنہ پسند اور اہل البیت اطہار کو جاگیرداری نظام کے داعی متعارف کرنے والے ہیں نعوذ باللہ انہوں نے خاندان نبی کریمؐ کو اپنے ملک کے سیاسی خاندانوں جیسا سمجھا ہے جن میں سے اکثریت پر کرپشن کے بڑے بڑے مقدمات چل رہے ہیں جیسا کہ پیر ۲۴ شوال ۱۴۳۹ھ دنیا اخبار کے پہلے صفحے میں آیا ہے صرف نواز شریف نے حکومت سے ۳۳ ارب روپے چوری کئے ہیں، اسی اخبار میں آیا ہے زرداری اوران کی بہن کو عدالت عالیہ نے ۳۵ ارب روپے کی چوری میں ۲۷ شوال کو طلب کیا ہے۔

انفال

انفال مادہ نفل سے ہے جس کی کئی اقسام ہیں۔ نفل ان اموال کو کہتے ہیں جو کسی شخص یا گروہ سے مخصوص نہیں ہوتے ان میں دریا، نہریں صحراء، باغات، پہاڑ، آبادی کے بعد ویران ہونے والی جگہیں، علاقہ چھوڑ کے جانے والوں کی جگہیں جن کا کافی زمانے سے کوئی مالک نہ ہو، افراد ان جگہوں کا اتنا استحقاق رکھتے ہیں جتنا وہ جدوجہد سے حاصل کرتے ہیں جتنا وہ آباد کرتے ہیں اس کے مالک ہوتے ہیں، کُل کے مالک نہیں ہوتے ہیں یہ اللہ اور رسولؐ کی ملکیت میں جاتے ہیں۔ سورہ انفال آیت ۴۱ جنگ میں دشمنوں کو شکست دینے کے بعد، وہاں سے حاصل اموال پانچ حصوں میں تقسیم کرتے ہیں، کل مال کو غنیمت کہتے ہیں طریقہ تقسیم کو خمس کہتے ہیں۔ چار حصے مقاتلین کے درمیان تقسیم کرتے اور پانچواں حصہ خود نبی کریمؐ لیتے تھے۔ آپؐ یہ پانچواں حصہ اسلام ومسلمین کے کاموں میں ریاست اسلامی میں معذور اور ناتوانوں کے سرپرست کے عنوان سے اور حکومت کی ضروریات کے ذمہ داری کے حوالے سے لیتے تھے لہٰذا آیت میں نبی کے ذوی القربیٰ آیا ہے جن کی کفالت پیغمبرؐ پر ہے، ان کی ذمہ داریاں پیغمبرؐ پر ہیں اس کے بعد مسلمین یتیم، ابن سبیل

اور جنگی ضروریات میں خرچ کرتے تھے۔فقراء کے بارے میں قرآن میں سورہ بقرہ آیت ۲۹۳ سورہ توبہ آیت ۷ سورہ حشر آیت ۸ میں آیا ہے۔

مساکین کے بارے میں سورہ بقرہ آیت ۱۷۷ سورہ مائدہ آیت ۸۹،۹۵ سورہ نساء آیت ۸ وبالوالدین احسان سورہ بقرہ آیت ۸۳،۲۱۵ سورہ نساء آیت ۳۶ سورہ انفال ۴۱ سورہ توبہ آیت ۶۰ سورہ حشر آیت ۷ سورہ نحل آیت ۹۰ ملاحظہ کریں۔صاحب جواہر نے انفال کی پانچ قسمیں بتائی ہیں۔اسی طرح وہ زمین جو بغیر قتال حاصل کی ہو دشمن وہاں سے چھوڑ کے گئے ہوں۔

موسوعہ کویتی جلد ۷ ص ۱۱۸ انفال جمع نفل ہے،نفل کا معنی جو چیز زیادہ ہے جبکہ اصطلاح میں اس کے بارے میں پانچ اقوال ہیں۔انفال معجم فقہ جواہر جلد ا ص ۵۰۷ انفال جمع نفل ہے یا نفل۔کتاب مصباح اللغت میں غنیمت کا معنی کیا ہے قاموس میں'' **نفل زيادة عن الاموال على جهة الخصوص كما كان للنبى سميت بذالک لانها هبة من الله تعالىٰ له زيادة على للخمس اكراما له و تفضيلا له على ذالک بغير ه''**

فئے۔

فئے موسوعہ فقہی کویتی جلد ۳۲ ص ۲۲۷ فئے لغت میں ظل یعنی سایہ کو کہتے ہیں۔فئے کی جمع افیاء ہے، تفیاء سایہ میں بیٹھنا،فئے زوال کے بعد مشرق کی طرف جو سایہ بنتا ہے؛ دوسرا معنی رجوع کا ہے فاء الی الامر یعنی رجع ہے۔اصطلاح فقہ میں فئے یعنی لشکر کشی کئے بغیر والے اموال جہاں اہل کفر سے بغیر جنگ مصالحت کی ہو۔فئے کے بارے میں حشر آیات ۶، ۷ میں آیا ہے فئے جو نبیؐ کو ملا ہے وہ پورے کا پورا نبیؐ کے تصرف میں دیا ہے، یہ خمس کی مانند نہیں ہے، فئے کی تقسیم اس طرح ہے کہ اسکا ایک حصہ اللہ اور رسولؐ کو جاتا ہے جو رسولؐ اپنے اور اپنے اہل خانہ پر صرف کرتے ہیں باقی مسلمانوں کی جنگی وسائل و دیگر مصارف میں صرف کرتے ہیں کہا ﴿ **مالفاء الله و رسوله** ﴾ یہ رسول کو دیا اس کا مطلب ملک خاص رسول اللہ نہیں ہے کیونکہ ''**فلله و للرسول**'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو کوئی چیز دی نہیں جاتی کیونکہ وہ خود مالک کل کائنات ہے۔

کتاب دائرۃ المعارف قرن عشرین جلد ۷ ص ۵۶۵،فئے کی جمع افیاء فوء آتا ہے،فئے جہاں سے سورج کی شعائیں ختم ہوتی ہیں اس کی جگہ سایہ آتا ہے اسے فئے کہتے ہیں۔یہ زوال شمس سے غروب آفتاب تک ہوتا ہے۔اصطلاح شریعت میں فئے،غنیمت وخراج یہ تینوں قریب المعنی ہیں یعنی دشمنان دین سے بغیر جنگ وقتال ملنے والی غنیمت کو کہتے ہیں،چاہے وہ اپنا علاقہ چھوڑ کر جائیں یا جزیہ وخراج دینے کیلئے مصالحت

کر کے جائیں، غنیمت اس سے اخص ہے اور انفال اس سے بھی اخص ہے۔

دشمن بغیر کسی جنگ وجدال کے اپنا مال چھوڑ کے گئے ہیں جیسے بنی قینقاع، بنی نضیر، بغیر جنگ اپنا مال چھوڑ کے گئے ہیں بنی نضیر سے حاصل اموال کو نبی کریمؐ نے مہاجرین میں تقسیم کیا کیونکہ مہاجرین بغیر خانہ و آشیانہ تھے، کوئی کسب وکاج و درآمد نہیں رکھتے تھے وہ عیال انصار بنے ہوئے تھے۔ تاہم نبی کریمؐ نے انصار کی دل شکنی کو جبران کرنے کے لئے ان سے اجازت لیکر مہاجرین میں تقسیم کیا اور کچھ ضروریات جنگی گھوڑے اور اسلحہ خریدا۔ جو کہتے ہیں سورہ حشر کی آیت ۶، ۷ میں آیا ہے یہ یتیموں اور مساکین وفقراء بنی ہاشم کا ہے، یہ مزاج قرآن عمل رسولؐ اللہ سے متصادم ہے اگر اس طرح ہوتا تو بنی ہاشم اس وقت متمول ترین لوگ ہوتے۔

فی زمانہ یہ زمین کس کی ملکیت ہوگی ان دونوں میں زاویہ اسلام سے گفتگو کرنے کے لئے اسلام میں ملکیت زمین کے بارے میں بحث وگفتگو کرتے ہیں۔ ہماری بحث کو آسان وسہل اور قابل اعتماد کرنے کے لئے ایک مقالہ مرحوم محمد ھادی معرفت مجلّہ اندیشہ حوزہ شمارہ ۲ ص ۱۹۰ پر لکھا ہے زمین کو سورہ بقرہ آیت ۲۹ سورہ رحمٰن آیت ۱۰ کے تحت اللہ نے قطع نظر مسلمان وکافر وملحد سب کے لئے جائے سکونت واستفادہ قرار دیا ہے۔ تمام روئے زمین، خودرو درخت، خودرو چراگاہیں، چشمے، جنگلات، دریا، معادن ظاہری، معادن زیر زمین، پرندے، چرندے اور مچھلیاں یہ سب ملکیت عامہ میں آتی ہیں۔ جس جس نے جتنا اپنے قبضے میں لیا اور اسے آباد کیا ہے اتنی مقدار میں وہ اسکا مالک بنتا ہے۔ جبکہ اصل زمین کا کوئی مالک نہیں بنتا زمین کے اتنے حصہ کا انسان مالک ہے جتنا آباد کیا ہے، آبادی کے آثار جب تک ہیں وہ اس کا مالک ہے اور آثار ختم ہونے کے بعد اس کی ملکیت سے نکل جاتی ہے جیسے زلزلہ سیلاب یا ترک کرنے کے بعد یا خشک سالی کے بعد وہاں سے کوچ کرنے کے بعد وہ اس کی ملکیت میں نہیں رہتی ہے، نشانیوں سے رجسٹر سے کوئی مالک نہیں بنتا ہے، سورہ نجم آیت ۳۹ میں آیا ہے کہ انسان کو وہی ملتا ہے جو اس نے سعی وکوشش کی ہے، ملکیت عمل سے آتی ہے۔

زمین کلی طور پر جہاں بھی ہو تین قسم کی زمین ہے۔

۱۔ انفال ہے ۲۔ بائر ہے۔ ۳۔ خراجی ہے۔

۱۔ انفال وہ زمین ہے جو زمین موات ہے۔ جب سلطنت اسلامی کے لشکر وہاں قبضہ کرتے تھے اس وقت وہ زمین آباد نہیں تھی جیسے بیابان، غیر مزروعہ علاقہ آباد کر سکتے ہیں لیکن وہ جو آباد نہیں یا قابل آباد نہیں ہے، انسانوں کی کاوشیں وہاں نہیں پہنچتی ہے، اس میں جنگل، چراہ گاہیں، دریا کے کنارے وآبشار ہیں جو طبیعی طور پر کسی کے قبضے میں نہیں ایسی زمین کو زمین انفال کہتے ہیں۔

۲۔زمین بائر پہلے آباد تھی لیکن گزشتہ زمان کے ساتھ لوگوں کے چھوڑنے سے غیر آباد ہوگئی اسے موات ثانوی کہتے ہیں۔دوسرا موات ارضی یعنی خراب شدہ ویران شدہ ہے، یہاں بھی زمین کا رقبہ پہلے مالک کی ملکیت سے نکل جاتا ہے۔

۳۔زمین خراجی۔زمین خراجی وہ زمین جہاں لشکر اسلامی لشکر کشی کرنے کے بعد خود چھوڑ گئے ہیں یا ان کو یہاں سے بدر کیا ہے۔اس وقت اس زمین کو زمین ''**مفتوح العنوۃ**'' کہتے ہیں، طاقت سے فتح شدہ زمین چاہے وہاں کے لوگ سب مسلمان ہوجائیں یا جزیہ دینے پر آمادہ ہوکر آباد کرنے والے ہوں وہ جزیہ دیں یا لگان دیں۔وہاں سے جو لگان آتا ہے وہ پیغمبرؐ کے ہاتھ میں ہوتا ہے آپ جہاں چاہیں خرچ کریں۔

جبکہ ہمارے علاقے میں ارض موات اس زمین کو کہتے ہیں جس سے کوئی فائدہ نہیں یعنی بنجر زمین ہے کیوں کہ وہاں کوئی پانی نہری یا آسمانی نہیں مثلاً جھیل بنی ہے یا ریگزار ہے یا نمکزار ہے یہاں کسی قسم کی انتفاع نہیں چاہے پہلے آباد تھی یا پہلے سے غیر آباد تھی جیسے دنیا میں موجود بہت سے دشت وبیابان پڑے ہیں۔ دنیا میں دشت و بیابان اور پہاڑ کا کوئی مالک نہیں لیکن بلتستان کی عوام بڑی خوش قسمت ہے کہ وہاں کے ناخواندہ علماء نے پہاڑ، بہتے نالے، ریگستان اور جھیلیں قریب کی آبادیوں کو ہبہ کر کے دی ہیں لیکن یہ حق کہاں سے انہیں ملا ہے خود ان سے پوچھیں۔

علاقہ گلگت بلتستان کے علماء کی فقہ میں ان کے گھروں کے چارطرف پہاڑ ،معادن ،صحرا، بہتے نالے بنجر زمین ان کے حریم ہیں، اس حریم کی کوئی مدالبصر سے زیادہ ان کی جاگیر ہے۔یہ حد کہاں سے ماخوذ ہے اگر مسلمان ہیں اور قرآن وسنت عملی رسولؐ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں تو انہیں اس حریم کی سند پیش کرنا ہوگی۔

اسلام میں دعویٰ کے ثبوت کے لیے طاقت وقدرت نمائی مجامع عمومی میں احتجاج کی نوبت نہیں آتی ،ضعیف وقوی کے درمیان فیصلہ قانون کرتا ہے یہاں دونوں کو قانون قبول کرنا ہوتا ہے آیت قرآنی ہے ﴿**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَ الرَّسُولِ**﴾ علی اور معاویہ ابن ابوسفیان کے درمیان اختلاف ہوا، پوری امت نے دن دہاڑے مسجد میں علی ابن ابوطالب کی بیعت کی ہے، مدینہ سے حضرت کے ساتھ آنے والے مہاجرین و انصار ایفاء بیعت کیلئے آئے تھے، ہر ایک گواہ ہے امیر المومنین علی ابن ابی طالب ہیں لیکن لشکر نے کہا دونوں کو قرآن وسنت کے فیصلے کو قبول کرنا ہوگا۔جس کسی نے منہ موڑا اس کا حساب امت کرے گی۔

جیسا کہ پہلے تذکرہ کیا ہمارا موضوع گفتگو زمین فدک تھی۔زمین فدک ملک خاصہ رسولؐ اللہ ہے

جیسا کہ سورہ حشر آیت ۷، ۸ کے تحت ملکیت رسولؐ اللہ ہے پیغمبرؐ بحیثیت رسول آپ کی دو حیثیتیں ہیں۔

۱۔ایک حیثیت محمدؐ ہیں اس کو ملکیت ذاتی رسولؐ اللہ کہیں گے۔

۲۔دوسری حیثیت رسولؐ ہیں۔ یہاں ملکیت خاصہ رسولؐ کہنے کا مطلب اس میں کوئی جنگجو شریک نہیں ہے مجاہدین وہاں جنگ کرنے نہیں گئے، یہ علاقہ ان کے توسط سے فتح نہیں ہوا، اس حوالے سے زمین فدک مثل زمین بنونضیر اور بنوینقاع سے حاصل اموال جو پہلے مصرف ہوئے یہاں بھی مصرف ہوگی، اگر ملکیت ذاتی رسولؐ اللہ کہیں گے تب بھی یہ تمام مصارف ذاتی رسول، عطیات، تحف رسول میں نہیں جائیگی، ملکیت خاصہ یعنی رسول اسلام و مسلمین کی مصلحت میں جہاں خرچ کریں مراد ہے۔تنہا زہراء کو دینا درست نہیں ہوگا کیونکہ رسولؐ اللہ کی وارث فاطمہ زہراء کے علاوہ زوجات بھی ہیں اس میں کلالہ بھی شامل ہیں۔ جو مال پیغمبرؐ کے ساتھ مخصوص ہے اس مال دولت کو فئے کہتے ہیں یعنی حکومت کے مال میں غنائم اور زکوٰۃ فئے آتی ہے۔فئے پیغمبرؐ کے لئے ہے اس کا مطلب ہے پیغمبرؐ بحیثیت رئیس مملکت تصرف کرتے تھے۔

فدک کے بارے میں غوغا و شور شرابہ، گریہ وزاری، سرکوبی، سینہ کوبی اور بعد میں چلو مرغ بریانی خوری کی بجائے حکم قرآن پوچھنا چاہئے کہ اس سلسلے میں حکم قرآن کیا ہے۔جن لوگوں نے اللہ نبی کریم محمدؐ اور قرآن کو پیچھے چھوڑا وہ قرآن کا حکم سننے سے خائف رہتے ہیں کہیں آیات قرآن آسمانی بجلی کی مانند ان کی نقلیات خود ساختہ اور جعلی عقائد کو گرا کر خاکستر نہ کردیں لیکن ہم الحمدللہ اپنی تمام تر نالائقی و نااہلی کے ساتھ خود کو مسلح بہ آیات محکمات دیکھتے ہیں'' **و نؤمن بآیات المتشابھا و نرجع آیات المتشابھات الی المحکمات او علیٰ عمل الرسول** '' قرآن کریم میں امت مسلمہ کے لئے دو قسم کی ملکیت بیان ہوئی ہیں۔نظام اقتصادی اسلام عالم میں رائج نظاموں جیسا نہیں جہاں یا تو اغنیاء کی بالادستی و استحصال ہے اور بعض خواص اشرافیہ کا قبضہ رہتا ہے جیسا کہ اکثر و بیشتر ممالک اسلامی اس نظام کے حامی ہیں یا سب کچھ حکومت کے قبضے میں ہے اس لئے وہ حکومت بچانے کی تگ و دو میں ہیں جیسا کہ مارکسیزم میں ہے لہٰذا کمیونسٹ نظاموں میں حکومت قدرت مند اور طاقتور ہوتی ہے اس لئے ان کی حکومتیں گرتی نہیں ہیں جیسے روس، چین وغیرہ میں جو ایک دفعہ حکمران بن جاتا ہے عموماً وہ حکومت چھوڑتا نہیں اسے ہٹانا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے یا جن قوموں کے پاس زیادہ دولت ہوتی ہے ملکیت انہی کی ہوتی ہے۔دشمنان اسلام نے یہ بھی کہا زہراء دختر رسولؐ خیبر کے صدقات جانے پر روتی رہیں اور اسی احتجاج میں دنیا سے گزریں لیکن ان کے شوہر علی نے عثمان بن حنیف کو لکھا'' **ما اصنع بفدک و غیر فدک و النفس فی غد الجدث** ''۔نہج

البلاغہ کتب ۔۴۵ کیا زہراء کیلئے جو کہانیاں بنائی گئیں ہیں انہیں زیب دیتی ہیں، کیا یہ رونے والے زہراء کے لئے روتے ہیں یا اپنے لئے روتے ہیں جس مال کو اللہ نے قرآن میں متاع کہا ہے اس کے کھونے پر حزن کرنا کوئی صفت نہیں ہوگی بلکہ حزن وملال نہ کرنے کا حکم ہوا ہے۔الحدید ۵۷ اسی طرح لہو ولعب کو اسباب غرور کہا ہے اور اس پر حزن نہ کرنے کا حکم آیا ہے، سورہ انعام، ٦ ارزق کی ذمہ داری اللہ نے اپنے ذمہ لی ہے یہاں زہراء کا اس پر رونا کیا صفت ہوگی یہ محبت کی علامت نہیں ہوگی بلکہ کسی دشمن نے ہی بنائی ہوگی۔

کہتے ہیں فدک زہراء کو رسولؐ اللہ نے اس وقت نحلہ کیا ہے، جب آپ پر سورہ اسراء کی آیت ۲۶ نازل ہوئی ﴿وَ آتِ ذَا الْقُرْبى حَقَّهُ وَ الْمِسْكينَ وَ ابْنَ السَّبيلِ وَ لا تُبَذِّرْ تَبْذيراً ﴾ آپ نے زہراء کو بلا کر فدک زہراء کو دیا یہاں سب سے پہلے دو سوال سامنے آتے ہیں۔

ا۔رسولؐ اللہ کے تصرفات میں موجود اموال دو قسم کے ہیں۔

الف۔خالص آپ کی ذاتی ملکیت میں آتے ہیں، ذاتی ملکیت کے اموال کے تصرفات دو حصوں میں ہوتے ہیں ایک اپنی ذات اور گھر سے متعلق انفاق میں آتے ہیں جس میں اہل خانہ ہوتے ہیں

ب۔والدین ہوتے ہیں۔

پ۔ذوی القربیٰ ہوتے ہیں۔

ملکیت کے بارے میں سورہ بقرہ آیت ۲۱۵ میں آیا ہے۔

دوسری حیثیت جو آپ کے تصرفات میں دی ہے وہ بحیثیت امیر المسلمین سرپرست مسلمین کی ہے، آپ جہاں صحیح سمجھیں دے دیں، آپ کی ترجیحات کے اندر خرچ ہو جس کے بارے میں سورہ حشر کی آیت ۷ ہے۔فدک کے اموال اللہ نے رسولؐ اللہ کی ملکیت خاص میں نہیں دیئے، بلکہ رسولؐ اللہ کے تصرفات خاص میں دیئے ہیں اب جن لوگوں نے سورہ اسراء کی آیت ۲۶ سے استناد کیا ہے۔آیت میں تحریف کر کے اپنا مقصد اخذ کیا ہے، آیات میں تحریف فرقوں کی سنت رہی ہے۔یہاں سر پکڑ کر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے ان باتوں میں چنداں تضاد وتناقض نہیں کیونکہ تناقض وہاں ہوتا ہے جہاں ایک طرف حقیقت دوسری طرف باطل ہو۔لیکن جہاں باطل ہی باطل اور جھوٹ ہی جھوٹ ہو، یہاں سے وہ فکر بھی عیاں ہوتی ہے کہ قرآن کو کسی نہ کسی طریقہ سے کنارے پر لگائیں اور خالص احادیث چلائیں، اگر کہیں مشکل آ بھی جائے تو ایک مجتہد کو تیار رکھیں تا کہ اجتہاد سے دونوں کو صحیح گردانا جائے، لہٰذا قرآن کو کنارے پر لگانے کا سلسلہ اس دن سے شروع ہوا جس دن قرآن کی جگہ اہل بیت اور نبی کی جگہ اصحاب کو رکھا گیا یہ سلسلہ بغیر وقفہ کے جاری ہے۔

انہوں نے پہلی دفعہ آیت میں تحریف کر کے ''**وات ذالقربیٰ**'' کی جگہ ''**فات**'' لگایا ''**ذوی القربیٰ**'' میں فاطمہ زہراءکو گردانا جبکہ فاطمہ محمدؐ کے ذوی القربی میں نہیں ہیں۔اس حوالے سے قرآن کے بارے میں ایک تلخ وناگوار حقیقت یاد آئی جہاں فرقہ باطنیہ قدیم اوراس کی بنات خانی اورقادیانیہ نے ایک اعلان عمومی کیا ہے کہ جوبھی شخص جس بھی حیثیت میں ہووہ اٹھے اورقرآن کا ترجمہ اورتفسیر لکھے۔اس سلسلے میں ماضی کی مثال دیں تو بہت تفاسیر ملیں گی جومشکوک ومخدوش افراد نے لکھی ہیں،ان کی تفاسیر خیانت بقرآن کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

مسخرات ومستہزات واتہامات جسارات بساحت مقدمہ بہ فاطمہ زہراء:

امت اسلامی میں فاطمہ زہرا کا نام:

امت اسلامی میں فاطمہ زہرا کے نام سے دوطرح کا ذکر ملتا ہے،ایک نام جو پوری تاریخ اسلامی میں منفردو یکتاء ہے۔فاطمہ دختر خاتم النبیینؐ کے بارے میں شناخت مشکل نہیں ہے،اس فاطمہ کو سیرت نبی کریمؐ کے آئینہ میں دیکھ کر پہچان سکتے ہیں،نبی کریمؐ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے،میری جان کاٹکڑا ہے،ان کواذیت مجھ تک پہنچتی ہے،ان کی دوسری شناخت ان کے شوہر ہیں کیونکہ طبق فرمان رسول اللہ علی ابن ابوطالب کفو فاطمہ تھے فاطمہ کفوعلی ابن ابوطالب تھیں دونوں ایک جیسے تھے علی ابن ابوطالب کودیکھ کے فاطمہ کی پہچان ہوسکتی ہے۔یہاں بہت عمیق تحقیق کی ضرورت نہیں کہ فاطمہ کیسی تھیں۔ ماسوائے نبوت کے تمام صفات ومزایا میں محمدنمائی میں یکتا تھیں۔آپ کی شان میں علی ابن ابوطالب نے یہ کلمات ارشادفرمائے (**قل یا رسول اللہ عن صفیتک صبری و رق عنھا تجلدی**)(خطبہ۲۰۰ مفتی جعفر)

اذیت وآزارفاطمہ اذیت پیغمبرؐ است

کتاب تحلیل سیرۃ فاطمہ زہراء،ص۲۴ پیغمبر سے نقل ہے

۱۔قال رسول اللہ''فاطمة بَضعةُ منّی ِ فَمَن اَغضَبَها اَغضَبَنِی''،کتاب کنزالعمال جلد۱۲ص ۱۰۸ شمارہ۳۴۲۲۲ جامع صغیر سیوطی جلد۲،ص ۲۰۸ شمارہ۵۸۳۳،صحیح بخاری جلد۵،ص ۹۶ شمارہ ۲۷۸

۲۔حدیث:عن النبی:''فاطمة بضعة منی و هِیَ نور عَینی وَثَمرةِ فؤادی وَروحی الّتِی بَینَ جَنبَتِی،مَن اَذاهَا فَقَد اَذانِی و مَناَذانِی فَقَد اَذی اللهَ، وَمَن اَغضَبَها فَقَد اَغضَبَنِی، یُؤذنِی، یُؤذِینِی مَا آذَاها'' کتاب مسند احمد بن حنبل،جلد۲،ص۳۲۹

۳۔حدیث:قال النبی :" فاطمة بضعة منی، من آذاها فقد آذانی، ومن آذانی فقد آذی الله عزّوجلّ وهٰذا یدل علیٰ عصمتها"۔ابن ابی الحدید ،جلد۱۶،ص۲۷۳

۴۔حدیث "عن الرسول الله انّا الله عزّ و جلّ لَیَغضَب لِغضَبفاطمة ،وَیَرضیلِرِضَها " کتب فوائدالسبطین ،جلد۲ص۲۶شمارہ۳۷۸

۵حدیث: قال رسول اللہ: "فاطمة بضعة منی یؤذینی ما آذاها"۔کتاب صحیح مسلم،جلد۱۶ ص۳بشرح نووی

۶۔حدیث قال رسول اللہ "فاطمة بنت محمد ﷺ وَهِیَ بضعة مِنّی فَمَناَذاهافَقَدآذَنِی، وَمَن آذَنی فَقَد آذی الله" ۔کتاب محجۃ البیضاء،جلد۲،ص۲۱۰

اذیت وآزار بزہراء۔

ان کا کہنا ہے زہراءکواذیت وآزار پہنچانا نبی کریمؐ کوآزار پہنچانے کے برابراور نبی کریمؐ کوآزار اللہ کوآزار پہنچانے کے برابر ہے۔زہراءکواذیت سے پیغمبرؐ کواذیت ہونا معلوم ہے جونا قابل انکار چیز ہے کوئی باپ اگر اشقیاء میں سے نہ ہوتو اپنی اولاد کو پہنچنے والی اذیت سے باپ کواذیت ہوتی ہے۔اذیت مفردات میں کلمہ اذی میں لکھا ہے" **الاذی ما یصل الحیوان**"، ہراس ضرر کو کہتے ہیں جوکسی جاندار کو پہنچتی ہے اعم چاہے ضرر جسمانی ہو یا نفسانی دنیوی ہو یا اخروی چنانچہ سورہ بقرہ آیت ۲۶۳ "اپنے صدقات کو احسان جتا کراوراذیت دے کر برباد نہ کرو" سورہ نساء آیت ۱۶ میں اذیت کے متعلق آیا ہے تو انہوں نے یوں استدلال کیا کہ زہراء کو پہنچنے والی اذیت سے محمدﷺ کواذیت ہوتی ہے،لیکن اذیت رسول اللہ سے اللہ کو اذیت نہیں ہوتی اللہ مغلوب نہیں ہوتا اسے شکست نہیں ہوتی،اللہ پیغمبر کواذیت دینے والوں کوعذاب دے گا۔یہاں اللہ کواذیت کیسے ہوسکتی ہے لہذا یہ کلمہ کفر ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے یہ کسی مسلمان کے منہ سے نکلنے والا کلمہ نہیں کیونکہ یہ کفرآمیز بات ہے یقیناً یہ کسی باطنیہ کی بات ہے۔

عربوں میں خواتین کی انتہائی تعظیم وتوقیر ہوتی تھی وہ دشت وبیاباں میں خاتون کوتنہا دیکھنا برداشت نہیں کرتے تھے،ام سلمہ تنہا مدینہ کیلئے جانے والے راستے پر کھڑی تھیں،کلیدار کعبہ عثمان وہاں سے گزرے دیکھا اور پوچھا کیوں کھڑی ہیں کہاں جاتی ہیں تو کہا اپنے شوہر کے پاس جانا ہے،عثمان نے اپنا اونٹ ان کیلئے پیش کیا،اورانتہائی احترام کے ساتھ شوہر کے پاس پہنچایا۔فاطمہ کوشعب ابی طالب کے حصار میں دیکھیں،اپنی ماں کی تنہائی باپ کی مظلومیت کو دیکھیں،احد میں اپنے عزیز چچا کو خاک وخون میں غلطاں

دیکھیں، تاریخ میں کہیں بھی کوئی فریاد وغوغا فاطمہ سے نہیں دیکھا ہے۔ یہاں میں حقائق و دقائق کے آپریشن تھیٹر پر اس واقع کو رکھ کر شناخت کرنے اور پہچاننے کی کوشش کرتا ہوں۔ آپ خود بھی انصاف کریں گے یقیناً عقل ومنطق کی باتیں مان کر لوگ خوارج سے الگ ہوتے تھے۔ چنانچہ ان دلائل کو سننے کے بعد عصر معاصر کے بعض خوارج اور ان کا ساتھ دینے والوں سے الگ ہونے کی امید رکھتا ہوں۔ دوسری فاطمہ ۳۰۹ھ میں مغرب اور مصر سے متعارف ہوئیں۔ اس نوعیت کی فاطمہ کی تعداد کتنی ہے درست معلوم نہیں۔ التراجم نساء تالیف رضا کحالۃ نے یہ تعداد (۸۰) بتائی ہے، ممکن ہے الف ولیلیٰ فدک میں مذکور فاطمہ ان میں سے کوئی ایک ہو۔ ہمارے پاس دقیق معلومات نہیں تاہم اس بارے میں حدث زنی تین اطراف کی طرف گردش کرتی ہے، یہ تین طرف دو تین صدی ہجری کی دوری میں ہے جو ۳۳۴ھ آل بویہ کی سرپرستی میں بنائی گئی ہے اسے قیراواں یا مصر میں ۳۰۶ھ دور فاطمین نے تنظیم کی ہے۔

۹۰۷ھ کے بعد صفویوں کے دور میں توسیع ہوئی یقیناً یہ دور رسالت یا خلفاء کے دور میں قطعاً نہیں ملتی ہے۔ اس دور میں اس سلسلے میں دور دور تک کوئی شائبہ قیل وقیلات بھی نہیں ملتا ہے۔ کہتے ہیں نطفہ فاطمہ انار بہشت سے بنا ہے لہٰذا نسل آدم صفی اللہ نہیں ہوں گی چونکہ مٹی سے نہیں بنی ہیں چونکہ زمین جنت غیر از زمین دنیا ہوگی یوم تبدل الارض عز۔

ان کے نزدیک فاطمہ مافوق قانون ہے کتاب سیرۃ فاطمہ زہراء تالیف علی اکبر بازادہ ص ۱۰۴ سفینہ بحار ج ۲ ص ۳۷۲ سے منقول ہے جب منافقین نے نبی کریم کو یا محمدؐ کہہ کر مخاطب کیا تو اللہ نے انہیں منع کیا کہ نام لیکر نہ پکاریں، نبی یا رسول کہہ کر پکاریں نبیؐ یا رسولؐ کہہ کر خطاب کریں تو اس پر زہراء نے بھی یا نبیؐ یا یا رسولؐ کہہ کر خطاب کرنا شروع کیا تو پیغمبرؐ نے جواب نہیں دیا چند دفعہ ایسا تکرار ہونے کے بعد پیغمبرؐ نے فرمایا یہ آیت آپ اہل بیت کی شان میں نازل نہیں ہوئی جبکہ اللہ آپ کو نبیؐ یا رسولؐ اللہ سے خطاب کرتے تھے۔ گویا (نعوذ باللہ) انکے مطابق اہل بیت اللہ سے بھی بلند مقام رکھتے ہیں۔

فاطمہ زہراء سوائے حضرت محمدؐ تمام انبیاء سے بہتر ہیں "**لو لم یکن علیا لما کان لفاطمة کفوا علی وجه الارض آدم ومن دونه**" نقل بحار الانوار ۴۳ ص ۴۳۔

یہ بات نچلے درجے کا کوئی مولوی جمعہ وعید کے خطبہ میں "قربۃً الی الشیطان" کہتے ہیں، پھر یہ بات ٹی وی چینلوں میں حاضر مولویوں سے پوچھتے ہیں، کوئی تقیہ کر کے کہتے ہیں "ہم نہیں کہتے ہیں" دوسرے کہتے ہیں یہ شیعوں کا عقیدہ ہے اس پر غصّہ کرتے ہیں کیونکہ شیعوں کے دو تصور ہیں ایک شیعہ علی ابن ابوطالب

وفاطمہ وحضرات حسنین کے پیروان کو کہتے ہیں۔دوسرے پیروان ابی الخطاب اسدی، میمون دیصانی، عبداللہ میمون، عبیداللہ مہدی، حاکم بامراللہ، حسن صباح، کیا بزرگ، اسماعیل صفوی اور آغا خان کے شیعہ ہیں، ان کا دعویٰ ہے اصل علی ابن ابوطالب ہے جبکہ محمدؐ جبرئیل کی غلطی سے نبی بنے ہیں۔ان کا بنیادی ہدف اسلام کو جڑ سے اکھاڑنا ہے۔ان میں سے اگر کوئی ایک غلط ترین کفرترین بات کرے اور اگر اس کے خلاف آواز نکلے تو دوسرا گروہ کہے گا وہ ہم سے نہیں، اب تک جتنے بھی فاسد عقیدے رواج دیئے گئے ہیں اسی طرح دیئے گئے ہیں۔انہیں اسلام کو الٹ پلٹ کرنے کا جہاں بھی موقعہ ملا وہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔کبھی علی ابن ابوطالب کو کبھی زہراء کو اور کبھی حسین کو نبیؐ مکرم پر برتری دیتے ہیں، ان کا عقیدہ ہی یہی ہے لیکن امت کے غیظ وغضب سے بچنے کیلئے محمدؐ کا نام لیتے ہیں۔مختار ثقفی اسماعیلی کو ایسے القابات سے نوازتے ہیں جواب تک کسی نبی کو نہیں ملے ہیں، اگر یقین نہیں آتا تو کتاب ''کنی والقاب قمی'' اٹھا کے دیکھیں لیکن سنیوں کے منہ سے ان کی مذمت سننے میں نہیں آئی بلکہ انہیں تمام مصادر کفر آمیز وفتنہ آور اور خلاف قرآن تیار کر کے دینے والے سنی ہیں، جیسے احمد بن حنبل کی فضائل علی ابن ابوطالب ،نسائی کی خصائص ،اسد اللہ غالب مطلوب کا طالب ،صواعق محرقہ مودۃ قربیٰ کس نے لکھی ہیں؟ ایک کتاب لکھتا ہے دوسرا ممبر پر بولتا ہے، اسی طرح ان دونوں کے اشتراک داخلی کے تحت اسلام کو مارا جاتا ہے۔دیکھنا ہوگا دونوں فرقوں میں ایسی کتابیں لکھنے والوں کا کیا مقام ہے؟ احمد بن حنبل کا کیا مقام ہے حلیۃ الاولیاء لکھنے والے کا کیا مقام ہے؟ سنیوں کا ایک گروہ نکلا ہے جن کا فتویٰ ہے خلفاء پرلعن ہماری صحیح احادیث میں آئی ہے، شہر ابن آشوب علامہ حلی مجلسی، بحرانی، نوری، میلانی اور عاملی کا کیا مقام ہے۔اگر جام غضب کا مستحق کوئی ہے تو ان کو روکنے والوں کی تاریخ دیکھیں، مہدی خالصی، محمد حسین کاشف الغطاء، عبدالکریم زنجانی، محمد حسین طباطبائی، بے سہارا ابوالفضل برقعی محصور ناظم آباد علی شرف الدین ہیں جو نسبی وخاندانی عزیزوں کیلئے بھی خار چشم بنا ہوا ہے۔

ظلامات فاطمہ زہراء:۔

عنوان عنونها فضل الله والعاملي وغيرهما من الكتاب والمؤلفين في لزهراء۔

ا۔کہتے ہیں ان پر بہت ظلم ڈھائے گئے ہیں آپ ۷۵ دن تک حلیف فراش رہی ہیں، بے تابی میں اپنے باپ سے خطاب کیا''**صبت علىّ مصائب لو انّها صبت على الايام صرنا لياليا**'' میرے اوپر اتنے مصائب پڑے اگر دن پر پڑتے تو رات ہو جاتی۔

لیکن منقولات تاریخ مقرر اصول وضوابط سے گزرنا ضروری ہے، یہ ان لوگوں کیلئے جو حوادث تاریخ

میں بحث و تحقیق کرنا چاہتے ہیں لیکن جن لوگوں نے ایسے واقعات از خود پیدا کئے ہیں یا کھڑے ہیں نیز ان کی زندگی ان واقعات سے چل رہی ہے ان کے لئے ان اصول وضوابط کی کوئی قدر و قیمت نہیں، ایسے لوگوں کے نزدیک تحقیق شجر ممنوعہ ہے، ان کے نزدیک مذہب کرکٹ، والی بال جیسا ایک کھیل ہے جو بھی کھیلنا چاہتے ہیں کھیلیں وہی جیتتے ہیں، اس سلسلہ میں ایک مثال فقہی پیش کرتے ہیں، فقہ کے بارے میں لکھتے ہیں فقہ نے دامن حدیث میں پرورش پائی ہے تنہا فقہ نہیں بلکہ تفسیر قرآن بھی اسی خانے کی پروردہ ریزہ خوان اور فرقے بھی اس خانہ کے بچے ہیں۔ سقیفہ ماجرا ساز و کاذبوں نے یہاں سے ماسٹر کیا ہے، ذلت وخواری ومسکنت فقر و بدبختی بھی اس خانہ کا مولود ہے۔

لہٰذا پہلے مرحلے میں یہ واضح کرنا ضروری ہے وہ مظالم کیا اور کس نوعیت کے تھے، کہیں کسی فرد کا نام بطور استعارہ تو نہیں۔ دنیا میں خاص کر مسلمانوں میں یہ نام عام ہے صادقہ، کاذبہ، صالحہ، فاسدہ سب کے لئے رکھتے ہیں، اگر محفلوں میں اداکاری کرنے والی عورتوں کے نام پوچھیں تو راضیہ، صالحہ، صادقہ رضویہ زیدیہ موسویہ زیادہ ملیں گے، اسی طرح یہ بھی دیکھیں کتب رجال میں علی ابن ابی طالب کے نام سے کتنے نام ہیں ابوبکر ابن ابی قحافہ صدیق کے نام سے عمر ابن خطاب کے نام سے کتنے ہیں۔ یہ تاریخ کا حصہ ہے تاریخ کے بارے میں تاریخی اصول کو اپنانا ضروری ہے کہیں ایسا نہ ہو کسی غیر حاجی کی سرتراشی کی گئی ہو اور کسی ظالمہ و فاسدہ پر گریہ زاری ہو رہی ہو۔

علی ابن ابو طالب، حضرات حسنین اور ان کے بعد آنے والے ائمہ کی سیرت کو ترک کر کے صرف اور صرف انتقام کی خاطر خلفاء پر سب وشتم کرنے کا کوئی جواز نہیں بنتا ہے، تاہم زہراء کی خلفاء سے ناراضگی کو علامہ مجلسی نے کتاب بحار الانوار جلد ۴۳ ص ۲۰۲ پر بغیر سند بطور مرسلات یہ قصہ نقل کیا ہے یہ روایت اپنی جگہ بے سند ہونے کے علاوہ اس کا متن بھی کئی حوالوں سے مخدوش ہے، ان کی طرف سے روایت کی سند کا نہ دیا جانا بذات خود روایت کے مخدوش ہونے کے لئے کافی ہے کیونکہ یہ روایت ایسی کتابوں سے ماخوذ ہے جو بذات خود مشکوک و گمنام ہیں، روایت اگر متن کے حوالے سے مخدوش ہو تو سند کے صحیح ہونے یا نہ ہونے کی نوبت ہی ختم ہو جاتی ہے۔

اقصاء وابعاد علی از خلافت، ہجوم بہ خانہ زہراء و کسر ضلع واسقاط جنین، غصب فدک، ان واقعات کے حق ہونے کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ ان روایات کو اہل سنت نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے لیکن جب اہل سنت کی کتابوں میں تضاد نظر آیا تو خود قاضی بن جاتے ہیں کہتے ہیں بعض کو ہم بھی صحیح نہیں سمجھتے چنانچہ شارح

نہج البلاغہ ابن ابی الحدید نے اپنی شرح کی جلد ۱۶ ص ۲۲۷ میں لکھا ہے شیعوں نے جو لکھا ہے اس بارے میں وہ صحیح ہے مجھے قبول ہے لیکن سب نہیں، بعض پر مجھے بھی اعتراض ہے۔ شیعہ سنیوں پر اس لئے لعن کرتے ہیں کہ وہ ابا بکر وعمر ابن خطاب کو مانتے ہیں لیکن جن پر آپ لعن کرتے ہیں ان کی لکھی ہوئیں کتابیں آپ کے لئے دلیل کیسے بنتی ہیں۔ امت سلامی میں فتنہ وفساد کے لئے تالیفات کا آغاز سنیوں نے ہی کیا ہے۔ ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ جو سنی بن کے خلفاء اسلام کے خلاف لکھتے تھے، حکومت بنی عباس کے خلاف ہلاکو کے حق میں مشورہ دینے والے مؤید الدین علقمی کے دوست تھے، یہ نسائی غلو کی سرحدوں کو تجاوز کر کے علی کو مظہر العجائب وغرائب انھوں نے لکھا ہیں۔ قرآن میں اللہ نے تحریف کتب وآیات فروشی کی مذمت میں جو آیات نازل کی ہیں وہ علمائے یہود کے بعد ختم نہیں ہوئی ہیں قلم فروشی وآیات فروشی کا سلسلہ شیعوں اور سنیوں میں سٹیڈیموں میں کھیلنے والی کرکٹ مانند کتب مقابلہ کرنے والوں کا نشانہ ایک ہے کہ اسلام کو کنارے پر لگائیں، یہ جو مظالم خلفاء ان کی کتابوں میں لکھے ہیں پھر ان میں سے بعض خلفاء کو درست بھی سمجھتے ہیں اور مستحق لعن بھی سمجھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ لکھنے والے ہر شخص کو اس کی حیثیت سے قیمت ملتی ہے، بعض کو مناسب قیمت ملتی ہے اور بعض کو کم ملتی ہے۔

جنگ داخلی مسلمین:

بعد از رحلت خاتم النبیینؐ ہجوم بہ خانہ علی ابن ابو طالب، دروازہ سوزی، سقط محسن اور غصب فدک جیسے واقعات جعل کر کے اسلام و مسلمین کو الیٰ یومنا ھذا میدان جنگ داخلی وخارجی میں دھکیل کر رکھا ہے، کتنا مالی خسارہ ہوا اس کا کوئی اندازہ نہیں ملتا ہے۔ ان خود ساختہ واقعات سے اسلام و مسلمین کو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑا ہے لیکن نبی کریمؐ کے بعد سقیفہ میں مختصر سے وقت میں انتقال اقتدار ہوا، اس کو سامنے رکھ کر عصر حاضر میں انتقال اقتدار کتنی مشکلات، تصادم وتعارض اور بعض اوقات قتل وغارت کے بعد وجود میں آتا ہے، اس کا خرچہ اربوں کھربوں سے بھی تجاوز کر چکا ہے۔ اگر کسی ملک میں جنگ داخلی شروع ہو جائے اس سے کتنا خسارہ ہوتا ہے؟ اس حوالے سے گزشتہ دس سال سے زائد عرصے میں پاکستان سے افغانستان، عراق، شام ویمن والوں سے پوچھیں وہاں سے کافی وشافی معلومات ملیں گی لیکن سب نے اتفاق سے اس کا ذمہ امریکا کو قرار دیا ہے لیکن جنگ داخلی مسلمین کا جو سلسلہ باطنیہ نے دوسری صدی سے شروع کیا ہے، اس جنگ کے لئے باطنیہ نے جو قربانیاں پیش کی ہیں اس جنگ کے قہرمان کا نام انھوں نے رکھا ہے۔ سادہ وجاہل اور شکم پرست ومفاد پرست جن کی عقل وخرد سر میں نہیں بلکہ شکم میں ہوتی ہے وہ تسلیم کرنے کیلئے تیار

ہوں کہ یہ فاطمہ خاتم النبیینؐ کی بیٹی ہیں چنانچہ اس پر وہ روتے اور چیخ و پکار کرتے ہیں واویلا کرتے ہیں حالانکہ اس فاطمہ اور دختر خاتم النبیینؐ میں دور دور کا ربط نظر نہیں آتا بلکہ یہ ان سے بالکل مختلف ہے، یہ سمجھنا چنداں مشکل نہیں جب ایام عزا میں جب ذاکر وخطیب کہے عباس یا امام حسین نے لشکر عمر سعد میں سے اتنوں کو قتل کیا تو یہ لوگ تب بھی روتے ہیں۔ میں یہاں زور وطاقت کی بات نہیں کر رہا اور نہ ہی میں بریانی وحلیم کھلا کے سنا رہا ہوں نہ ہی سنہری جلدوں میں پیش کر رہا ہوں اور اسی طرح امراء ووزراء سے تقریب رونمائی نہیں کروا رہا ہوں۔

یہاں یہ دیکھنا ضروری ہے کہ ظالم ومظلوم کون ہیں اور دونوں کے درمیان مدافعات کرنے والے کون ہیں ان کے چہرے سامنے لائے جائیں تو شیعوں کے نزدیک ظالم ابوبکر وعمر ابن خطاب ہیں اور ان کے حامیان اور اتباع کرنے والے انصار ومہاجرین ہیں۔اس کے بعد ان دونوں کو خلیفہ ماننے والے ظالم ہیں مظلوم زہراء تنہا ہیں یا علی ابن ابوطالب،حضرات حسنین ،بنی ہاشم تھے یا صرف زہراء تھیں علی ابن ابوطالب چشم پوش تھے۔

زہراء کیلئے نامعقول فضائل:۔

فاطمہ زہراء اس پورے واقعے میں قہرمان ہے، دختر خاتم النبیینؐ ،صاحب قرآن عظیم کی بیٹی قرآن کریم کی آیات سے،حضرت محمدؐ کی سنت وسیرت قطعیہ اور اپنے شوہر علی ابن ابی طالب،شہسوار وزینت میدان جنگ، بیت المال میں حساب کے دوران دنیا سے خطاب کرنے والا یا دنیا غیری غیری کہنے والے کی سیرت آپ کو یہ اجازت نہیں دیتی یا شاید یہ کوئی اور فاطمہ ہوگی۔

۱۔وہ فاطمہ جو اصل ہو اس کا والد اس کی فرع ہو،اس کا شوہر اس کی فرع ہو،کیا ایسی فاطمہ کسی نے دیکھی؟

۲۔وہ فاطمہ جس کی محبت ہی اساس دین ہو ایسی فاطمہ کسی نے دیکھی؟

۳۔وہ فاطمہ جس کی محبت خلائق پر واجب ہو،ان کی مصیبت کے دنوں میں اس کی بجائے اس کے دشمنوں سے ملی ہو۔

۴۔وہ فاطمہ جس کا کائنات میں علی کے سوا کوئی کفو نہیں وہ آپ کو مصیبت میں چھوڑ کر آپ کے دشمنوں سے مصالحت ومعاونت کریں

ایسی فاطمہ تاریخ اسلام میں تنہا نہیں بلکہ بشریت میں نہیں دیکھی ہے۔یہ کسی عنقاء کا نام ہے یا کسی

فلم ساز نے افسانہ لکھوایا ہو، یا یہودیوں، مجوسیوں اور صلیبیوں کی کسی اقتدار پرست دولت پرست عورت کا نام ہو۔ جس کے نام سے رونے پیٹنے کی مجالس باطنیوں کا پروگرام ہوں۔ آل واصحاب دونوں اصل اللغۃ وعرف عام وخاص اچھے برے دونوں کیلئے استعمال ہوتے آئے ہیں، کسی بھی نبی کی آل واصحاب کیلئے ایسا اعزاز نہیں ملا کہ ان سے سرزد غلطیاں دنیا وآخرت دونوں میں معاف ہوں انہوں نے نبی کو کنارے پر لگا کر پوری شریعت ان کے نام سے چلائی ہو۔ استعمال کلمات میں استبداد چلانا الفاظ کے معانی اوپر نیچے کرنا درحقیقت اسلام کو اساطیر بنانے کی تمہید ہی کہلا سکتی ہے۔

۱۔ کتاب تاریخ اسلامی محمود شاکر ج ۶ میں آیا ہے تیسری صدی میں بہت سی جگہوں پر بہت سے لوگوں نے خود کو ہاشمی وعلوی کہہ کر عراق میں غارت گری شروع کی، وہاں کا امن وامان تباہ کیا۔ ان میں سے ایک زنجی تھا جس نے آل کا دعویٰ کر کے عراق میں کمیونسٹ نظام قائم کیا۔

۲۔ فاطمین جن کا سلسلہ نسب حسین بن سعید اہوازی سے ملتا ہے یہ لوگ پہلے چھپ کے رہتے تھے کسی سے نہیں ملتے تھے اور حرکت زنجی کے بعد سامنے آئے۔ اقتدار ملنے کے بعد کسی نے ان کا نسب پوچھا تو اس نے تلوار اور اشرفی دکھائی۔ یہ نبی کریمؐ کی اہانت کرتے تھے یہاں تک کہ حاکم بامراللہ نے دعویٰ الوہیت کیا۔

۳۔ ایران میں حسن بن صباح کی نسل نے فاطمی نسل کے نام سے حکومت بنائی بعد میں کیا بزرگ نے کہا کہ قیامت صغریٰ برپا ہو چکی ہے اس لئے تکالیف ساقط ہوئی ہیں۔

۴۔ صفوی خاندان جو پہلے شیخ حید رصوفی کے نام سے پکارتے جاتے تھے انہوں نے اچانک خود کو آل رسولؐ متعارف کیا، اس نے اقتدار کیلئے سنیوں کا قتل عام کیا، اس نے مختار، آل بویہ اور فاطمیوں کی یاد تازہ کی۔ انہی صفویوں نے کلمہ سادات کی بنیاد ڈالی، کیونکہ ان سے پہلے علوی، حسنی، حسینی، نقوی کہتے تھے۔ انہوں نے سادات کے فضائل پر کتابوں پر کتابیں چھپوائیں۔ امت اسلامی میں ایک نیا فرقہ ایجاد کیا، انہوں نے دین وشریعت سے کھیلتے ہوئے عام مسلمانوں کو حقد وکینہ سے دیکھنے کا سلسلہ شروع کیا۔

۵۔ ایران سے انگریز سے گٹھ جوڑ کر کے ہندوستان آکر دعویٰ آل رسولؐ کیا جو رسولؐ کی شریعت کو نسخ کرتی ہے۔ شریعت رسولؐ کو منسوخ کر کے تمام محرکات کو حلال قرار دیا، سب وشتم خلفاء اسلام کو رواج دیا، عامۃ مسلمین سے نفرت کراہت ان کیلئے سادہ زندگی دشوار بنائی، مدینہ علم علی کے ریزہ خواروں نے نجف سے واپس آکر بلتستان وگلگت میں کفر والحاد کے داعی آغا خانیوں اور سوشلزم کی آبیاری کی، آغا خانیوں کیلئے

امن وامان اسلام کا نام لینے والوں کیلئے جینا حرام قرار دیا۔

ظلامات زہراء خلفاء سے ثابت کرنے سے مایوس ہونے کے بعد'' **الغریق یتشبث بکل حشیش جیق و جاق و اویلا** '' سینہ کوبی کے علاوہ فاطمہ زہراء کو بشریت سے نکال کر مافوق بشر موجود عنقائی پیش کرنے کیلئے لامعقولات کی ایک لمبی فہرست مرتب کی گئی ہے۔ موضوع فدک نزاع بین فاطمہ و ابوبکر ابن ابی قحافہ نہیں بلکہ باطنیہ و اسلام ہے جس کے شواہد وقرائن ہیں۔ اسلام منطق ودلیل وبرھان پر قائم ہے یہ دین سرزمین حجاز کے متمدن ترین دوشہروں مکہ و مدینہ میں وجود میں آیا، یہاں عقل و منطق کی بہت قدر و قیمت ہوتی تھی لیکن اس واقعہ میں قصہ کہانیاں، سب وشتم وتشدد زیادہ شامل کیا ہے۔

زہراء کو فضائل کے نام سے فسخ و مسخ پیش کرتے ہوئے اصل و اساس فاطمہ زہراء کو قرار دیا سید الانبیاء محمدؐ کو ان فرع قرار دیا قرآن کی جگہ اس کہانی کو رواج دیا۔ محمد ﷺ کے فضائل محمدؐ کی صفات غیر محمد کو حاصل نہیں، محمد ﷺ کے سوا کوئی حجت نہیں اور محمد ﷺ کے سوا کوئی عالم کل شریعت نہیں لیکن انھوں نے زہراء کو معصوم، عالم علوم اولین وآخرین قرار دیا ہے جبکہ محمدؐ ایسے نہیں تھے، محمد کائنات میں تصرف نہیں رکھتے تھے جبکہ زہراء کو متصرف کائنات پیش کیا ہے بلکہ زہراء، ان کے شوہر اور ان کے بیٹوں کو بھی رسول اللہ سے مافوق گردانا گیا ہے۔ کتاب فاطمہ زہراء تألیف سید شریف عاملی ص ۱۲۰ پر لکھا ہے نقل از کتاب ریاض القدرص ۲۲۵ زہراء کی شان کو گھٹانے کے لئے فضہ معجزہ ساز کا اختراع کیا، کتاب فاطمہ زہراء بہجہ قلب مصطفیٰ تألیف احمد رحمانی حمدانی مؤسسہ نعمان طباعہ والنشر بیروت جلد ۲ ص ۶۷۳ پر بیان ہے فاطمہ کی ایک کنیز تھی جس کا نام فضہ تھا، رسول اللہ نے غنائم جنگی سے ایک کنیز جو کہ بادشاہ ہند کی بیٹی تھی زہراء کو دی، وہ عالمہ بعلوم غریبہ تھی۔ کتاب مشارق الانوار برسی سے نقل از بحار الانوار جلد ۴۱ صفحہ ۲۷۳ سے نقل کرتے ہیں جب فضہ زہراء کے گھر میں آئی تو یہاں صرف تلوار، زرہ اور چکی کے علاوہ کچھ نظر نہ آیا تو بادشاہ ہند کی بیٹی کے پاس ذخیرۂ اکسیر تھا (اکسیر ایک مادہ ہے جو سونا بناتا ہے) اس نے ایک تانبے کا ٹکڑا لیا اس کو نرم کیا اور چاندی جیسا بنایا اور اس میں دوا پھینکی تو سونا بنا۔ جب علی ابن ابوطالب آئے تو ان کے سامنے رکھا تو علی نے فرمایا احسنت یا فضہ اگر آپ اس کو مزید حل کرتیں تو رنگ اچھا ہوتا تو قیمت زیادہ ہوتی۔ اس پر فضہ نے علی سے کہا کیا آپ اس علم کو جانتے ہیں؟ تو علی نے فرمایا یہ میرا بچہ بھی جانتا ہے'' **نحن نعرف اعظم منها** '' ہم اس سے زیادہ بھی جانتے ہیں، پھر اشارہ کیا تو سونے کی معدن اور زمین کے کنز اس کے سامنے آگئے ان کے علاوہ اور بھی کرامات وفضائل نقل کرتے ہیں۔ فضہ کے بارے ابوالقاسم قشیری نے اپنی کتاب میں لکھا ہے وہ قافلے سے

کٹ گئے تو ایک عورت کو دیکھا ان سے پوچھا من انتِ تو فضہ نے کہا پہلے سلام کر ﴿سوف تعلمون ﴾ سورہ زخرف آیت ۸۹ پھر میں نے پوچھا یہاں کیا کر رہی ہیں تو فضہ نے کہا ''جسے اللہ نے ھدایت دی ہو وہ گمراہ نہیں ہوتی'' سورہ زمر آیت ۳۸ تم جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے؟ تو اعراف کی آیت ۲۹ پڑھی کہاں سے آئی ہو؟ تو سورہ فصلت کی آیت ۳۴ پڑھی کہاں جا رہی ہو؟ جواب میں سورہ انعام کی آیت ۹۱ پڑھی قافلے سے کب جدا ہوئی ہو؟ جواب میں سورہ ق کی آیت ۳۷ پڑھی۔ غرض ہر کلمے کا آیت سے جواب دیا مزید واقعہ کربلا میں شیر سے گفتگو کی سورہ ھل اتی میں ''**انمانطعمکم**'' کی متکلم فضہ کو پیش کیا گیا ہے۔

فضہ کے فضائل پر مندرجہ اشکلات آئے ہیں:۔

۱۔ اگر اس وقت یہ ہنر ہوتا، اکسیر کی حقیقت ہوتی تو دنیا فقر و فاقے میں کیوں پریشان رہی آج یہ علم کہاں گیا ہے۔

۲۔ اگر یہ علم کسی کے پاس ہوتا تو دنیا اس وقت کیوں فقر و بدبختی میں ہوتی۔ کیوں فضہ ذلت وعسرت، کنیزی کی زندگی گزارتی رہی؟ کیا فضہ کے آنے کے بعد خانہ زہراء کی زندگی بہتر ہوگئی تھی؟ اگر یہ علم کنیزِ خانہ علی کے پاس ہوتا تو علی کے پاس دوسری قمیض کیوں نہیں تھی؟ یہ حیرت کی بات ہوگی کہ پورا مدینہ جاگیر بنانے کا ہنر رکھنے والی خادمہ زہراء کے گھر میں ہے اور زہراء ایک گاؤں کیلئے باپ کی بنائی گئی حکومت کو بدنام کرنے پر تلی ہیں۔

۳۔ اگر یہ علم علی کے پاس بہتر تھا تو اس کو استعمال کرنے میں کونسی قباحت تھی۔

۴۔ فاطمہ زہراء کی پوری حیات میں فضہ خدمت گذار کا ذکر نہیں ملتا، اگر فضہ نامی عظیمہ شخصیت حقیقت رکھتی تو ان کے باپ کا ماں کا، بھائی کا غرض حسب نسب اور استاذ جن سے اکسیر سیکھا کا کیوں ذکر نہیں ملتا۔

محبت اہل البیت آیۃ مودت سے ثابت ہے۔

اہل بیت کو اٹھانے اور قرآن کو گرانے کے لئے بہت سے طور طریقے ایجاد کئے ہیں جیسا کہ،

۱۔ قرآن ایک کتاب معمہ معطل اور غیر مفہوم وظنی الدلالۃ ہے، یہ کتاب صامت ہے آپ کتاب ناطق سے پوچھیں، تفسیر اہلبیت کے بغیر ناممکن نہیں ہے۔

۲۔ ایک سلسلہ آیات متشابہات کی تفسیر میں واضعان احادیث سے، ائمہ نے منسوب، ائمہ کی

فضیلت میں جعل کیا گیا ہے گویا مدعی و مدعی علیہ دونوں ایک ہیں تفسیر ائمہ سے ائمہ کی شان بیان کرتے ہیں۔اس سلسلے میں ساتویں صدی ہجری علامہ حلی نے ۳۵ آیات اور میلانی ارا کی نے تین سو آیات امامت و فضیلت ائمہ میں پیش کیں ہیں۔

۳۔مفسرین سے لکھوایا کہ آیت اس جگہ منفرد ہے،آگے پیچھے سے غیر مربوط ہے امامت کے بارے میں آیات میں ربط ہونا ضروری نہیں کیونکہ مخالفین ائمہ نے آیات کو اِدھراُدھر کیا لیکن مجامع عمومی میں نفی کی ہے۔انھوں نے ایک جگہ لکھا قرآن میں تحریف نہیں ہوئی تو دوسری جگہ لکھا ہوئی ہے۔

۴۔قرآن کوگرانے کا کام سیکولراورقرآن ناخواندہ کودینگے کہ وہ قرآن کا ترجمہ کریں،اس سلسلے میں ایک فہرست ملاحظہ کریں۔

۱۔ کراچی میں پروفیسر کرّار ہوا کرتے تھے کسی یونیورسٹی کے چانسلر تھے اور پیپلز پارٹی کے مغز مفکر تھے،وہ حکومت اسلامی کے سخت اور کھلے مخالف تھے۔

۲۔ دوسرے پروفیسر حسن رضوی ہیں جوان کے ساتھی تھے وہ بھی پی پی کے گرویدہ تھے۔اس نے قرآن کے اردو پارے بنائے تاکہ عربی کی جگہ اردو ترجمہ کی تلاوت کریں،دیکھیں قرآن سے کتنی عداوت اور نفرت ہے۔

۳۔ تیسری شخصیت ہمارے بلتستان کے یوسف حسین آبادی کی ہے،پکے سیکولر ہیں علاقہ والے انہیں کمیونسٹ کہتے ہیں۔اس لئے انہیں اسلام و مسلمین سے چڑ رہتی ہے،طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں مسلمانوں نے اپنے تین خلفاء کوقتل کیا ہے۔اس نے بلتی میں ترجمہ قرآن کیا اوراس پرفخر کرتے تھے کہ ہمیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ ہم نے سب سے پہلے بلتی میں ترجمہ قرآن لکھا ہے لیکن یہ بلتیوں کی ہدایت کے لئے نہیں لکھا گیا بلکہ کسی کے کہنے پر یا خودکو مفسر قرآن کہلوانے کیلئے لکھا ہے کیونکہ شیعت کے بجٹ کوخرچ بھی کرنا ہوتا ہے۔

۴۔ ڈاکٹر حسن خان ہیں،وہ بھی عربی پڑھے بغیر دین کے مفسر بنے ہوئے ہیں،وہ صرف ان علماء کو مانتے ہیں جوسیکولروں کے حامی ہوں۔

۵۔ پانچویں ڈاکٹر اسد ردائی ہیں جنہوں نے عربی نہیں پڑھی ہے،ان کے بقول وہ آسان ترجمہ یاد کرکے اپنے نام سے لکھتے ہیں۔اب کہنے لگے ہیں ہم عربی سے ترجمہ کرتے ہیں۔یہاں تعجب وحیرت کی بات ہے جو کہتے تھے ہم قرآن کی لغت کی باریکیوں اور موشگافیوں کونہیں مانتے،انہوں نے بھی ترجمہ قرآن لکھا ہے''و ھکذا فعلل و تفعلل ''اس ملک میں عربی پڑھے بغیر قرآن کا ترجمہ کرنے والے ہیں،اسی

طرح انگریزی پڑھے بغیر کسی انگریزی کتاب کا ترجمہ کرنے والے کو کیا کہیں گے؟ جنہوں نے عربی پڑھے بغیر قرآن کا ترجمہ کیا، انہوں نے ترجمہ نہیں کیا ہے بلکہ دوسروں کے ترجمہ کو کاٹ کوٹ کر خود کو مفسر قرآن پیش کیا۔

۶۔ اس صنف میں ایک اور دانشور بنام ڈاکٹر خضر یسین بھی آئے ہیں، ان کا دعویٰ ہے درس نظامی پڑھا ہے لیکن اپنی کتاب میں کہیں بھی کلمہ عربی سے استدلال کیا ہو نظر نہیں آیا لیکن حدیث سے نیز عقل سے بھی قرآن سمجھنے کی کوشش کی سختی سے مخالفت کی ہے۔ لیکن کیا عقل کو معطل و مہمل رکھ کر کسی کا کلام سمجھ میں آئے گا؟ اگر عقل کی مداخلت غلط ہے تو اللہ سبحانہ کیوں مشرکین کو آیات قرآن سمجھنے میں عقل کو بروئے کار نہ لانے کی مذمت فرمائی ہے؟

اسی طرح وہ افراد جو عربی زبان پر تسلط تام رکھتے ہیں انہوں نے بھی ترجمہ قرآن کو عربی لغات سے دیکھے بغیر حسب روایات مذخرفات غیر مربوط آیات فضیلت آئمہ کی شان اور نص برامامت میں لگائی ہیں۔ ان میں سر فہرست آیۂ مودت اور آیۂ تطہیر، آیت ولایت ہے جو دور سے بھی ائمہ سے ربط نہیں رکھتی ہیں، اس کو کیا نام دیں گے؟۔ آیہ ذی القربی ﴿مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَ لِلرَّسُولِ وَ لِذِي الْقُرْبَى وَ الْيَتَامَى وَ الْمَسَاكِينِ وَ ابْنِ السَّبِيلِ﴾ کے بعد رسول اللہ نے فدک کو زہراء کی ملکیت میں دیا۔

محبت اہل بیت یعنی زہراء، علی، حضرات حسنین سے محبت اس سلسلے میں کتاب تحلیل سیرہ فاطمہ زہراء ص ۲۱ پر سورہ شوریٰ کی آیت ۲۳ سے استدلال کیا ہے، اسی طرح کتاب فرائد سمطین جلد ۲ ص ۱۳ شمارہ ۳۵۹ سے مسند احمد بن حنبل فضائل صحابہ احقاق الحق جلد ص ۲ تفسیر نمونہ جلد ۲۰ ص ۴۱۰ سے استناد کیا ہے نبی کریمؐ سے پوچھا یہ اہل البیت کون ہیں جن سے ہمیں محبت کرنے کا حکم ہے، ان کی محبت ہمارے اُوپر واجب گردانی ہے۔ کہتے ہیں اساس اسلام محبت اہل البیت ہے اس سلسلے میں صاحب کتاب نے مجمع البیان جلد ۹ ص ۲۸ سے کتاب شواہد تنزیل سے ایک حدیث نقل کی ہے، پیغمبرؐ نے فرمایا اگر کوئی صفاء ومروہ کے درمیان ایک ہزار، دو ہزار تین ہزار سال عبادت کرے اور اس کا جسم بوسیدہ ہو جائے اگر اس کے دل میں ہماری محبت نہیں آئی تو اللہ اس کو جہنم بھیج دینگے، اسی طرح مناقب خوارزمی ص ۲۸ بحار الانوار جلد ۲۷ ص ۱۹۲ سے ایک حدیث نقل کی ہے اس میں علی ابن ابوطالب سے کہا ہے وہ جنت کی بو نہیں سونگھیں گے جن کے دل میں محبت اہل بیت نہیں، اسلام کی اساس محبت اہل البیت ہے، اہلبیت میں مرکز حضرت زہراء ہیں جیسا کہ اس کتاب کے ص ۳۳ پر

بحارالانوار جلد۱۵ص ۲۸ حدیث ۴۸ جلد ۱۶ص ۴۰۶ سے یہ حدیث نقل کی ہے ''**لولاک لما خلقت الافلاک**''۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورۃ عنکبوت ۵۱ میں قرآن کونشان نبوت قرار دیا، یہ کتاب ،محمدؐ کی نبوت پر دلیل اور اسلام کا آئین بنا کر نازل کی ہے،اس جیسی کتاب کوئی انس وجن نہیں بنا سکتے ہیں،اس کتاب کی دوسری بنیاد یہ ہے کہ آئین حیات ہے اس میں انسان کی تمام شقوق بطور کامل واتم بیان کی ہیں۔اس کتاب کے امتیاز میں سرفہرست نظم ہے،قرآن فاتحہ سے الناس تک مربوط ہے حتیٰ ہرسورہ اپنے سے پہلے اور بعد والی سے مربوط ہے۔قرآن سے ہیر پھیر کرنے والوں نے بہت سعی پیہم کی اور،کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے، وہ تنہا اس میں ایک حوالے سے کامیاب ہوئے کہ قرآن کوعقائد شریعت اور نظام حیات سے الگ رکھ کر حدیث کا راج چلایا ہے۔خالق قرآن کی صراحت کے باوجود یہ کتاب واضح وروشن سہل وآسان ہے لیکن انہوں نے اسے کلام غریب نا قابل فہم ہونے پر زور دیا ہے اس حوالے سے کہتے ہیں ۔

۱۔قرآن جومسلمانوں کے درمیان ہے وہ ہمارا قرآن نہیں،ہمارا قرآن امام زمان کے پاس ہے۔

۲۔قرآن قصائد،مداح اہلبیت اورنفرین دشمنان کے سوااور کچھ نہیں ہے۔

۳۔قرآن کی آیات تتر بتر ومنتشر ہیں لہٰذا سیاق وسباق سے استناد نہیں کر سکتے۔لیکن'' **لا تنقضی الحيرة والعجب من مفسر كبير اعترفت من نبوغ عمله** ''،جہاں جہاں اہلبیت کی شان میں موڑنے والی آیت کے بارے میں بات کرتے ہیں صاف الفاظ میں کہا یہ آیت کسی اور جگہ سے یہاں لائی گئی ہے سابق ولاحق سے ربط نہیں۔

لہٰذا صاحب المیز ان نے شیعوں کو مطمئن کرنے کیلئے کہا یہ آیات''اکملت''بلغ ما انزل''انما ولیکم اللہ'' سورۃ مائدہ،''آیت تطہیر'' سورۃ احزاب،'' آیت مودت'' سورۃ شوری،اپنی حالیہ جگہ پرمنفرد ہیں یہ کسی اور جگہ سے یہاں لائی گئی ہیں۔اس لئے آپ ان سے معانی ومطالب ثابت نہیں کر سکتے ،وہ روایات سے استناد کر کے کہتے ہیں یہ اہلبیت یا فاطمہ کی شان میں نازل ہوئی، یہ اس لئے کہا کہ تحریف دین کا راستہ بلا موانع کھلا رہے۔

اگر انسان عاقل جس طرح عام معاشرے میں اپنے دوست اور اپنے مخالف کی باتوں کا جملے جملے کا حساب کرتے ہیں یہاں بھی اسی اصول پر چلتے ہوئے ان کے مدعیٰ پر غور کریں تو آسانی سے سمجھ آئیگا یہ تاویل محبت اہلبیت میں نہیں بلکہ قرآن سے شریعت کونفی کرنا مقصود ہے،اس کے بعد کل دین کو بھی مسترد کرتے

ہوئے کہتے ہیں کل دین سوائے محبت اہل بیت کے اور کچھ نہیں۔

اس پر عقیدہ جازم رکھنے والوں کواس قدر ضرور سوچنا چاہیے کہ یہ جو بات کہی ہے خود آیت سے نکلتی ہے یا اسکو روایت سے نکالا گیا ہے۔ اگر مطلب آیت سے نہیں نکلتا تو روایت سے نکالا ہے تو اسی کو تدلیس ابلیس کہتے ہیں یہ ایک مسلمان ومؤمن کا کام نہیں ہے۔ اس بارے میں کتب تفاسیر درمنثور نور ثقلین بحرانی میں جو روایات آئی ہیں ان روایات کا آیت سے کوئی ربط ہے یا نہیں۔ آیات کی ترتیب کلمات کو تحلیل کئے بغیر مدعیٰ پیش کرنا تدلیس ہے، کسی بات کا سنیوں کی کتابوں میں ہونا بطور حجت قاطعہ پیش کرنا دھوکہ بھی ہے اور شرم آور بھی کیونکہ آپ سنیوں کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں جبکہ دنیا میں کوئی قوم کوئی عاقل اپنے مدعیٰ کو دشمن کے قول سے استناد نہیں کرتا ہے مدعیٰ دلائل سے ثابت ہوتے ہیں، آیت مودت آیت متشابہات میں سے ہے بڑا تشابہ قربیٰ ہے۔

۱۔ قربیٰ سے مراد کس کا قربیٰ؟ ۲ ہر مسلمان کے اپنے قربیٰ ۳۔ قربیٰ مکانی، قربیٰ صنفی، گروہی ۴۔ رسول کے قربیٰ سے متمسک

ایک انسان کے کتنے قربیٰ ہیں یہاں جو الف لام ہے وہ کونسا الف لام ہے، الف لام جنسی ہے، الف لام استغراقی ہے یا الف لام عہد ذکری ہے۔ شیعوں کی ضد میں سنیوں نے جو معنیٰ پیش کیے ہیں کہ پیغمبرؐ نے مشرکین سے استدعا کی کہ میں تمھارا رشتہ دار ہوں۔ یہ مسخرہ پن ہے مشرکین پیغمبرؐ سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر آپ ہمارے رشتہ دار ہیں تو ہم آپ کے بھی رشتہ دار ہیں لیکن آپ نے ہی ہمیں اذیت دی ہے، آپ نے ہی ہمیں احمق کہا ہے یہاں رشتہ داری کا پاس آپ نے توڑا ہے۔

قرآن بعصمت فاطمہ گواہ ہے:۔

عصمت فاطمه کتاب تحلیل از سیره فاطمه ص ۱۵۷ مناظره علی یا ابوبکر ابن ابی قحافه در عصمت زهراء نقل احتجاجات طبرسی سند دوم از عوالم لولاک لما خلقت العالم ولو علی لما خلقتک ولولا فاطمة لماخلقتک۔

یہ عنوان ہے سیرہ تحلیل فاطمہ زہراء ص ۱۵۸ پر لکھتے ہیں یہ آیۂ تطہیر گواہی دیتی ہے کہ اہل البیت معصوم ہیں، لغزش نہیں کھاتے ہیں غلط نہیں کرتے ہیں۔ اسی طرح یہاں بھی استناد روایات اہل سنت سے کیا ہے، اہل سنت کے لکھنے والوں کا انداز ہے جہاں بھی اہل البیت کے بارے میں انھوں نے لکھا تو شیعوں کو رافضی کہہ کے سب وشتم کا نشانہ بنایا اور اہل البیت کی تجلیل وتکریم کی ہے۔ یہاں احتمال رہتا ہے جن اہل

البیت کی سنی تحلیل وتجلیل کرتے ہیں ان کا شیعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہاں سے واضح ہوتا ہے دو اہل بیت ہیں، ایک اہل بیت جو سنیوں کی نظر میں معزز ومقرب اور دوسرے وہ اہل بیت ہیں جنہیں سنی دوست نہیں رکھتے۔ ان کی نظر میں اہلبیت دو ہیں ایک نہیں ورنہ ان کو خود شیعہ ہونا چاہئے یا ان کی نظر میں شیعہ جن اہل البیت کا نام لیتے ہیں سنیوں کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ قرائن وشواہد یہی بتاتے ہیں دوسرا احتمال قوی ہے چونکہ وہ جن اہل البیت کی بات کرتے ہیں جو صفات بیان کرتے ہیں وہ صفات غیر عقلی وغیر شرعی ہیں۔ غیر عقلی اس لئے کہ انسان مرکب از خطا ونسیان ہے اس سے دنیا میں کوئی حتیٰ انبیاء تک نہیں بچے ہیں کہ کوئی خطاء ان سے سرزد نہیں ہوئی ہو، ایسی خطاء آدم سے، نوح سے، ابراھیم سے، موسیٰ سے، خود حضرت خاتم انبیاء سے ہوئی ہے، علی ابن ابوطالب سے بھی ہوئی ہے آپ کے بصرہ جاتے وقت کسی منزل پر امام حسن نے علی ابن ابوطالب کی غلطیوں کو گنا کہ آپ نے اپنے صالح وباوفا اور لائق گورنر قیس بن سعد کو لوگوں کی چغلی پر گورنری سے ہٹایا جس کے نتیجے میں مصر ہاتھ سے گیا، محمد بن ابی بکر قتل ہوئے یہاں علی ابن ابوطالب کو اعتراف کرنا پڑا کہ یہ غلطی ہوئی نیز چند فاسد لوگوں کو بھی آپ نے گورنر بنایا تھا ان میں سرفہرست زیاد بن ابیہ، مصقلہ بن ہبیر شیبانی ہیں۔

کہتے ہیں انبیاء معصوم ہونے چاہئیں اور اب کہتے ہیں انبیاء کے جانشین معصوم ہونے چاہئیں لیکن کس دلیل سے ثابت ہے، سوائے روایات موضوعات ومصنوعات مروی غلاۃ مردہ، اس کے علاوہ زہراء کے پاس کوئی منصب نہیں پھر معصوم ہونے کی کیا ضرورت ہے، زہراء کا عالمہ، فاضلہ، صادقہ اور غیر گناہ گار ہونا اپنی جگہ مسلم وناقابل انکار حقیقت ہے لیکن خطاء ہی صادر نہ ہونا، اس سے تو کوئی بھی انسان محفوظ نہیں حتیٰ انبیاء تک محفوظ نہیں۔ یہ جو انبیاء کو معصوم کہنے کی بات ہے اس کا مطلب سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ انبیاء حکم اللہ بتانے میں وحی بتانے میں بغیر کسی کمی بیشی بولتے ہیں۔ علاوہ ازیں جس آیت سے زہراء کی عصمت پر استدلال کیا ہے اس میں اہل البیت کا مصداق جلی ازواج پیغمبرؐ ہیں زہراء بھی شامل ہیں لیکن اہلبیت مستقل صرف ازواج ہیں، باقی محدود ومخصوص اوقات میں اہلبیت ہیں، کیونکہ انسان کے گھر میں لڑکی کچھ دیر کے لئے اہل البیت ہوتی ہے بعد میں کسی اور کی اہل البیت ہوتی ہے، زہراء جب علی ابن ابوطالب کے عقد میں نہیں آئی تھیں تو نبی کے اہلبیت میں تھیں اور جب علی ابن ابوطالب کی زوجیت میں آئیں تو اہل البیت علی ہوگئیں۔ یہاں اگر زہراء کو شامل کریں تو اصل اہل بیت نہیں ہوں گی، یہ آیہ خبری نہیں بلکہ آیہ انشائی ہے، طلب ہے تم اہل البیت کو ایسا ہونا چاہئے۔ یہ جو سنی روایت سنیوں سے لکھوائی ہے، روایت فروشوں سے

لی ہے انھوں نے کتاب کے ذیل میں جو عصمت زہراء پر استدلال کیا ہے اس کتاب میں جس نے عصمت زہراء پر علی اور ابا بکر سے مناظرہ کی کہانی بنائی ہے وہ دوست علی و دوست زہراء نہیں بلکہ یہ دشمن زہراء کی بنی ہوئی کہانی ہے جو اہانت و جسارت سے پُر ہے۔

ملاحظات بر مصحف فاطمہ:۔

بہت عالمہ تھیں ان کے علم کی کوئی حد و حدود نہیں تھیں، ان کے علم کی تعریف و پہچان ان کی لکھی ہوئی کتاب سے کر سکتے ہیں، جو موسوم مصحف فاطمہ ہے۔ کتاب تحلیل سیرہ فاطمہ زہراء تحقیق و نگارش علی اکبر بابازادہ ص ۱۷۵ نقل از اصول کافی جلد اول ص ۲۳۸ تا ۲۴۲ بحار الانوار جلد ۲۶ ص ۱۸ سے ۶۶ تک بصائر درجات ص ۱۴۲ سے ۱۶۱ تک۔ امام صادق سے نقل ہے امام باقر نے جابر ابن عبداللہ انصاری سے فرمایا مجھے آپ سے ایک خصوصی سوال کرنا ہے مجھے وقت دیں آپ کب فارغ ہیں۔ جابر نے کہا مولا جس وقت چاہیں حاضر ہوں امام باقر نے ایک مخصوص ملاقات میں جابر سے پوچھا جابر یہ جو تختی میری ماں فاطمہ کے ہاتھ میں تھی وہ کیسی تھی۔ جابر نے کہا اللہ کی قسم کھاتا ہوں امام حسین کی ولادت کے موقع پر مبارکبادی کے لئے زہراء کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا ایک سبز رنگ کی تختی زہراء کے ہاتھ میں تھی، میرے خیال میں وہ زمرد کی تختی تھی زمرد جیسی چمکتی تھی، اس میں خط سفید رنگ کا تھا میری توجہ اس تختی پر لگی میں نے پوچھا دختر رسولؐ یہ تختی کیا ہے؟ آپ کیا لکھ رہی ہیں؟ اس میں کیا ہے؟ زہراء نے فرمایا یہ اللہ کی طرف سے ہے، اللہ کی طرف سے بتوسط پیغمبرؐ ہدیہ ہوئی ہے۔ اس میں رسولؐ اللہ کا نام ہے، میرے شوہر کا نام ہے، میرے فرزندوں کے نام ہیں۔ جابر نے کہا کیا میں اس سے نسخہ گیری کر سکتا ہوں، چنانچہ میں نے اس سے نسخہ گیری کی، اس میں پیغمبرؐ اور دیگر ائمہ کے نام ہیں، ان کے ماں باپ کے نام ہیں۔ امام باقر نے جابر سے کہا کیا میں اس تختی کو دیکھ سکتا ہوں جابر نے اس پر آمادگی کا اظہار کیا اور اسے اپنے سامنے رکھا۔ امام باقر نے اس تختی کو دیکھے بغیر جو کچھ اس میں لکھا تھا وہ پڑھا۔ جابر کہتا ہے میں دقت سے تختی کو دیکھ رہا تھا جو کچھ حضرت فرما رہے تھے اور جو کچھ میرے سامنے والی تختی میں تھا اس میں ایک حرف کا بھی فرق نہیں تھا۔ مصحف فاطمہ ایک نام ہے اس کو اور ناموں سے بھی یاد کرتے ہیں، کبھی جفر، کبھی جامعہ، کبھی کتاب علم علی۔ کبھی اس کا نام لے کر فخر کرتے ہیں کہ ہمارے پاس مصحف فاطمہ ہے کبھی انکار کرتے ہیں۔ ایک گروہ اس کے پرچار پر لگا ہوا ہے دوسرا گروہ تردید پر لگا ہوا ہے، اگر سند دیکھیں تو مخدوش ہے، متن دیکھیں تو متضاد و متعارب ہے مقصد و مرام دیکھیں تو قرآن سے معارض کتاب ہے کیونکہ ابھی تک کوئی کتاب دنیا میں نہیں جس میں جامع علوم اولین و آخرین ہوں، حتیٰ قرآن کریم

بھی نہیں کیونکہ قرآن کتاب علم نہیں ہے۔

۱۔مصحف فاطمہ میں قرآن میں موجود حلال وحرام سے متعلق کوئی چیز نہیں بلکہ قیام قیامت تک کی تاریخ تھی۔قارئین اگر دقت کریں اس جملے کے بارے میں کہ قرآن میں موجود حلال حرام سے متعلق کوئی چیز نہیں تھی گویا یہ ضد قرآن کتاب لکھنے والے دشمن قرآن تھے۔اس کا اندازہ ہماری دسترس میں موجود کتب تاریخ سے بھی ہوتا ہے جیسے تاریخ طبری،تاریخ کامل ابن اثیر،تاریخ منتظم،تاریخ نجوم زہراء،تاریخ بغداد، تاریخ شام،حتیٰ جرائد اخبار یا ڈائجسٹ دنیوی علوم میں بھی کہیں نہ کہیں آیت ملتی اور بہت سی جگہ قرآن سے متعلق باتیں پائی جاتی ہیں لیکن اس مصحف میں کیوں اس سے پرہیز کیا یعنی یہ کتاب قرآن کے خلاف ہے چنانچہ اس کلمہ سے بھی استفہام ہوتا ہے کہ [[''**قرآنکم**'']] (تمھارے قرآن میں)

۲۔قرآن کے بارے میں خود قرآن میں چندیں آیات آئی ہیں اس میں خلقت کائنات سے متعلق تاریخ بشر،تاریخ انبیاء،اختتام دنیا سب کچھ ہے،آخر میں فرمایا اس میں خشک وتر کا بیان ہے۔جب خشک و تر کا اس میں بیان ہے تو اس کے مقابل میں ایک کتاب لکھنے والے کو کیا کہیں گے چہ جائے کہ وہ تین گنا زیادہ ہی کیوں نہ ہو اور پھر تین گنا زیادہ لکھنے کا کیا مطلب بنے گا۔اب تک اس کتاب سے دنیائے بشریت کو کیا فائدہ ہوا ہے،اگر جواب نفی میں ہے تو یہ امام مہدی کی مانند ہو گی جس کا کوئی وجود نہیں ہے البتہ اس کے نام سے کھانے والے اب تک بے تحاشا کھا رہے ہیں۔

۳۔اس میں اس وقت سے قیام قیامت تک بادشاہان اور امراء وجبّاران کے نام ہیں،لیکن یہ کس کے فائدے میں ہونگے۔

۴۔ یہ کتاب جبرائیل نے بذریعہ وحی زہراء کو بتائی ہے جبکہ وحی پیغمبرؐ کے بعد سے بند ہے جہاں علی ابن ابوطالب نے فرمایا آپ کے بعد ہم فیض وحی سے محروم ہوئے۔

۵۔ زہراء پیغمبرؐ کی جدائی میں غم میں تھیں پیغمبر کی جدائی کے بعد یہ کتاب بتوسط جبرئیل زہراء کو باپ کے غم میں تسلی دینے والے جملات وکلمات پر مشتمل ہے اور پیغمبرؐ کہاں تشریف فرما ہیں اس کی انہیں خبر تھی اور علی ابن ابوطالب اسے لکھتے تھے۔

ملاحظات،توجہ

جابر انصاری ایک مرد نامحرم کیسے خاندان عفت وطہارت زہراء کے گھر جائیں اور وہاں بیٹھیں؟

۱۔اس میں لوح کہاں ہے تختی مصحف نہیں ہوتی بلکہ مصحف سمیٹنے کیلئے ہوتا ہے کیونکہ تختی سمیٹنے کے

قابل نہیں ہوتی ہے۔

۲۔اس تختی میں صرف پیغمبرؐ،علی اور باقی ائمہ کے اسمائے گرامی ہیں۔

۳۔یہ تختی آسمان سے آئی ہے یا بتوسط پیغمبرؐ زہراء کو ملی ہے۔

۴۔یہ زمرد جیسی چیز سے بنی ہے گویا بہت قیمتی مادے سے بنی ہے،اس میں استعمال ہونے والی سیاہی بھی الگ تھی۔

۵۔امام باقرؑ نے فرمایا میں بولوں گا آپ دیکھو،گویا امام باقرؑ کو تختی نہیں دیکھنا تھی اپنے علم کی نمائش کرنا تھی۔

۶۔جابر اس وقت نابینا تھے وہ تختی کے مکتوب کیسے دیکھ سکتے تھے۔

۷۔مصحف فاطمہ تحلیل سیرہ میں صفحہ ۱۷۴ پر اصول کافی جلد ۱ ص ۲۳۹ حدیث ۱۔ بصائر درجات ص ۱۵۲ حدیث ۳ اس میں آیا ہے صحف فاطمہ میں آیا ہے کہ اس مصحف میں تا روز قیامت زہراء اور آپ کی ذریت پر گزرنے والی ستم گری، جنایات خلفاء، جنایات بادشاہان کے علاوہ علوم واخبار بھی درج ہیں۔اس کا حجم تین قرآن کے برابر ہے لیکن اس میں حلال وحرام سے متعلق کوئی چیز نہیں بلکہ یہ صرف شریعت پر گزرنے والی تاریخ ہے اس سلسلے میں ابوبصیر نے امام صادق سے نقل کیا ہے مصحف فاطمہ کیا ہے تو حضرت نے فرمایا ''**مصحف فیہ مثل قرآنکم ھذا ثلث مراة واللہِ ما فیہ من قرآنکم حرف واحد**''اس مضمون میں ایک حدیث امام کاظم سے ہے اور ایک حدیث امام صادق سے حمّاد بن عثمان نے امام صادق سے نقل کیا ہے ۱۲۸ھ میں زنادیق خروج کریں گے۔امام سے پوچھا یہ آپ کہاں سے فرماتے ہیں امام نے فرمایا میں مصحف فاطمہ سے نقل کررہا ہوں لیس شیء من حلال والحرام ولکن فیہ علم ما یکون ۔کافی جلد ۱ ص ۲۴۰ حدیث ۲ بحار، جلد ۲۶،ص ۴۴ حدیث ۷۷ نیز امام صادق نے فرمایا ''**و امّا مصحف فاطمہ ففیہ مایکون من حادث و اسماء مایملک و تکون السماء**'' یہ مصحف اللہ کی طرف سے بواسطہ ایک فرشتہ فاطمہ کو وحی ہوا ہے،اس میں اخبار غیبی اور آپ کے فرزندان پر گزرنے والے مصائب اور وہ اتفاقات جو بادشاہان اور ان کے امراء انجام دیں گے بیان ہیں لیکن اس میں کوئی حلال وحرام والی چیز نہیں۔اسے زہراء نے املاء کیا اور علی ابن ابوطالب نے لکھا ہے۔ص ۱۷۸ بحار الانوار جلد ۲۶،ص ۱۲ حدیث ۲۷ کافی، جلد ۱ ،ص ۲۴۱ حدیث ۵۔

مصحف فاطمہ کس وقت لکھا گیا ہے امام صادق نے فرمایا زہراء پیغمبرؐ کے بعد ۷۵ دن زندہ رہیں اور

پورا مہینہ زہراء باپ کی جدائی پر محزون رہیں تو جبرائیل آتے اور انہیں تعزیت و تسلی دیتے تھے۔ ان کے باپ کی خبر دیتے کہ آپ کے باپ اس وقت کہاں رہتے ہیں۔ علی ابن ابو طالب نے اس کو لکھا امام صادق نے فرمایا اس مصحف میں اللہ کی کتاب سے کوئی چیز نہیں بلکہ یہ کوئی ایسی چیز ہے جو پیغمبرؐ کی وفات کے بعد فاطمہ پر نازل ہوئی ہے۔

امام صادق سے دوسری روایت ص ۱۷۹ پر ہے زہراء پیغمبرؐ کے بعد محزون رہیں تو اللہ نے جبرائیل کو بھیجا تا کہ زہراء کو تسلی دیں۔ فاطمہ نے امیر المؤمنین کو خبر دی ملائکہ میرے پاس آتے ہیں تو امیر المؤمنین نے فرمایا جب بھی ملائکہ آئیں اور آپ کو محسوس ہو تو مجھے بتا دیں چنانچہ زہراء فرماتی ہیں کہ میں نے علی کو بلایا تو امیر المؤمنین جو کچھ سنتے اسے لکھتے تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے صحف فاطمہ ۷۵ دن میں لکھا گیا ہے۔

حقیقت ام اسطوریہ:

اس کتاب کے صفحات میں ماجراء فدک ایک حقیقت اور واقعیت ہے یا ایک اسطورہ ہے معلوم کرنے کیلئے ایک سعی ناقص، فدک چاہے آیت وات ذی القربیٰ کے تحت ہو یا زہراء کے طلب پر ہو، ملک خاص رسولؐ اللہ ہو یا امانت امت ہو زہراء کی طرف سے طمع کا ظاہر ہونا، اپنے بچوں کے ذریعہ معاش کے بارے میں پریشانی اس ماں کی شان سے منافی لگتی ہے جو شعب ابو طالب میں پتے کھانے چمڑہ چوسنے والی ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ کی بیٹی تھیں اگر یہ طمع و پریشانی ان میں تھی تو یہ پتھر پیٹ پر باندھ کر مسجد میں رہنے والے باپ، بوسیدہ قمیص پر قناعت کرنے والے شوہر کی خوشنودی کے منافی قرار پائے گی۔ بلکہ یہ سنت عملی نبی کریمؐ سے بھی متصادم ہے۔ کسی صادق وامین ہستی سے ایسی بات منسوب کرنے میں تضاد و تنافر پر مبنی سیاہ صفحات یا اسلام کے خلاف اسطورہ سازی کے رجحانات اس میں عیاں نظر آتے ہیں۔

اسطورہ کی جمع اساطیر ہے، ساطور ساطر اسطار غلط نگاری کو کہتے ہیں، کتاب لسان اللسان فی تہذیب لسان جلد ا ص ۵۹۷ میں آیا ہے اساطیر اباطیل کو کہتے ہیں اساطیر الا باطیل واساطیر غیر مربوط باتوں کو کہتے ہیں جس کا مفرد اسطورہ دونوں آتے ہیں سطرھا یعنی ''**اختلقتھا و سطر علینا یعنی علینا بالاساطیر**'' اساطیر کے دو مصداق بنتے ہیں۔

الف۔ جو لوگ نئی تبدیلی کے خلاف ہیں حقائق سننے سمجھنے کے لئے تیار نہیں بلکہ اس کے مزاحم ہیں۔ سمجھتے ہیں لیکن تسلیم کرنے سے ان کے مفادات متصادم ہیں اس لئے کہتے ہیں ہم آپ کی بات کو سمجھے نہیں، شاید آپ پہلے دور کی باتیں کرتے ہیں، یا اپنے ساتھیوں سے پوچھتے ہیں ہماری سمجھ میں تو نہیں آیا شاید آپ

کی سمجھ میں آتا ہو۔

تفسیر شعراوی ص۳۵۷۴ پر سورہ انعام کی آیت ۲۵ کی تفسیر میں شعراوی لکھتے ہیں صنادید قریش ابی جہل، ابی سفیان، نضر بن حارث، ولید بن مغیرہ، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، حرب بن امیہ، ان میں سے ہر ایک نے نضر بن حارث سے پوچھا یا نضر یہ جو محمدؐ کہتے ہیں یہ کیا کہتے ہیں۔ نضر بن حارث اپنے دور کا جہاں دیدہ انسان تھا اسلئے ان سے پوچھا تو اس نے کہا ''**واللہ ما ادر ی ما یقول محمد الّا بقول اساطیر الاولین** ''یعنی پرانی باتیں کرتے ہیں عجیب وہمیات اور غیر موزوں باتیں کرتے ہیں۔ یہی بات عصر معاصر کے علم پرست لوگ دین کے بارے میں کہتے ہیں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں، ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ بہت سے سیکولر دانشور کہتے ہیں قرآن ایک پرانی کتاب ہے، قرآن کسی کی سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ یہ کلمات و جملے تو مدارس وحوزات کے کلمات وردی ہیں جو ان کی زبان پر ہوتے ہیں، کہتے ہیں دین ہماری سمجھ میں نہیں آتا ہے لیکن ان کا شمار صنادید قریش میں ہوگا کیونکہ سمجھنے کے بعد نہ سمجھنے کا کہنا وطیرہ حزب مخالف انبیاء رہا ہے، وہ ایک طرف نہ سمجھنے کا کہتے ہیں تو دوسری طرف سے دین کو مسترد کرنے پر تلے ہوئے ہیں، ان کی یہ باتیں عصر معاصر کے اخوان صفاء کے تکیہ کلام میں سے ہیں اور ایمان باللہ کی جگہ ایمان بعلم کو اصل اولیٰ کہتے ہیں وہ علم کو لائق پرستش اور معبود برحق گردانے پر تلے ہوئے ہیں۔ قارئین کرام اسطورہ واساطیر کے معنی بیان کرنے کے بعد اب ہم آتے ہیں اسطورہ سقیفہ وفدک وحروب ثلاثہ کی جانب کہ سب جانتے ہیں کہ ان پر بہت کتابیں لکھی گئی ہیں، یہ کتابیں تضادات وتنافرات سے پر بلکہ مسخرات مستہزات ہیں، ہر وہ شخص جس کے دل میں اصل دین اسلام ہے وہ ان کی باتوں سے متاثر نہیں ہوتا لیکن مذہب کو اسلام کا دروازہ سمجھنے والے حیران وسرگردان ہیں کہ کیا یہ واقعات حقیقت رکھتے ہیں یا اساطیر ہیں، بعض کہتے ہیں اساطیر الاولین ہونے میں شک وتردد نہیں، یہ شخصیات اس کیلئے ایک اور تاریخ سے استناد کرتی ہیں۔ اجتماعات تصادمی اور جنگوں میں عصر قدیم سے عصر حاضر تک قہرمان اولیٰ مرد ہی رہے ہیں نبی کریمؐ کے ۱۰ سالہ مسلسل سرایا اور غزوات میں کہیں بھی قہرمانی کا منصب کسی خاتون کو نہیں ملا ہے بلکہ وہ خواتین کو صف اول میں بھی نہیں رکھتے تھے، ان میں سے کسی کا نام لیکر اس کا کردار نہیں بنایا لیکن سقیفہ اور فدک کی جنگ میں قہرمان زہراء کو بناتے ہیں، مرد جنگ وجہاد کو خانہ نشین کیا﴿**قرن فی بیوتکن**﴾ (احزاب۔۳۳) خاتون بیرون خانہ نکلتی ہیں انہیں مسجد اور گھروں میں چکر لگاتے دکھاتے ہیں، آخر کیوں؟ کس لئے؟ پیغمبرؐ پر احسان کیا ہے، علی پر احسان کیا ہے یا یہ حضرات حسنین پر احسان ہے یا خود زہراء پر احسان ہے؟ یا غیرت اسلامی کے احساس کو اپنی ناموس سے کھینچا ہے؟۔ اقتدار

پرستی کے لوازمات ومربوطات وملحقات زہراء کے خواب وخیال میں نہیں تھے۔ ان کے شوہر کو جب خلافت پیش کی تو کہا یہ گندہ پانی ہے، مردار ہے (خطبہ ۵) کسی اور کو پکڑو ''**دعونی والتمسو غیری**'' (خطبہ ۔۱۳۵) گویا علی کو اس اقتدار سے نفرت تھی زہراء کو اس سے اتنی دلچسپی کیوں تھی فدک کے بارے میں فرماتے ہیں ''**الیک بیا دنیا فحبلک علی غاربک لقد ان سللت من مخالبک و اخلصت من حبائلک ما اصنع بفدک و غیر فدک و ا نفس فی غدن الجدث تنقطع فی ظلہ آثارھا**'' کیا یہ علی سے محبت میں تھی؟ کیا علی کے اقتدار کے لئے زہراء نے جان دی ہے؟ کیا علی کو اقتدار نہ دینے پر زہراء نے ابا بکر کو انکے جنازے پر نہ آنے کی وصیت کی؟ ۔علی کو کیسے گوارا ہوا کہ زہراء کی قربانی کو رائیگاں جانے دیں اور ابا بکر وعمر ابن خطاب سے دوستی کریں؟ اس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی سوائے آج کل کے دور میں جہاں باپ کے قاتلوں سے مصالحت کر کے اقتدار لیتے ہیں جب کہ یہ مزاجِ علی اور مزاج زہراء میں نہیں تھا۔ اس کے باوجود تصادم، قتل وکشتار، خون ریزی اور دہشت گردی کے کیا معنی، ملک میں گزشتہ سالوں میں ہونے والی قتل وکشتار اور خودکش حملوں کا سرا اس مظلومہ خودساختہ زہراء سے ملتا ہے۔ اس کی کیا منطق بنتی ہے ،کہیں گے کوئی منطق نہیں بنتی ہے۔ یہاں حقیقت خالص نہیں چلتی یہاں کے نام نہاد علماء ودانشوران کہتے تھے علم ودلیل اور درس وبحث سے انقلاب نہیں آتا بلکہ انقلاب صرف شہادت سے آتا ہے۔ منطق حقیقت کے لئے ہوتی ہے یہ حقیقت کے خلاف ہے تو یہ اسطورہ ہے، اسطورہ والوں کی اپنی صوابدید ہوتی ہے کہ جس کو چاہیں قہرمان بنادیں، جس کو چاہیں قائد بنائیں، جس کو چاہیں ہٹائیں۔ سید محمد صدر عراق کے ایک بڑے مجتہد جو صدام کے ہاتھوں قتل ہوئے، انہوں نے مصر میں منعقد دارالتقریب والوں کو ایک خط میں لکھا، جس میں لکھا اس وقت علی بھی نہیں، زہراء بنتِ محمدؐ بھی نہیں، ابوبکر ابن ابی قحافہ وعمر ابن خطاب بھی نہیں، دونوں کا کوئی وارث بھی نہیں تو فساد کس بات پر ہے۔ ڈاکٹر علامہ سباعی خود مصر کے ایک بڑے عالم ومحقق تھے انہوں نے کہا اب تو ہم خود کسی اور کے اندر محکوم ومسلوب ہیں کہ مخالفین کو بروقت سزا دیں۔ اسی طرح اس کی سزا میں محمد حسین فضل اللہ شہید زندہ بن گئے۔ اس سے پتہ چلتا ہے زیر بحث موضوع پر شور شرابا کرنے والوں کی دوستی نہ زہراء سے ہے نہ علی ابن ابوطالب سے ہے اسی طرح دشمنی نہ ابوبکر ابن ابی قحافہ سے ہے نہ عمر ابن خطاب سے، اگر جنگ کے قہرمان یہی چار ہیں لیکن وہ تو گزر گئے ان کی نسلیں بھی نہیں ہیں نہ ابوبکریوں کی حکومت ہے نہ عمریوں کی اور نہ علویوں کی۔ اس پر اساطیر والے کہیں گے عجیب بات ہے یہ تو حقائق کے لئے ہوتا ہے جنھوں نے افسانہ بنایا انہوں نے روم وفارس کے شاہان غمزدہ وافسردہ تخت وتاج رفتہ والوں کیلئے کہانی فلم

بنائی تاکہ ان کو غصہ دلائیں اور وہ اسلام کیلئے اپنے دلوں میں حقد وکینہ اور بغض وعناد بھر لیں، انہوں نے اسی لئے دلوں کو جلد متاثر کرنے کیلئے قہرمان عورت بنائی جس کا نام انہوں نے فاطمہ رکھا ہے۔ فلمسازوں کے مقابل میں اسلام ہے جنھیں اسلام ہی نے ختم کیا تھا لیکن اسلام ایسی کوئی چیز نہیں کہ جس سے انتقام لیں اسے کوئی ہرا نہیں سکتا کیونکہ وہ اللہ کا دین ہے لہٰذا انھوں نے اسلام کے لئے قربانیاں دینے والوں کو نشانہ بنایا، باوفا جانثاران پیغمبرؐ میں پہلے دن سے آخر دم تک اسلام کو اٹھانے والی یہی چار شخصیات تھیں جنھوں نے اسلام کو اٹھانے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ لیکن اساطیر والوں نے ابوبکر ابن ابی قحافہ وعمر ابن خطاب کو غاصب وظالم اور فرعون ونمرود کی جگہ لا کھڑا کیا اور ان کے لیے بدترین الفاظ وکلمات استعمال کئے لیکن علی ابن ابوطالب اور زہراء کے لئے ایسے کلمات استعمال نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ رسولؐ اللہ پر لگتے تھے اور یوں ان کا راز افشا ہو جاتا۔ اس لیے انہوں نے زہراء کو ایک ایسی عورت بنایا کہ جن کا دل حب دنیا ومال دنیا وزندگی دنیا سے لبریز تھا، اس کے لیے بے چین وبے قرار وافسردہ رہتی تھیں اسی لئے جلدی مرنے کی خواہشمند تھیں، انہیں اس طرح سے پیش کیا گیا کہ گویا اپنے گھر میں وفات پانے اور گھر میں مدفون ہونے والی کو لاپتہ قرار دیا جاتا ہو۔ سوال کریں تو کہا جاتا ہے پتہ نہیں کہاں ہیں۔ علی ابن ابوطالب کے لئے یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ بزدل تھے، ہمت ہار گئے تھے حکومت سے مرعوب تھے دشمن سے ساز باز کرتے تھے لیکن ان کے بارے میں یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ وہ علم پرست، مجسمہء علم اور رمز علم تھے، دنیا میں کوئی بھی علم نہیں جس کا علی ابن ابوطالب کو پتہ نہ ہو۔ اب ذرا غور فرمائیں قرآن میں جس رسولؐ اللہ سے نفی غیب کی گئی ہے، یہ کہتے ہیں علی ابن ابوطالب جانتے ہیں۔ ان سے پوچھیں یہ علی ابن ابوطالب کون ہیں؟ جن کو آپ نے قہرمان بنایا یہ کہاں رہتے تھے یہ نبی تھے رسول تھے یا ملائکہ تھے یا نبی کے پروردہ اور ان کے جانشین تھے۔ نہیں نہیں آپ نے غلط کہا نبی کے وصی نہیں تھے، نبی کے جانشین ہوتے تو یہ نہیں فرماتے مجھ سے جو چاہیں پوچھیں، زمین کے بارے میں پوچھیں، کائنات کے ہر گوشے کے بارے میں پوچھیں میں جواب دونگا۔ اس سلسلے میں تفصیل کی بجائے ہم قارئین کو ایک کتاب پیش کرتے ہیں جس کا عنوان ہے ''**سلونی قبل ان تفقدونی**'' تألیف شیخ محمد رضا حکیمی جلد اول جس کے ۴۲۲ صفحات ہیں جلد دوئم کے ۴۴۲ صفحات ہیں کل ۸۶۴ صفحات ہیں۔ قرآن کریم میں کثیر آیات میں اللہ نے علم غیب کو اپنے لئے مختص کیا ہے اور حضرت محمدؐ سے کہلوایا ہے کہ میں علم غیب نہیں جانتا ہوں بلکہ تاریخ میں یہ بھی آیا ہے ایک دفعہ پیغمبرؐ نے فرمایا کل جواب دوں گا، اللہ نے ہفتوں پیغمبرؐ پر وحی بند کی، پیغمبرؐ پریشان ہوگئے، مومنین پریشان ہوگئے مشرکین نے افواہ اڑائی محمدؐ کو اللہ نے معطل کیا

ہے۔اس سے پتہ چلتا ہے یہ علی اس محمدﷺ کے جانشین نہیں بلکہ یہ علی کوئی اور ہے۔اس کے بارے میں دو احتمال ہیں۔

۱۔احتمال ہے اللہ نے اصل نبی علی کو بنایا تھا نعوذ باللہ جبرائیل نے خیانت کر کے یہ نبوت محمدﷺ کو دی تھی جیسا کہ غرابیہ والے کہتے ہیں،غرابیوں کا کہنا ہے علی اور محمد دونوں کوّے جیسے ہیں ان کی آپس میں تمیز نہیں ہوتی۔غرابیہ بغداد کے علاقہ کرخ میں ہوتے تھے جہاں شیخ طوسی ہوتے تھے،اگر ہم فرقوں کی زبان ثقافت سمجھتے تو ہماری سمجھ میں آسانی سے آجاتا یہ جوعلماء منابر سے کہتے ہیں علی نفس رسول ہیں وہ اسی عقیدے کے تحت کہتے ہیں لیکن یہ احتمال ضعیف ہے علی خود نبی بھی ہو جاتے تو ہر علم کا دعویٰ نہیں کر سکتے تھے کیونکہ کسی نبی کو اللہ نے تمام علوم نہیں دیئے جیسا کہ قصۂ موسیٰ میں دیکھیں اور ایسا دعویٰ خلاف قرآن بھی ہے۔

۲۔دوسرا احتمال قوی یہ ہے یعنی اللہ خود نزول کر کے علی میں حلول ہوا ہے اب علی ہی اللہ ہے اس طرح علی علام الغیوب ہے جیسا کہ فرقہ نصیری علی اللّٰہی کہتا ہے۔اس فرقے کا مخترع محمد بن نصیری ہے،مخترع اثناعشری نمیری ہے،عمائدین اہل سنت نصیریت کی مخالفت اور اثناعشری کی حمایت کرتے ہیں جو ایک لمحہ فکریہ ہے۔اثناعشری علی کو اللہ نہیں کہتے لیکن تمام صفات الوہیت قدرت مطلقہ اور علم غیر محدود علی کے معتقد ہیں۔

اُسطورہ آل:۔

قصہ فدک میں فاطمہ زہراء کی شان کو اٹھانے میں اخلاص کا عنصر نظر نہیں آتا بلکہ یہ بدنیتی پر مبنی ہے، یہ سارے غلو زہراء کی خاطر نہیں بلکہ اصل مقصد شیخین کو گرانا،مسخ وفسخ ونسخ کرنا مراد تھا۔چنانچہ بدترین،شنیع ترین اور فاحش ترین کلمات سے ان کو یاد کیا جاتا ہے۔دنیا میں مسلمان مجرمین سے ہٹ کر کوئی کافر بھی مجرم ہو تو بتانا پڑتا ہے کہ ان کا جرم کیا تھا؟ بای ذنب،﴿بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَت﴾(تکویر۔۹) وہ کونسی جرم وجنایت تھی جس کی پاداش میں انہیں مطعون کیا جاتا ہے،سوائے اس کے کہ انہوں نے تمام خطرات کو مول لے کر نبی کریمؐ کی معیت میں دشمنان اسلام سے جہاد کیا اور اسلام کے فروغ میں جانی ومالی قربانیوں سے دریغ نہ کیا گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ اور رسول کی صحیح معنوں میں اطاعت کے علاوہ ان کا کونسا جرم تھا اگر ہے تو سامنے لائیں؟ ﴿وَ مـا تَـنـقِمُ مِنَّا إِلاَّ أَنْ آمَنَّا بِآياتِ رَبِّنا﴾(اعراف۔۱۲۶)''حتیٰ انہیں اطاعت اللہ ورسول کی وجہ سے فرعون،ہامان،نمرود،گورباچوف،گاندہی ونہرو تک کہا گیا ہے آخر ایسا کیوں ہے؟﴿وَ ما تَنقِمُ مِنَّا إِلاَّ أَنْ آمَـنَّـا بِـآيـاتِ رَبِّنا﴾ حقیقت میں تو یہ انتقام از شیخین بھی نہیں،انتقام از محمد بھی نہیں کیونکہ انتقام تو زندہ سے لیتے ہیں یہ ذوات یہاں سے منتقل ہو کے،عالم برزخ میں ہیں اگر انتقام زندہ وارث سے لیتے ہیں

تو یہاں دیکھنا ہوگا زندہ کون ہے؟ اسلام زندہ ہے۔اسلام،قرآن اور نام محمدؐ سے زندہ ہے،قرآن اور نام محمدؐ کو روکنے کیلئے آل واصحاب کا اسطورہ بنایا گیا ہے۔اسطورہ کلمہ سطر سے بنا ہے''س ط ر ا'' کسی چیز کا ترتیب سے لین میں رکھنے کوسطر کہتے ہیں،اس کی جمع اساطیر ہے یہاں سے کہتے ہیں''**سطر فلان علینا تسطیرا**''فلاں نے ہمارے خلاف غلط چیزیں بنائی ہیں،اسطیر کا مفرد اسطار واسطورہ آتے ہیں۔آل و اصحاب لغت عرب میں، نہ قرآن کریم میں نہ تاریخ انبیاء میں کہیں بھی خود انبیاء کے برابر ہوں یا ان کا بدل ہوں،نہیں ملتا ہے بلکہ ان میں اچھے برے دونوں نکلے ہیں﴿**وَ بارَكْنا عَلَيْهِ وَ عَلى إِسْحاقَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِما مُحْسِنٌ وَ ظالِمٌ لِنَفْسِهِ مُبِينٌ**﴾(صافات۔۱۱۳)

قرآن میں جس طرح انبیاء کی آل کا ذکر آیا ہے فراعن وجبائر کی آل کا بھی ذکر آیا ہے،تاریخ انبیاء کے ساتھ چلنے والے صالحین اوران کے خاندان سے نکلنے والے ظالمین طاغین دونوں میں ان کا ذکر آیا ہے بلکہ تاریخ میں اصحاب وآل کے کردار حتیٰ خود نبی کریمؐ کے اصحاب وآل نے امت کے لئے ایسے مسائل کھڑے کئے کہ ان کے نام لینے سے امت کا سر شرمندہ ہوکر نیچے ہوجاتا ہے،انہوں نے مدینہ رسولؐ کو چھوڑ کر مدائن جیسے علاقوں میں ملحدین ومشرکین ومنافقین کی صحبت نشینی کو ترجیح دی،عمر بن خطاب کے منع کرنے کے باوجود عثمان ابن عفان کی نرم مزاجی سے استفادہ کرتے ہوئے وہ علم و دینی چہرہ نمائی سے دنیا خریدنے کے لیے دیار منافقین مصر،خراسان،بخارا،بصروکوفہ گئے اور وہاں سے تحفہ وتحائف مال ومنال بنا کے واپس آئے۔طلحہ وزبیر مدینۃ الرسول کو چھوڑ کر شہر منافقین بصرہ وکوفہ ومصر گئے وہاں سے انہیں پذیرائی ملی، انہی شہروں میں جانے کے بعد انحراف کے راستے پر گامزن ہوکر واپس آکر ام المومنین عائشہ کو اپنے ساتھ ملا کر خلیفہ سوم وچہارم کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔بعد میں آنے والوں کو پتہ چلا یہ لوگ غم وغصہ ملت سے نہیں بچیں گے وہ انہیں قبروں میں بھی نہیں چھوڑیں گے،چنانچہ ان کیلئے القابات کی دیوار بنائی رضی اللہ عنہ،علیہ السلام،سیدنا کے القابات بنائے۔کلمہ''سیدنا''یعنی نبی کریمؐ سے لیکر ادنٰی فرد اصحاب وآل کو سیدنا کہنا اس بات کی دلیل ہے آپ کی تملق القابات سے چلتی ہے،ورنہ جس کا سید وآقا رسول اللہ ہو وہ کسی اور کی آقائی کو نہیں مانتا ہے۔

آل مادہ اول سے ہے،اول کا معنی کسی چیز کی طرف برگشت کرنے کو کہتے ہیں جیسے **آل یؤول اولا، آل الرجل شخص ،آل کل شیء عشیرہ** کہتے ہیں۔صاحب مفردات راغب نے مادہ اول میں لکھا ہے''**الآل مغلوب عن لاهل**''،بعض نے کہا ہے اصل آل اہل ہے کیونکہ اس کی تصغیر اھیل آتی

ہے، مگراس کی اضافت ہمیشہ علم کی طرف ہوتی ہے، کسی اسم نکرہ یا زمان یا مکان کی طرف اضافت جائز نہیں ہے، اس لئے آل فلاں تو کہہ سکتے ہیں مگر **آل رجل آل زمان کذا و آل مکان کذا** بولنا جائز نہیں ہے، اسی طرح ہمیشہ صاحب شرف اور افضل ہستی کی طرف مضاف ہوگا، اسی لئے آل خیاط بھی نہیں کہہ سکتے بلکہ **آل آل اللہ یا آل السطان** کہا جائے گا مگر اہل کا لفظ مذکورہ بالا میں سے ہر ایک کی طرف مضاف ہوکر آجاتا ہے۔ بعض نے کہا ہے لفظ آل دراصل بمعنی شخص ہے اس کی تصغیر اُویل آتی ہے اور یہ اس شخص کے متعلق استعمال ہوگا جس کے دوسرے کے ساتھ ذاتی تعلقات ہوں مگر قریبی رشتہ داری یا تعلق والا ہو جیسے آل ابراہیم وآل عمران کہا ہے، سورہ عمران آیت ۳۳ سورہ غافر آیت ۴۶ا فرعون والوں کو نہایت سخت عذاب میں داخل کرو۔

کیونکہ ان دونوں میں ارتباط ہے گویا ان دونوں کو ملا کر باطنیہ قدیم وجدید نے اسلام و مسلمین پر کاری ضرب لگائی ہے۔ بعض نے کہا ہے آل نبی سے مراد حضرت محمدؐ کے رشتہ دار ہیں اور بعض کے نزدیک اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنہیں علم ومعرفت واعمال صالح کے اعتبار سے آپ ﷺ کے ساتھ خصوصی تعلق ہو۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اہل دین دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو علم وعمل کے اعتبار سے راسخ اور محکم ہوتے ہیں ان کو آل نبی اور امّت بھی کہہ سکتے ہیں، دوسرے وہ لوگ ہیں جن کا سراسر ذہن تقلیدی ہوتا ہے ان کو امت محمد تو کہہ سکتے ہیں مگر آل محمدؐ نہیں کہہ سکتے۔ اس سے معلوم ہوا امت اور آل میں عموم وخصوص کی نسبت ہے یعنی آل نبی آپ کی امت میں داخل ہیں مگر ہر امتی آل نبی میں داخل نہیں ہوسکتا۔ امام جعفر صادق سے کسی نے سوال کیا، کیا تمام مسلمان آل نبی میں داخل ہیں تو آپ نے فرمایا یہ صحیح ہے شرافت و فضیلت صرف اتباع شریعت میں ہے نسبت ومنصب میں تابع ہونے کی کوئی فضیلت نہیں جیسا کہ نوح ولوط کی آل اہل نہیں تھے۔

نبی کریمؐ کی چار بیٹیاں تھیں چاروں اپنے دور کی محترم شخصیات کی زوجہ رہیں۔ فاطمہ چھوٹی ہونے کی وجہ سے خدیجۃ الکبریٰ کی یادگار ہونے کی وجہ سے کچھ زیادہ عزیز تھیں، لیکن ان کو عالم علوم اولین وآخرین، جو کسی فرد بشر کیلئے حتیٰ نبی اولوالعزم حتیٰ خاتم النبیین کیلئے میسر نہیں تھا کہنے کا جواز نہیں بنتا ہے نیز عصمت فاطمہ زہراء کی تفسیر خطاء ونسیان سے محفوظ کرتے ہیں حالانکہ یہ کسی انسان کیلئے ممکن نہیں، اس طرح نبوت کے برابر اور محمدؐ سے بالاتر ہونے کو کیوں اٹھایا؟ اس لئے اٹھایا تاکہ شیخین کو پستی تک لے جائیں اور سائلین سے زیادہ سوال کرنے کا موقع ہی سلب کریں، اور اس طرح نبی کریمؐ کیلئے دست وبازو وناصر بننے والوں کے چہرے

مسخ کریں۔

اس وقت مسلمانوں کے پاس دین اسلام کے اساس متین ومحکم ہوسوائے قرآن اور نام گرامی محمدؐ کے کچھ نہیں رہا ہے، نام محمدؐ ہٹانے کے بعد قرآن کیلئے جگہ نہیں رہتی کہ یہ کتاب کہاں سے، کس نے لائی، یہ مجہول ہو جاتی ہے تعظیم وتکریم قرآن کیلئے نام گرامی محمدؐ لازمی ہے اگر توہین محمدؐ دیکھنے کے بعد خودکشی مستحسن ہوتی تو خودکشی کرتے لیکن عمل ممنوع ہے تو فریاد وفغاں اور واویلا بلند کریں۔ اس سلسلے میں حالیہ عدالتی فیصلے پر پاکستان سے باہر دشمنان اسلام نے خوشیاں منائیں جبکہ یہاں کے ۹۸ فیصد مسلمانوں کے غم وغصہ کو نظر انداز کر کے اقلیتوں سے یکجہتی کرنے والے حکمرانوں کا کردار مسلمانوں کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔

غرض کیا فدک اور اسطورہ آل کا آپس میں گہراء رشتہ مثل رشتہ والد ومولود ہے پہلے مرحلہ میں فاطمہ زہراء کو تاریخ اسلام کا اسطورہ بنایا، اسطورہ یعنی وہمی وفرضی شخصیت جیسے فلموں میں پیش کی جاتی ہے چنانچہ انہوں نے زہراء کو عقائد ملحدین کے مطابق موجود قدیم بنایا گویا انہیں خالق کی ضرورت نہیں ان کا کہنا ہے آپ خلقت عالم سے پہلے تھیں اس سے تصور یہ بنتا ہے کہ زہراء مخلوق زمینی نہیں ہیں دوسرا تصور فاطمہ زہراء وجوداللہ ہے جیسا کہ

۱۔ حدیث مذموم کساء میں زہراء کو اصل اور محمدؐ کو فرع قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ نص قرآن کے تحت وحی حضرت محمدؐ کے بعد منقطع ہوئی ہے جبکہ یہ لوگ اسے زہراء کیلئے ثابت کرتے ہیں کہ ملائکہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اخبار سماء دیتے تھے، یہ قرآن سے متصادم ہے۔

۳۔ تحریف درآیات۔ ان کی اولین ترجیحات میں سے قرآن کریم کی آیات کو تحریف کرنا ہے اس کا ایک مصداق کلمہ کوثر ہے۔ کوثر سے مراد قرآن اور رسالت محمدؐ ہیں، اللہ سبحانہ نے عاص بن وائل اور عمائدین قریش کی پیش گوئی کے جواب میں یہ سورۃ مبارکہ نازل فرمائی ہے۔ اس کا یہ جواب نہیں ہوگا کہ آپ کا نام بلند رہے گا اس وعدہ الٰہی کا ثبوت فرقے ہیں وہ ضد محمدؐ ہیں انہوں نے محمدؐ کی جگہ اسوہ آل واصحاب کو بنایا ہے اس کے باوجود وہ ''اشھد ان محمد رسول اللہ'' کہنے پر مجبور ہیں، اس کی زندہ مثال آج بروز جمعہ المبارک ۲۳ صفر المظفر ۱۴۴۰ھ کو روزنامہ دنیا کے پہلے صفحہ پر آئی ہے ملک کے حکمران، عدلیہ اور اپوزیشن نے دیکھا ہے خاتون مسیحیہ کی عدالت سے رہائی پر یہاں کے مسلمانوں نے کتنے سخت ردعمل کا مظاہرہ کیا ہے، کیونکہ وہ اپنے نبی کریمؐ کی شان میں صلیبین ومشرکین اور سیکولروں کی طرف سے توہین وجسارت رسولؐ کا سلسلہ دیکھتے رہے ہیں۔ وقتاً فوقتاً یہاں کے مسلمانوں کی تذلیل کیلئے وہ آسان وکم خرچ نسخہ اپناتے رہتے

ہیں، عالم غرب کی ایماء واشارہ پران کوخوش کرنے کیلئے یہاں کے سیاستدان پیش پیش رہتے ہیں، آسیہ نامی خاتون جسے نبی کریمؐ کی اہانت و جسارت کرنے پرسزا پانے کے ایک عرصہ گزرنے کے بعد انہی دنوں عدالت نے بری کر دیا۔ عالم مسیحیت اس رہائی پر بے حد خوشی منانے لگی، ملک کے نام نہاد مسلمان اور مسیح نواز بلاول ونواز بھی مسیحیوں کے ساتھ خوش ہوگئے اور بلاول نے اپنے حریف مبغوض حکمران عمران سے قومی اسمبلی میں خطاب کرتے ہوئے کہا ''عمران آگے بڑھو ہم تمھارے ساتھ ہیں'' جب بلاول، زرداری اور نواز شریف، شہباز شریف، پرویز رشید خوش ہوں گے تو یقیناً مسلمانوں کو دکھ ہوگا۔ میں یہاں یہ نکتہ پیش کرنا چاہتا ہوں کہ حکمران اور فیصلہ دینے والے کہتے ہیں ''ہم عشق رسول میں کسی سے کم نہیں'' ہم آپ اور دیگر سیکولران سے عرض کرتے ہیں، آپ عاشق نہ بنیں بلکہ مسلمان بنیں اور اپنے نبیؐ کی توہین برداشت نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آپ کو نبی کریمؐ کے عاشق بننے کا حکم نہیں دیا بلکہ آپ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اگر آسیہ نے توہین نہ کی ہوتی تو آج مغرب والے خوشی نہیں مناتے۔

کہتے ہیں اس وقت فاطمہ زہراء سے پھیلنے والے ۴۰ ملین سادات ہیں، کتاب ''صدیقہ طاہر بانو بزرگ اسلام'' تالیف عقیقی بخشایشی ص ۲۷ پر لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے حضرت محمدؐ پر طنز کے جواب میں آپ کو کوثر دیا اور کوثر سے مراد زہراء سے پھیلنے والی نسل ہے جو ابھی چالیس ملین سے زیادہ ہیں، اتنی نسل دنیا میں کسی بھی خاندان کو حاصل نہیں ہوئی ہے، اس چالیس ملین میں پرویز مشرف بھی شامل ہے۔ آپ نے اس چالیس ملین کی تفصیل بھی بتائی ہے کہ ایران میں تقریباً ۳ ملین، عراق میں ایک ملین، مصر میں ۵ ملین، مغرب اقصیٰ میں ۵ ملین، یمن ہندوپاکستان میں ۲۰ ملین ہیں، ابھی آپ نے یورپ وامریکا اور آسٹریلیا وغیرہ میں اسلامی قوانین سے فرار کر کے تمام تکالیف شرعیہ اسقاط کرنے والے آزادی کے حامیوں اور تمام محرمات کو حلال کرنے والے آغا خانیوں کو اس میں شامل نہیں کیا جنہیں ہمارے بلتستان کے بزرگ علماء سادات اصلی گردانتے ہیں حالانکہ انہوں نے دین اسلام سے آزادی کے لئے یورپ وامریکا جانے کی مشکلات سے انہیں نجات دلا کر تمام سہولیات یہاں فراہم کی ہوئی ہیں۔ ان میں ہمارے علاقہ بلتستان کے ایک فاجر وفاسق زانی وشرابی اسد زیدی بھی ہے جسے کسی غیرت وناموس رکھنے والے نے قتل کیا تھا لیکن وہاں کے لوگ اسے شہید کہتے ہیں، حوزہ علمیہ قم کے افاضل نے ان کے لئے مجلس فاتحہ رکھی تھی۔ ہمارے داماد علی عباس نے کہا سید اور ذاکر حسین ہونے کے بعد کسی اور چیز کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

اسطورہ کو کبھی الف ولیلہ بھی کہتے ہیں۔ الف ولیلہ کی تعریف کرتے ہیں یہ کتاب ہزار افسانوں کا

ترجمہ عربی ہے اصل کتاب قصص فارسی ہے۔ کتب شناسوں کا کہنا ہے اصل میں یہ کتاب نہیں بلکہ قصص خیالی ہیں، مستشرقین نے جب مشرق زمین خاص کرامت عرب سے متعلق کتب جہاں سے بھی ملیں جمع کیں تو ان کے ہاتھوں میں آنے والی کتابوں میں یہ کتاب بھی تھی۔ اصل میں یہ کتاب اسلام سے پہلے فارس اور ہندوؤں کے درمیان رائج قصص وکہانی تھی چنانچہ مؤرخ کبیر مسعودی متوفی تیسری صدی ہجری نے اپنی کتاب مروج الذہب میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے، یہ کتاب فارسی ہے یا پہلوی ہے۔ یہ بادشاہ فارس اوران کے وزیر کی بیٹی شہزادی اوران کی خادمہ دین زاد کی کہانی ہے۔ اس میں قصص حماقت و جرائم، رقص وغزل وغنایہ ہیں قرون قدیمہ کی اساطیر وکہانی پر مشتمل ہے، اب کسی بھی کتاب کی بنیاد نہ ہو تو کہتے ہیں یہ الف ولیلہ ہے۔ یہاں سے ہم دیکھیں گے کہ قصہ فدک یا سقیفہ حقیقت رکھتے ہیں یا الف ولیلہ ہیں۔

فدک ماجرائے سقیفہ ودروازہ سوزی حضرت زہرا دختر رسولؐ اللہ زوجہ امیر المؤمنین الف لیلۃ ہے یا حقیقت ناصعہ وواقعہ ساطعہ ہے۔

اگراس واقعہ کے بارے میں لکھی گئی کتابوں کے مصادر کو دیکھیں تو ان کے مصادر ان چار کتابوں سے تجاوز نہیں کرتے۔ خود اس پر تحقیق کرنے والوں نے سلیم بن قیس ہلالی کی کتاب کو الف لیلہ سے تشبیہ دی ہے، کتاب سلیم بن قیس ہلالی کو اُس الاساس امامت صفحات سیاہ خلفاء قرار دیا گیا ہے۔

قصہ فدک جس وقت پیش آیا، کیا اس وقت وہاں حاضرین وناظرین کے لئے کوئی روزنامہ نہیں تھا، اخبار نہیں نکلتا تھا یہ واقعہ معمولی وعادی تھا لوگ اس کا پیچھا نہیں کرتے تھے، بطور مثال نبی کریمؐ نے وفات پائی سب نے سنا ہے جو بھی آپ کے گھر آیا دیکھا، اب رسول کے اوپر چادر ڈال دی گئی لوگ افسوس وحزن وغم کرتے تھے۔ یہ گزشت زمان کے بعد ایک خبر بنتی ہے جس کے بارے میں علماء عربی کہتے ہیں ''**الخبر یتحمل صدق والکذب** ''اس خبر کے مضمون کے بارے میں صدق وکذب برابر ہے۔ جب تک باہر سے کوئی مرجح تائید نہ ملے لیکن جونہی ایک طرف سے تائید ثابت ہوتی ہے تو دوسری طرف کذب ہو جاتی ہے، اس خبر کے مخبرین کے حوالے سے تحقیق کی جاتی ہے یہ لوگ سچے تھے یا جھوٹے، اس کے لیے علم رجال کے ذریعے راویوں کو دیکھنا ہوتا ہے، خبر سے باہر قرائن وشواہد اس کے صدق وکذب میں معاون رہتے ہیں مثلاً جتنے بھی اخبار ہمارے پاس ماضی کے بارے میں ہیں ان میں اتنے اکاذیب آئے ہیں کہ ان پر کلی طور پر اعتماد مشکل بن گیا ہے، اب مختلف زاویوں سے اس واقعہ کی تحلیل کرنا ضروری ہو گیا ہے۔

اس کتاب پر ایک تحلیل وتجزیہ ریاضی مجلّہ آئینہ پژوہش صادرہ از قم شمارہ ۳۷ سنہ ۱۳۷۵ شمسی ص ۱۹

پر محمد تقی سبحانی لکھتے ہیں کتاب سلیم مختلف جہات سے اہمیت کی حامل ہے۔ یہ قصہ تین عناصر سے مرکب ہے
ا۔ عنصر اول سلیم بن قیس ہے ۔ مجلّے میں کتاب اختصاص سے نقل کیا ہے کہ سلیم بن قیس امیر المومنین کی پولیس میں تھا بعض نے اسے یاران امام باقر میں لکھا ہے۔
۲۔ خود کتاب سلیم بن قیس ہے۔ معجم رجال حدیث خوئی جلد ۸ ص ۲۷۷ پر لکھا ہے کتاب سلیم بن قیس پہلی کتاب ہے جس میں امامت وخلافت کی اہمیت کو چھیڑا گیا ہے تمام اختلافی مسائل حتیٰ ۱۲ اماموں کا بھی اس میں ذکر ہے یہ کتاب فتنہ گر فساد گر ہے۔
۳۔ ابان بن عیاش راوی مستقیم از سلیم بن قیس ہے۔
جتنی کتابیں آل واصحاب کے نام سے لکھی گئی ہیں ان کا اکثر و بیشتر حصہ اسلام سے عناد و بدنیتی پر مشتمل ہے۔ جو بھی شخص خالص تحقیق کا جذبہ رکھتا ہو اس کیلئے نشانیاں پیش کرتے ہیں عندالمطالعہ غور کریں۔
ا۔ بعض اصحاب وآل کیلئے خصوصی دعائیں کی ہیں، جو ان سے فضائل ومناقب میں قرآن کے مطابق بہتر تھے ان کے حق میں نہیں ہے۔ یہ دعائیں ابن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو عاص، ابو ہریرہ اور معاویہ ابن ابوسفیان کیلئے ہی ہیں جس کی وجہ سے یہ ذوات دوسروں کی نسبت زیادہ عالم بنی ہیں۔
۲۔ علوم فلسفہ، طب، ریاضی، سیاست، فیزک، معاشیات، ہندسہ غرض جتنے علوم اس وقت دنیا میں اکتشاف ہوئے ہیں یا ہزار سال بعد کشف ہوں گے، ان سب علوم کا ام المومنین عائشہ کو عالم قرار دینے سے پتہ چلتا ہے یہ منطق اخوان صفا کی ساخت ہے جن کے اہداف، ایمان کی جگہ علم جاگزین کرنے کا مذموم عزائم رکھتے ہیں۔
۳۔ نبی کریم کے بعد سے الی یومنا ھذا رونما ہونے والے فجائع ومصائب اسلام میں ظہور فرق و مذاہب کے حق میں نبی کریم سے پیش گوئیاں بیان ہوئی ہیں۔ غصب فدک، سقیفہ، جمل وصفین ونہروان، بنی امیہ وبنی عباس کوئی حادثہ یا واقعہ نہیں چھوڑا ہے جس کے بارے میں نبی کریمؐ سے خبر نہ دی گئی ہو گویا نبی کریمؐ ان خبروں کو بتانے کیلئے بھیجے گئے تھے جن میں مصائب زہراء، قتل حسین وغیرہ بھی شامل ہیں۔
۴۔ جن اصحاب کو بہت اٹھایا ہے ان کی سبقت ایمان سبقت ہجرت وجہاد فاقد تھے۔ انہیں تنہا بنی ہاشم اور خدیجہ کے رشتہ دار ہونے کی بنیاد پر اعلیٰ درجہ پر فائز دکھایا گیا ہے۔ جن میں ابوسفیان بن حارث شامل ہے جو ۲۳ سال مسلسل حزب مشرکین میں رہا آپ علیہ السلام پر ہذیان وہجو، اہانت وجسارت کرتا رہا لیکن اس کو اٹھایا گیا۔ شوہر زینب بنت محمد جو ایمان نہیں لائے مشرکین کے ساتھ بدر میں مسلمانوں سے لڑنے

آئے ،اسیر ہوئے ، نبی کریمؐ نے زینب کو مدینہ بھیجنے کی شرط پر رہا کیا، بعد میں بھی ایمان نہیں لائے ، یہاں تک وہ شام تجارت کیلئے گئے وہاں سے لائے مال کو مسلمانوں نے غنیمت میں لیا پھر وہ ایمان لائے۔

معاویہ ابن ابوسفیان کا بیعت علی ابن ابوطالب سے پہلوتہی کرنا اور آخر میں بغاوت کرنا تاکہ خلیفہ مسلمین علی ان کو والی کے عہدہ سے عزل نہ کریں احتساب بھی نہ کریں اسے اٹھایا گیا ہے۔

۱۔انہیں اپنے علاقے پر تسلط تام تھا،اہل شام ان کے ساتھ تھے۔

۲۔عائشہ ام المومنین،طلحہ اور زبیر کے خروج سے ان کے حوصلے بلند ہوگئے۔

۳۔عمائد اصحاب کا علی ابن ابوطالب کی بیعت سے انکار کرنے سے بھی فائدہ ملا۔

۴۔عمرو بن عاص،مغیرہ بن شعبہ و دیگر والیان عثمان ابن عفان کے عزل سے بھی انہیں تقویت ملی۔

واقعہ قیام امام حسین یعنی یزید منصب خلافت کیلئے نالائق ہے، خلافت کیلئے مہاجرین وانصار میں سے کسی لائق کو انتخاب کرنے کیلئے آواز اٹھائی اور آخر میں آپ کی جان بھی خطرے میں پڑی۔اس میں کیا کیا اکاذیب، کہانیاں ،اساطیر چھوڑے جو قابل بیان نہیں ہیں، یہاں امام حسین کے نام سے مجالس سب خلفاء کیلئے مختص ہیں۔ان مجالس میں اسلام توحید رسالت آخرت،خوف اللہ، وعظ ونصیحت پر پابندی ہے۔

آل واصحاب نبی کریمؐ کے بعد تیس سال تک کمال محبت وآشتی میں خوشگوار ماحول میں رہے لیکن اب دو متضاد جماعتیں متعارف ہوئی ہیں۔دین قرآن ہے دین سنت وسیرت عملی رسولؐ اللہ ہے لیکن کہتے ہیں دین اصحاب سے لیں، اہلبیت سے لیں، اسلاف سے لیں ان کی مرسلات، مرفوعات بھی حجت ہیں، حالانکہ یہ عقل وآیات قرآن سے ثابت نہیں ہے اہلبیت اور اصحاب سے دین لینے کی ہدایت بدنیتی وگمراہی پر مبنی ہے۔

اصحاب واہلبیت جانشین رسول اللہ:۔

آغاز دعوت رسولؐ اللہ میں پیغمبرؐ کی دعوت بہ اسلام کے مخاطبین نے پیغمبرؐ سے پوچھا آپؐ کے بعد یہ منصب کس کو ملے گا بعض کا خیال تھا آپؐ کے بعد ہمیں ملے گا تو ہم آپؐ کا ساتھ دیں گے۔ نبی کریمؐ نے بر وقت ان کو جواب میں فرمایا''**ان ھذاالامر لیس بیدی** '' یہ امر میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔سورہ آل عمران آیت ۱۵۴۔کثیر آیات میں آیا ہے پیغمبرؐ صرف حکم شرعی بتاتے تھے از خود احکام جعل نہیں کر سکتے تھے لیکن اس کے باوجود نوراکشتی دکھانے والوں نے ایک دوسرے کے خلاف سب وشتم وضرب وقتل واحراق دما کے ذریعے فتنہ کی آگ کو افروختہ رکھنا، ایک کا عترت کو جاگزین کہ میرے بعد میری عترت سے رجوع کریں

چنانچہ انھوں نے صراحتاً بغیر کسی کنایہ واشارہ کے کہا ہم دین کو اہل بیت سے لیتے ہیں۔ دوسرے نے اصحاب کو اُٹھاتے ہوئے کہا پیغمبرؐ نے فرمایا میرے اصحاب میں سے جس کی چاہیں پیروی کریں کہتے ہیں کبھی میری اور میرے خلفائے راشدین کی پیروی کریں۔ یہ تعدد یہ تردد اس لئے لائے ہیں کہ انہوں نے ایک میں شکست کھانے کے بعد دوسرے کو پکڑنا ہے، تمام فرقوں کے عقائد ایسے ہی ہیں جب ایک طرف سے گریں تو دوسرے کو پکڑتے ہیں۔ اسی طرح کبھی کہتے ہیں منصوص من اللہ ہیں کبھی کہتے ہیں منصوص من الرسول ہیں جبکہ تیسرے کہتے ہیں ایک امام دوسرے امام کی طرف نسبت دیتا ہے، کبھی کہتے ہیں ائمہ دوبارہ رجعت کریں گے کبھی کہتے ہیں عباد صالحین رجعت کریں گے۔ کتاب سیرت امیرامومنین علی ابن ابی طالب صفحہ ۳۰۶ میں ڈاکٹر محمد صلابی نے بحث رابع کے نام سے حجیت قول صحابی پر بات کی ہے۔ اس میں ان کے قول حجت ہونے کے لئے کہا ہے اصحاب نے بطور مستقیم پیغمبرؐ سے دین لیا ہے لہٰذا جو دین اصحاب کے پاس ہے وہ صاف ستھرا ہے، وہ ایک خاص قسم کا سلیقہ رکھتے تھے حالانکہ کتب رجال میں جیسے تہذیب التہذیب میں آیا ہے اصحاب بغیر کسی استثناء کے رسولؐ اللہ سے نقل کی روایت شاید شاذ و نادر ہی کہیں ہو اس لئے جو کہتے ہیں رسولؐ اللہ سے لیا ہے جھوٹ ہے کیونکہ رسولؐ اللہ نے اپنے اقوال ثبت کرنے سے منع فرمایا ہے، حتیٰ عائشہ بنت ابوبکر اور ابوبکر ابن ابی قحافہ تک کے اقوال تک دوسروں سے نقل کیے ہیں۔

روایتوں میں مذکور رواۃ کا تجزیہ:۔

۱۔اس نام سے کوئی راوی کتب رجال میں نہیں۔
۲۔مفرد نام یا بغیر نسبت پدر وشناخت ہونے کی وجہ سے مجہول ہے۔
۳۔اس کو علماء رجال نے مہمل چھوڑا ہے، ان کی توثیق وتنقید نہیں ہوتی۔
۴۔بعض نے توثیق بعض نے نقد کی ہے۔
۵۔بعض کو ضعیف گردانا ہے۔
۶۔بعض کو جھوٹا، وضاع قرار دیا ہے۔
۷۔خود موثق ہے لیکن ان سے نقل کرنے والا جھوٹا ہے۔

غیرت وناموس بنی ہاشم:۔

یہ افسانے غیرت وناموس بنی ہاشم کو مطعون ومقدوح دکھانے کیلئے گھڑے گئے ہیں۔ عرب قبل از

اسلام اور بعد از اسلام غیرت و ناموس میں ضرب المثل رہے ہیں۔ غیرت و ناموس میں غلو کی وجہ سے لڑکیوں کو زندہ درگور کرتے تھے۔ آج بھی اس مملکت اسلامی میں غیرت و ناموس کے بارے میں دو مختلف گروہ پائے جاتے ہیں، مسلمان پریشان ہیں کس کا ساتھ دیں، ایک وہ باپ اور بھائی جو اپنی ناموس کو اس عمل فاحشہ میں ملوث دیکھنے کے بعد جوش غیرت میں اپنی بیٹی یا بہن کو قتل کرتے ہیں جبکہ ان کے مقابل ہمارے آئین ساز ارکان اسمبلی ہیں جو اس فعل فاحش میں آزادی دینے کیلئے ہر آئے دن آزادی دیتے ہیں جبکہ ہم تاریخ میں دیکھتے ہیں نویں خلیفہ بنی عباس معتصم عباسی کو ایک خبر مصدقہ ملی کہ روم کے زندان سے ایک مسلمان عورت نے ''**وامعتصما**'' کہا تو معتصم نے یہ خبر سن کر بے قرار ہو کر اس کی رہائی کے لیے لشکر کشی کی اور اس ناموس مسلمان کو آزاد کرایا۔

۱۔ نبی کریمؐ نے اپنی حیات میں تمام مشکلات اور مصائب میں اپنی ناموس کو پاس رکھا جب مشرکین کا خطرہ ہونے کی وجہ سے ہجرت کی تو حفظ ناموس کی بنیاد پر گھر میں علی ابن ابوطالب کو چھوڑا کہ آپ میرے اہل خانہ کے محافظ ہیں۔ جب جنگ تبوک پر روانہ ہوئے تو ہمیشہ میدان جنگ میں ساتھ لیجانے والے علی ابن ابوطالب کو گھر میں چھوڑا کہ یہاں آپ کا ہونا ضروری ہے۔

۲۔ علی کے دور خلافت میں لشکر معاویہ ابن ابوسفیان نے انبار پر حملہ کر کے ایک مسلمان اور ایک مسیحی عورت کو لوٹا تو آپ نے فرمایا ''**ولقد بلغنی ان الرجل منهم كان يدخل على المراة المسلمة والاخرى المعاهدة، فينتزع حجلها و قلبها و قلائدها،ورعثها،ما تمتنع منه الا بالاسترجاع والاسترحام،ثم انصرفو وافرين،ما نال رجلا منهم كلم،ولا اريق لهم دم،فلو ان امرا مسلمامات من بعد هذا اسفا ماكان به ملوما،بل كان به عندی جديرا**'' (خطبہ ۲۷)

۳۔ امام حسین کے کوفہ جاتے وقت ابن عباس اور عبداللہ جعفر و دیگران نے اہل بیت کو ساتھ لے جانے کو غیر صحیح سمجھتے ہوئے انہیں مکہ یا مدینہ میں چھوڑنے کا مشورہ دیا تو فرمایا ''یہ میرے پاس اللہ کی طرف سے امانت ہیں میں جب تک زندہ ہوں مجھے ان کی حفاظت کرنی ہے۔

انسانوں میں غیرت و ناموس کے حوالے سے دوسرا گروہ بے غیرتوں کا گروہ ہے جیسے۔

۱۔ جنگ حنین میں مالک بن عوف خوف سے عورتوں، بچوں، مویشیوں سب کو میدان جنگ میں کھینچ لایا تھا، اس پر درید بن الصمہ بنو جشمی رئیس اوطاس نے اس کی سرزنش کی اس حوالے سے تفصیل کتاب انبیاء

قرآن میں حضرت محمدؐ ص۴۹۳ ملاحظہ کرسکتے ہیں۔

۲۔ جنگ جمل میں جہاں علی ابن ابوطالب کے مقابلے میں طلحہ نہیں اٹھ سکتے تھے کیونکہ علی کے خاص الخاص تھے، زبیر کے بیٹے عبداللہ بھی علی کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے اس لئے دارعثمان ابن عفان کا محاصرہ کرنے والے شیاطین نے عبداللہ زبیر سے کہا اپنی خالہ کو اٹھائیں تو عبداللہ زبیر نے عائشہ ام المومنین کو بھڑکایہ محسوس ہوتا ہے اس میں مجوسیوں کا کردار ہے۔

۳۔ امام حسین کے قتل کے بعد باطنیہ نے اہلبیت امام حسین کو اس طرح سے اٹھایا کہ جگہ جگہ زینب و ام کلثوم اور ان کی مادر گرامی کے سر برہنہ کا تکرار کیا۔

غیرت وناموس کے فقدان والے ناموس کو اپنے مفادات کیلئے استعمال کرتے آئے ہیں، باطنیہ کا ہدف اسلام کو دفنانا تھا یہ نبی کریمؐ سے مقابلہ نہیں کرسکتے تھے اس لئے پورے قریش کے عمائدین حضرت محمدؐ کی موت کے منتظر تھے تاکہ اسلام کو اٹھانے والوں کو چن چن کر ختم کریں، پہلی شخصیت علی ابن ابوطالب کی ذات تھی اس میں جائے شک نہیں کہ ابوسفیان علی ابن ابوطالب کے پاس آیا اور کہا اٹھو ہم آپ کے ساتھ ہیں لیکن علی ابن ابوطالب نے اسے بھگا دیا چنانچہ وہ علی کو ختم بھی نہیں کرسکے اور خلفاء سے بھی نہیں لڑا سکے کیونکہ علی پشت پناہ خلفاء تھے، خلفاء گزر گئے، علی بھی گزر گئے علی و زہراء کی اولاد حضرات حسنین نے بھی انہیں موقع نہیں دیا۔

دشمن اسلام کون ہے:۔

جو پہلے ایمان لایا ''**آمناک صدقناک** '' کہا، جس نے دیگران کو اسلام کی طرف دعوت دی، جس نے پہلے ہجرت کی جس نے آپؐ کی راہ میں جان و مال بذل کیا، جس نے امیرالمومنین بننے کے بعد اپنی زندگی میں تغیرات وتبدلات وامتیازات نہیں لائے جس نے بیت المال مسلمین سے قرض لیکر قرضہ واپس کیا روکا نہیں، جس نے امت کی وحدت کو باقی رکھا۔

جبکہ ان کے برعکس جنہوں نے منصب جعلی آل واصحاب اختلاق کرکے قرآن کو کنارے پر لگایا۔ جو قرآن میں مردود وملعون ومنفور شعر وشعراء کو جعل حدیث کے ذریعے دوبارہ حضیرہ اسلام میں لائے، جس نے نبی کریمؐ کی بیٹی کے نام گرامی فاطمہ کو استعارہ کرکے افسانہ سازی کی اور اللہ ورسولؐ پر افتراء بے بنیاد قصہ کہانی بنائی اور محافل شعر مذموم وممنوع ''**ما ھو شعر** '' اور شعراء ذلیل وغاوٰن کو مقام دیا۔ حسان بن ثابت

سے لیکر شعراء معاویہ ابن ابوسفیان، شعراء منسوب بہ ائمہ، شعراء بنی عباس، ابی تمام، ابوفراس بختری، دعبل خزاعی، انیس و دبیر، جوش ملیح آبادی، بوا شاہ عباس اور جتنے بھی شعراء فواسد الایمان واعمال وارثین شعراء جاہلیت ہیں کو دوبارہ لاکر نبی کریمؐ کی بیٹی کیلئے خودساختہ مظالم کی داستانیں، دروازہ سوزی، قصہ گریہ و زاری، امام حسین کے استبداد کے خلاف قیام کی شکل وصورت اوراہداف وغایات عالیہ وسامیہ کوفداء مسیح جیسا بنایا اور مسخ کیا ہے، جنھوں نے عزاداری کے بہانے سے خلفاء مسلمین امت مسلمہ کو گالی گلوچ غم وغصہ کا نشانہ بنایا جس نے قرآن کی جگہ شعر کو رکھا، جس نے امت میں فرقوں کی بنیاد ڈالی۔قصہ فدک آیات قرآن کریم سنت وسیرت رسول اللہ وسنت وسیرت علی ابن ابوطالب وسنت وسیرت ومزاج ابا بکر ابن ابی قحافہ وعمر ابن خطاب سے متضاد ومتصادم ہے۔''**الاان اعداء عدوی فاطمة زهراء و ابوها و بعلها، الا ان اعداء رعدوی و فاطمه و بنوها ،واعداء علی ،حسن و الحسین و ابو بکر و عمر هم الخوارج و روافض و آل بویه و الفاطمین و الاسماعیلین و آل صفوی والصوفین الاشعر ین والمعتزلین یتبعهم الشعراء الغاؤن. هم الذین اتخذوآل و اصحاب عجلا لهم فی غیاب محمد هم الذین مسخو التاریخ الاسلامی**'' مجالس ومحافل سازی میں شعراء فاسد الایمان والعمل نے فاطمہ زہراء کی سیرت کے بارے میں لکھا کہ وہ علی کو اقتدار نہ ملنے اور بچوں کی گزر اوقات کے حوالے سے پریشان تھیں یہ علی جیسے شوہر کی سیرت نیرہ ساطعہ وعالیہ پر سیاہ راکھ پھینکنے جیسا ہے۔اما جہاں تک جنازے میں شرکت سے روکنے کی بات ہے، معلوم نہیں اس وقت جنازوں کی صورت کیسی تھی، اس بات میں جھوٹ پہ جھوٹ کی بد بو آتی ہے۔فواسد الاعمال شراب خوروں، ضمیر فروشوں اور اقتدار پرستوں کے سراہے گئے اشعار سے خافقین مشرق ومغرب زمین وفضاء کو آلودہ کیا ہے۔بے دینوں کے خراطیم نے قیام مقدس حسین ابن علی کو ممسوخ کر کے ناقابل تأسی اقتدار قرار دیا۔

جن ذوات کو غاصب فدک کے نام سے غلیظ ترین سب وشتم کا نشانہ بنایا ہے ان کی حیات میں اور ان کے بعد ان کی اولادوں کی زندگی میں اس کے آثار ونشانی کتب تاریخ میں کہیں نظر نہیں آئے۔جب اس منصب پر علی ابن ابوطالب بیٹھے تو آپ نے فدک اولاد فاطمہ کو واپس نہیں کیا۔فاطمہ زہراء کے حوالے سے ان کے غیور شوہر اور غیور اولاد کی طرف سے ان سے تعلقات ناپسندیدہ کی جگہ دوستانہ ومحترمانہ ومکرمانہ تعلقات کا ذکر ملتا ہے۔

"فدک وما الفدک وما ادراک مالفدک نار موقده او قدها سجرها، سعرها،

اجـجهـا الاتـحـادية الثـلاثية اليهـوديةو الصليبيةوالمجوسية قنبلة هيدروجينة اطلقها من مـراكـز اليهـود انتقـامـا مـن محمدووعلي و ابوبكر ابن ابى قحافهوعمرتلهب الهبهاو شـرارهـا مـن ذلک اليوم الى يومنا هذا و تجددها الباطنيه الظالمه الغا شمة البا غيه الطا غيـه،اخـذت تـجربتهامن جماعة النفاقيه الا ان كل جرم و جناية فى المسلمين فلهاصلة عميقه بالباطنيه ''اگر باطنیہ کی شناخت چاہتے ہیں تو کچھ اس طرح ہے مسلمان سرحدوں سے باہر کافرین و مشرکین وملحدین لڑتے ہیں جبکہ باطنیہ وطن کے اندر مسلمانوں سے لڑتے ہیں، مسلمان اعلاء کلمہ توحید کیلئے لڑتے ہیں مسلمان شجاعت وشہامت و بسالت سے لڑتے ہیں، باطنیہ مثل چمگادڑ مخفیانہ مفضحانہ لڑتے ہیں کیونکہ وہ اپنی پہچان سے ڈرتے ہیں، دنیائے کفر والحاد کی پشت پناہی کے باوجود اپنی جنایتوں کی وجہ سے انہیں سر اونچا کرنے کی جرأت نہیں، نام استعارہ استعمال کرتے ہیں۔ استعمار برطانیہ میں یہ مثل مشہور تھی کہ سمندر میں اگر دو مچھلیاں لڑیں تو اس کی ڈوری انگریز کو جاتی ہے یہی بات باطنیہ کو جاتی ہے۔ مسلمانوں کو تین مسائل درپیش ہیں ان کی ڈوریاں باطنیہ کو جاتی ہیں وہ جب چاہیں شیعہ سنی فساد کرائیں آسانی سے لڑاتے ہیں، مسلمان محمدؐ کی رسالت کیلئے لڑتے ہیں جبکہ باطنیہ آل واصحاب کیلئے لڑتے ہیں۔ **البـاطـنيــه هـى الاثيمه المجرمه وا ورثها بناتها البها ئيه والخانيه والقاديانيه تمونها الاستعمار المعاصر لـمـحـق الاسلام واطفاء نوره ابى الله الا ان يتم نوره حيث وعد الله سبحانه ان يتم نوره ولو كره المشركون ولو كره لكافرون ولوكره المنافقون السيكولرون''**

''الا انهـم هـم الـمـفسـدون وهـم الـمتشـدون عسـى الله ان يخزيهم فى الدنيا والاخرة ولهم عذاب اليم''۔

آپ کو کیا پتہ فدک کس جن کا نام ہے، کس بلا ومصیبت کا نام ہے، خلائی راکٹ کا نام ہے یا باطنیوں کا شعار ومراکز اسلامی پر مارے گئے ایٹم بم کا نام ہے۔

الفتنہ وما الفتنہ وماادرک ما الفتنہ :۔

نار مسعورسجرها و اججها وسعّرها اعداء الاسلا م المنهزمون عن النبى وعن خلفائه الشرعيون والذين اشربو فى قلوبهم حب عجل ا لاستعلا .

ایک کشتی ہے جس کا نام اقتدار ہے، اس میں مقتدر اعلیٰ، وزراء اور رعایا سوار ہوتے ہیں یہ کشتی ہمیشہ عواطف وقواصف کی زد میں رہی ہے۔ ابوبکر ابن ابی قحافہ وعمر ابن خطاب یک بعد دیگر اس کشتی میں سوار

ہوئے ہیں، دونوں صحیح سالم ساحل پر اترے۔ عثمان بن عفان اس کشتی میں اصرار کر کے سوار ہوئے لیکن غرق ہوئے۔ بعض اصحاب خوف سے اس میں سوار نہیں ہوئے، بعض اس کی زد میں گر گئے اور اٹھ نہیں پائے۔ عائشہ ام المومنین، طلحہ وزبیر اس میں سوار ہوئے لیکن موج طوفان نے انھیں صحرائے بصرہ میں مردہ پھینکا۔ ام المومنین جب اس طوفان سے باہر نکلیں تو ساحل پر شرمسار نکلیں۔ اسی طرح معاویہ ابن ابوسفیان، عمرو بن عاص، اشعری سوار ہوئے تو اس طوفان نے انہیں بدنام ومطعون پھینکا۔ علی ابن ابوطالب اس پر سوار ہوئے تو عواصف وقواصف کی زد میں آئے لیکن استقامت دکھائی اور نکلتے وقت فرمایا **الحمد الله فزت برب الکعبه**. قارئین فتنوں کی اقسام ہیں۔

۱۔ فتنۂ فردی وشخصی

۲۔ فتنۂ اجتماعی

۳۔ فتنۂ سیاسی، اس فتنہ کی زد میں امت کا ہر فرد شامل ہوتا ہے اس فتنے سے نکلنے کیلئے ہر فرد امت کو بلا استثناء حصہ لینا چاہیئے نہ لینے والے عنداللہ عندالناس مسئول ہیں۔

شکست خوردہ وہزیمت شدہ شاہان روم وفارس کے وارثین نے دولت اسلامی کے اندر جن کے دلوں میں حب مال حب جاہ ومقام خصوصی طور پر حب استعلا وحب استکبار نے جگہ بنائی انہوں نے مل کے ان تین فتنوں کی منصوبہ بندی کی سب سے پہلا فتنہ قتل خلیفہ دوم تھا، اس فتنہ میں خلیفہ سوم ناکام ہو گئے خلیفہ مقتول کے نام سے بعض فتنوں میں گر پڑے۔ ﴿أَلا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُو﴾ (التوبہ۔۴۹)

دنیا میں چلنے والی تحریکیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔

۱۔ جب تک تحریک کے جواز میں مقدار وافی وکافی دلائل نہ ملیں تحریک کا آغاز نہیں کرتے جیسے دعوت انبیاء۔ جب جوانی کی لہر گزر جاتی ہے تو تحریک اس ذہن میں نمودار نہیں ہوتی۔ ابراہیم کی ایک عمر گزر گئی دعوت نہیں دی، موسیٰ کی ایک عمر گزر گئی دعوت نہیں دی، اللہ نے حکم دیا جاؤ فرعون کے پاس کہا میں کیسے مطمئن کروں گا۔ حضرت محمدؐ چالیس سال گزرنے کے بعد آیات لے کر اٹھے۔ امیر المومنین علی نے جمل و صفین ونہروان میں آغاز جنگ کرنے سے گریز کیا۔ امام حسین گھر سے نکلے سوال ہوا کہاں؟ فرمایا لوگ میری جان کے پیچھے پڑے ہیں۔

۲۔ تحریک پہلے چلانے والے جانوں سے کھیلتے ہیں خون بہاتے ہیں اور پھر اس کیلئے جواز پیش کرتے ہیں۔

ا۔ یزید نے کہا ابن مرجانہ نے جلدی کی۔
ب۔ حسین نے میرے خلاف بغاوت کی۔
جمل وصفین ونہروان دوسری قسم کی تحریکوں میں شامل ہیں، جہاں چند افراد غیر مربوط وغیر متعلق جمع ہوتے ہیں مقتول کے وارثین غائب ہیں ناقمین اکسانے والے خاموشی سے نظارہ کرنے والے وارث بن کے میدان میں اترے ہیں۔ اس شخص سے قاتلین سپرد کرنے کا مطالبہ لے کر اٹھے جو اس مقتول کا مدافع تھا۔

اصفہانی لکھتے ہیں ''فتنہ مادہ فتن سے ہے ''اصل فتن ادخال الذهب النار لتظهر جودته من ردا تيه واستعمل في ادخال الانسان النار ''ذاریات آیت ۱۴۔ ہر قسم کی خیر وشر انسان کے لئے فتنہ ہے انبیاء آیت ۳۔ کسی بھی شخص کو مصیبت ومشکلات میں ڈالنے کو فتنہ کہتے ہیں۔

ا۔ شرک فتنہ هے ﴿وَ اقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَ أَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَ الْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَ لا تُقاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرامِ حَتَّى يُقاتِلُوكُمْ فيهِ فَإِنْ قاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذلِكَ جَزاءُ الْكافِرين﴾ (بقرہ۔۱۹۱)

۲۔ قرآن کریم میں بھی اسی معنی میں استعمال ہوا ہے، ﴿إِنَّ الَّذينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنينَ وَ الْمُؤْمِناتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذابُ جَهَنَّمَ وَ لَهُمْ عَذابُ الْحَريق﴾ (بروج۔۱۰)

۳۔ مومنین کافرین کیلئے فتنہ ہیں، ﴿ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلاَّ أَنْ قالُوا وَ اللَّهِ رَبِّنا ما كُنَّا مُشْرِكين﴾ (انعام۔۲۳)

۴۔ ''الا فی الفتنه'' جنگ تبوک میں جانے سے شہوت نسواں کو عذر پیش کرنے والے شخص کے بارے میں نازل ہوئی ﴿ أَلا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا وَ إِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحيطَةٌ بِالْكافِرين﴾ (توبہ۔۴۹)

فتنوں کی سختی سے فرار کرنے والوں کو فتنہ عذاب دردناک کا سامنا ہوگا، ﴿وَ اتَّقُوا فِتْنَةً لا تُصيبَنَّ ﴾ (انفال۔۲۵)

۵۔ شرک سب سے بڑا فتنہ ہے ﴿وَ قاتِلُوهُمْ حَتَّى لا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَ يَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلا عُدْوانَ إِلاَّ عَلَى الظَّالِمين ﴾ (بقرہ۔۱۹۳) مومنین کو گھروں سے نکالنا سب سے بڑا فتنہ ہے۔

۶۔ آیات محکمات چھوڑ کر آیات متشابہ سے تمسک فتنہ ہے۔ ﴿هُوَ الَّذي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتابَ مِنْهُ آياتٌ مُحْكَماتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتابِ وَ أُخَرُ مُتَشابِهاتٌ فَأَمَّا الَّذينَ في قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ

مـا تَشـابَـهَ مِنْهُ ابْتِغاء َالْفِتْنَةِ وَ ابْتِغاء َتَأْوِيلِهِ وَ ما يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلاَّ اللَّهُ وَ الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنا وَ ما يَذَّكَّرُ إِلاَّ أُولُوا الْأَلْبابِ﴾ (العمران ۔۷)

اطراق مومنین بہ نار کتاب سیرہ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب تألیف صلابی ص ۳۸۶ پر آیا ہے ابن حجر سے بطور مرسل ''ا **بلا ای سند ففی الحدیث تحذير علىٰ اجتناب الدخول فيها قال رسول الله ستكون فتنة تكون الجالس فيها خير من القائم والقائم خير الماشی والماشی خير من الساعی** ''، ابن تیمیہ نے اصحاب کے متضاد سیرت پر تبصرہ کر کے لکھا ہے باغی کے خلاف جنگ کفائی ہے اگر کوئی لڑ رہا ہو تو دوسرے سے ساقط ہو جاتی ہے لیکن آیت قتال واجب ہے ﴿يُقاتِلُونَكُمْ كَافَّةً وَ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِين﴾ سورہ توبہ آیت ۳۶ ﴿وَ إِنْ طائِفَتانِ مِنَ الْمُؤْمِنينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُما فَإِنْ بَغَتْ إِحْداهُما عَلَى الْأُخْرى فَقاتِلُوا﴾ سورہ حجرات آیت ۹ ﴿ وَ اقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَ أُولئِكُمْ جَعَلْنا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطاناً مُبينا﴾ سورہ النساء ۹۱ ﴿إِنَّما جَزاءُ الَّذينَ يُحارِبُونَ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَساداً أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا﴾ آیت حرب سورہ مائدہ آیت ۳۳ ۔

فتنہ کے بارے میں صاحب مقائیس لکھتے ہیں ''ف ت ن'' ان تین حروف سے مرکب ہے۔ ابتلاء وامتحان واختبار کو کہتے ہیں، اسی سے فتنہ بنا ہے ''**فنت الفضه و ذهب اذا اذبتها باالنار فتی مفتون و فتن**'' صاحب لسان نے لکھا ہے ''معنی جامع الفتنه الابتلاء، الامتحان، الاختبار'' یہاں سے صائغ کو فتان کہتے ہیں ''**الفتن الاحتراق ليميز الروی من الجيد**''

فتن آگ میں جلانے کو کہتے ہیں، آزمائش وامتحان کو کہتے ہیں، امتحان وابتلاء واختبار یکساں نہیں ہوتے ہیں۔ مال آنا فتنہ ہے مال دار ہونا فتنہ ہے، صاحب اولاد ہونا فتنہ ہے، اولاد نہ ہونا فتنہ ہے، بیوی نہ ہونا فتنہ ہے، بیوی جاہل ہونا، پڑھی لکھی ہونا، بیوی خوبصورت اور میٹھی زبان والی ہونا فتنہ ہے۔ یہ سب امتحان ہے، دشمن کی طرف سے بھی فتنے ہوتے ہیں اگر نہ ہو تو یہ بھی فتنہ ہے، ملک کے اداروں کا رخ آسمان کی طرف نہیں تحت سرا کی طرف نہیں مسلمان ملک کی طرف نہیں بلکہ دیار کفر کی طرف رکھتے ہیں کیونکہ حملہ انہی کی طرف سے ہوتا ہے ﴿وَ نَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَيْرِ فِتْنَة﴾ (انبیاء. ۳۵) کیونکہ دشمنوں کی طرف سے لاحق فتنہ بہت خطرناک ہوتا ہے، حالت صلح وآشتی اور حالت جنگ دونوں میں چوکنا رہنے کی ہدایت ہے۔ ﴿وَ أَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَ مِنْ رِباطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ

آخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لا تَعْلَمُونَهُمُ اللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَ ما تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَ أَنْتُمْ لا تُظْلَمُونَ ﴾ (انفال۔۶۰) ان کی طرف سے ہر چیز کا خیال رکھنا ہوتا ہے۔ ہندوستان سے فوجی جاسوس کی شکل میں آتا ہے کیونکہ مسلح افراد چوکنا رہتے ہیں لیکن ام الفساد چرس، افیون، شراب، اداکارزانیات آزادی سے آتی ہیں۔خلیفہ مسلمین کے قاتلین مغیرہ بن شعبہ کی اجازت سے داخل ہوئے، سازش کاران آسانی سے مدینہ کی گلی کوچوں میں پھرتے رہے ہیں کوئی پوچھنے دیکھنے والا نہیں تھا۔خلیفہ مسلمین کو آرام سے مار کر چلے گئے۔ان کیلئے بارگاہ وزیارت بنائی ہے وہاں سے کچھ ہی فاصلے پر تقریبات اتحاد بین المسلمین ہوتی ہیں۔

دنیا میں جاری فتنوں کی تین نوعیت ہیں۔

۱۔ باطل اور باطل کے درمیان ہوتا ہے، یہاں فتنہ خاموش کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ فتنہ فتنے کی طرف دھکیل دیتا ہے، چنانچہ عرب قبائل وعشائر اسلام آنے سے پہلے آپس میں لڑتے رہے ہیں جیسے داحس وغبرا، حروب فجار ہیں، بین باطل و باطل، دنیا میں عصر معاصر میں چلنے والی تمام جنگیں باطل و باطل کے درمیان ہوئی ہیں۔

۲۔حق اور باطل کے درمیان ہوتے ہیں، یہ فتنے پوری تاریخ بشریت میں ہوتے رہے ہیں حضرت محمدؐ کی دعوت اس وقت کے لوگوں کیلئے فتنہ تھی بہت سے لوگ اس فتنہ میں سرخرو نکلے اسلام کا بول بالا ہوگیا اور ہوتا رہے گا۔

۳۔حق وحق والوں کے درمیان میں فتنہ فرضی ہے کبھی ہوا ہے اور نہ ہوگا جس کی مثال ونمونہ دور ابوبکر ابن ابی قحافہ وعمر ابن خطاب ہے۔

فتنہ بین اہل حق و باطل ہوتا ہے، یہاں حق کا ساتھ نہ دینا جرم وگناہ ہے۔حق و باطل کے درمیان پہچان نہ ہونے کا دعویٰ عذر بدتر از گناہ ہے جبکہ حق و باطل کی شناخت و پہچان حق ہی سے ہوتی ہے، فتنہ حق و باطل میں معیار موجود ہے حق کس طرف ہے باطل کس طرف ہے۔ابوموسیٰ اشعری جب علی ابن ابوطالب کی طرف سے والی بنے تھے علی کو حق سمجھ کر قبول کیا تھا یا انجانی حالت میں قبول کیا تھا لیکن جب علی مخالفین کے خلاف اٹھے تو علی فتنہ پرور ہوگئے۔ تاریخ اسلام میں وفات نبی کریمؐ کے وقت ایک فتنہ اٹھا جو ابوبکر کے انتخاب سے ٹل گیا۔ رحلت نبی کریمؐ ایک بڑا امتحان تھا ابوبکر ابن ابی قحافہ اس فتنہ میں سرخ رو نکلے عمر بن خطاب بھی سرخرو نکلے، کوئی آفت ومصیبت ان کی وجہ سے امت پر نہیں پڑی، خود مصیبت میں پڑے لیکن

سرخرو نکلے۔لیکن عثمان ابن عفان خوش تھے کہ اہل مدینہ ہم سے خوش ہیں اس نعمت کی نا قدری میں بڑی مصیبت میں مبتلاء ہوئے۔اسلام میں نبی کریمؐ سے لے کر خلیفہ دوم وسوم کے ابتدائی دور میں بہت سے جنگیں لڑی گئی ہیں،اس کے بعد بنی امیہ اور بنی عباس نے بھی جنگیں لڑی ہیں۔حروب ثلاثہ جو علی ابن ابو طالب کے ساتھ لڑی گئی ہیں یہ جنگیں ہر حوالے سے مختلف اور یادگار ہیں ان کو یاد کرنے والی پوری امت ہے،لیکن بد قسمتی سے اچھی یادداشت نہیں ہے برے انداز میں یاد کرتے ہیں اس میں کسی بھی فریق کو نہ بری کیا گیا ہے اور نہ کسی کو مجرم وقصوروار ٹھہرایا گیا ہے۔اس جنگ کی آگ کے فتیلے کو آگ لگانے والے کون تھے تا کہ ان کو ذمہ دار ٹھہرائیں واضح وروشن ہوتے ہوئے بھی نظر آتا ہے کہ اس کو معمّہ ومبہم رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس جنگ سے فائدہ اٹھانے والوں کی خواہش ہے کہ اس جنگ کا نام زندہ رہنا چاہئے اس کا تذکرہ ہوتے رہنا چاہئے۔

فتنه قتل نور عين مسلمين حارس بيوت مستضعفين حافظ امن و مآل ماموين معز المسلمين مذل الكافرين ظالمين، جبارين،مستكبرين،قيصرين و كسرين عمر بن خطاب اقتصاص ویرانی وبربادی قصور قیصرائی وکسرائی عبا قر مشرکین تھے۔ان کا قاتل اصلی فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا،شرکاء قتل میں سے جفینہ کو قتل کیا،باقیوں کا کوئی نام نہیں لیا گیا،تحقیقات بھی نہیں کیں گویا مقتول زباب وبعوضہ تھے جن کا ذکر حافظہ سے بھی نکل گیا تھا۔اگر دشمن داخل خانہ ہوکر ماردیں وہ بھی حالت قیام رب العالمین میں ماریں تو کیا مسلمین کو یہود وصلیب ومجوس سے زیادہ عمر بن خطاب پر غصہ تھا کہ وہ ان کے قتل کے بعد ان کا نام لینا چھوڑ دیں بلکہ ان کی خدمات کے صلے میں لعن وشتم کی برسات برسائیں،ان کے قاتل کی قبر پر قبہ ومینار بنائیں۔

داخلی فتنوں کی طرف نظر رکھنے والے الگ ہوتے ہیں کیونکہ حملہ انہی کی طرف سے ہوتا ہے،ان کی طرف سے ہر چیز کا خیال رکھنا ہوتا ہے۔ہندوستان سے جاسوس فوجی کی شکل میں نہیں آتے کیونکہ مسلّح افراد چوکنا ہوتے ہیں لیکن چرس افیون،شراب،اداکار زانیات آزادی سے آتی ہیں اور انہیں زیادہ پذیرائی ہوتی ہے۔خلیفۂ مسلمین کو خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔قرآن میں آیا ہے جنت غیر اقتدار طلبان کیلئے بتائی ہے۔﴿تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَ لَا فَسَاداً وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾(قصص۔۸۳)۔قاتل عمر ابن خطاب ابولولو کو مغیرہ بن شعبہ کام کے لئے لائے تھے،مدینہ میں اجازت سے داخل ہوئے،سازش کاران آسانی سے مدینہ کی گلی کوچوں میں پھرتے رہے کوئی انہیں پوچھنے

والانہیں تھا۔ وہ خلیفۂ مسلمین کوآرام سے مار کر مدینے سے بھاگ گئے ،آج ان کا مزار بنا ہوا ہے ،عثمان کیوں قتل ہوئے ؟ خلیفہ مسلمین کا قتل معمولی نہیں اس کا حساب ہونا چاہیئے ،عثمان کو حصار میں محصور کرنے اور بعد میں قتل کرنے والے کون کون تھے، ان کو جمع کرنے والے کون تھے، جن لوگوں نے عثمان ابن عفان کے خلاف اکسایا ان کا بھی حساب لینا ہوگا۔

مسلمانوں میں فتنہ قتل عثمان ابن عفان سے نہیں شروع ہوا بلکہ اس دن سے شروع ہوا جس دن امت نے نرم مزاج ،رحم دل، جود وسخا کے مالک و مالدار کوفقیر و نادار تشدد وسختی والے خلیفہ کی جگہ انتخاب کیا تھا اگر سخی کوانتخاب کرنا اچھا تھا، خازن بیت المال مسلمین عبداللہ بن مسعود کوانتخاب کرنا چاہیئے ۔اگر رحم دل کو انتخاب کرنا اچھا ہے تو کسی کثیر الاولاد خاتون ،جواں مرد کوانتخاب کرنا چاہیئے ۔ یہ فکر ضرب المثل نہیں ضرب الحقیقت ہے کہ سرمایہ دار کا چناؤ ہوا اب مسلمانوں کو پیسے کی کمی نہیں پڑے گی وہ اپنے جیسے سرمایہ دار ہی کو انتخاب کریں گے۔نمید انم عمر بن خطاب نے کس بنیاد پر ان کو بھی امیدواران میں شامل کیا تھا؟ عثمان ابن عفان کی رقت قلبی و رحم دلی اور ہر مسئلے کا حل مال سے ہی کرنے کے تصور نے قاتل عمر بن خطاب کو آزاد چھوڑا، وہ یہ امتیاز بھی حاصل نہیں کر سکے کہ عثمان ابن عفان نے النفس بالنفس کی ترمیم بالمال کر کے عبیداللہ بن عمر قاتل ہرمزان کو چھوڑا وہ قتل سے فرار ہو کر پناہ گاہ مجرمین دمشق گئے اسلام کے قانون قصاص میں النفس بالنفس ہوتا ہے۔احادیث میں ان کے بارے میں مدح ونقد دونوں آئے ہیں۔ابوموسیٰ اشعری نے بلاسند کہا ہے کہ فتنوں سے بچے رہنے والے خیر الناس ہوتے ہیں، عمرو بن عاص نے کہا شر الناس ہوتے ہیں لیکن عقلاء عالم اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں؟

خلیفہ سوم عثمان ابن عفان کا قتل تاریخ اسلام میں نا قابل فراموش و نا قابل نظر انداز فتنہ ہے، اس سے بڑا کوئی فتنہ نہیں گزرا ہے۔ یہ فتنہ فرد مسلمان کیلئے اپنی جگہ فتنہ ہے لیکن آزمائش ''فتنہ'' ہے کہ آپ فتنہ پسند ہیں یا فتنہ ستیز ،فتنوں کا خاتمہ چاہنے والے ہیں یا فتنہ کے گرویدہ ہیں۔تو آپ کوان سوالات کا قرآن سے جواب دینا ہوگا۔

۱۔فتنوں کے بارے میں حکم قرآن کیا ہے؟ قرآن فتنوں کو کچلنے کا حکم دیتا ہے یا توقف کا حکم دیتا ہے۔

۲۔کیا عثمان ابن عفان نے مملکت اسلامی کو چلانے کیلئے اچھے صلحاء کوانتخاب کیا تھا۔

۳۔کیا منتخب والی عثمان ابن عفان کواچھے نصائح دیتے تھے یا فتنہ پروری وفساد کا مشورہ دیتے تھے۔

۴۔جن لوگوں نے اس فتنہ میں توقف کیا تھا ان کا موقف قرآن کے مطابق تھا یا خلاف قرآن تھا۔

۵۔کیا زبیر وطلحہ، عثمان ابن عفان کے خلاف اکسانے والے تھے یا نہیں، اگر تھے تو وہ جزء قاتلین عثمان میں شامل ہوں گے۔

۶۔عثمان ابن عفان کا اپنی جان سے دفاع نہ کرنا بمطابق حکم قرآن تھا یا خلاف قرآن تھا۔

۷۔کیا ام المومنین اور طلحہ و زبیر جو مخالفین عثمان کی صف میں تھے ان کا مطالبہ از روئے شریعت درست تھا۔

۸۔کیا عمرو بن عاص اور اشعری کا دومۃ الجندل میں فیصلہ عدالت پر تھا یا خلاف عدالت۔

اگر کوئی کہے ہمیں ابوبکر ابن ابی قحافہ اور عمرو بن عاص میں سے کون حق پر تھا اور کون باطل پر ہے؟ اسی طرح، ابو ہریرہ اور عمرو بن عاص کے درمیان کون حق پر اور کون باطل پر تھا واضح نہیں ہوا تو اس کی بات خلاف حقیقت ہوگی، اسی طرح جو حضرات فتنوں میں دور رہے وہ دومۃ الجندل میں کیوں گئے؟۔طلحہ و زبیر و ام المومنین، عبداللہ بن زبیر، معاویہ ابن ابوسفیان و عمرو بن عاص کا منتخب خلیفہ مسلمین کے خلاف جنگ لڑنا کس آیت قرآن و سیرت عملی رسولؐ اللہ کے تحت تھا اس کا واضح کرنا ضروری ہے۔

مسلمان فتنہ جمل وصفین ونہروان میں مبتلا ہوئے ان کے بعد یکے از دیگر سلسلہ جاری رہا۔ مسلمانوں کو تشدد عمر ابن خطاب سے نجات ملی، لیکن وہ تشدد بنی امیہ و مروان وسعید، تشدد زیاد بن ابیہ، تشدد حجاج بن یوسف، اور تشدد سفاح میں گھر گئے۔

امت اسلامی کو جمل وصفین اور نہروان جیسے ان فتنوں سے دور رہنے یا لوگوں کو روکنے والوں کو بھی دیکھنا چاہیئے کہ قرآن ان کے بارے میں کیا کہتا ہے۔مفسر قرآن شعراوی کہتے ہیں فتنوں سے دور رہنے والوں کی مثال تین بیل سے دیتے ہیں ان میں سے ایک سرخ، ایک سفید، ایک کالا تھا ان پر شیر نے حملہ کیا پہلے سفید کو کھایا اور سرخ اور سیاہ اس کا نظارہ دیکھتے رہے شیر کو دفع نہیں کیا، پھر شیر نے سرخ پر حملہ کیا، سیاہ نے اس وقت جب شیر مجھے نہیں کھا رہا ہے، مجھے نہیں چھیڑ رہا تو مجھے مداخلت نہیں کرنی چاہیئے جوں ہی شیر فارغ ہونے کے بعد اس کی طرف بڑھا تو سیاہ نے کہا میں آج نہیں مر رہا ہوں میں اسی وقت مر گیا تھا جب شیر نے سفید کو کھایا تھا۔

دنیا میں جہاں کہیں مسلمان ہیں ان واقعات پر تبصرہ یا قضاوت کرنے سے پہلے اپنی دیانت واضح کریں، ہمارے دین کی برگشت صحابہ یا امام پر نہیں ہوتی، سیرت ابوبکر و عمر ابن خطاب و عثمان و علی اور معاویہ پر

نہیں ہوتی۔ ہمارے دین کی برگشت قرآن اور محمدؐ پر ہوتی ہے ہمیں قرآن اور محمدؐ کی سیرت عملی کی روشنی میں قضاوت کرنی ہے اگر ہم معاویہ ابن ابوسفیان سے دفاع کرنا جزء دین قرار دیں یا عثمان یا طلحہ وزبیر وام المومنین سے دفاع کرنا ہے یا علی سے تو یہ قضاوت کسی صورت میں عادلانہ نہیں ہوگی۔

آل واصحاب، امہات المومنین، حتیٰ رسولؐ اللہ بھی مافوق قرآن نہیں ان سب سے بالاتر قرآن ہے، قرآن حاکم ہے یہ ذوات محکوم ہیں۔

صدر اسلام میں نبی علیہ السلام کی پشت پناہی کرنا، خاص کر نبی کریمؐ کا ابی طالب وخدیجہ کی وفات کے بعد خود کو غیر محفوظ خطروں میں گھرے دیکھنے کے بعد طائف میں امان طلب کرنے جانا اور وہاں سے مایوسی کے عالم میں مکہ واپس آئے اور مکہ میں حج کے موقع پر اطراف سے حج پر آنے والے قبائل سے اپنے لئے تحفظات مانگنا۔ مدینہ منورہ سے آنے والے عقبہٰ اولیٰ ودوم میں آپؐ کی جان کے تحفظ کیلئے اپنی جان دینے کا وعدہ دینے والے یاران سابق الاسلام ہیں۔

جنگ جمل وصفین ونہروان فتنہ انگیز شرمناک قتل وکشتار سفک دما مسلمین کے عاملین چاہے کتنے ہی صاحب مقامات عالیہ ہوں اور اسلام کی سربلندی کیلئے کتنی ہی جان ومال کی قربانی ہی کیوں نہ دی ہو آیات محکمات قرآن کریم کے دائرے سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ قرآن کریم نے دو ایسے فارمولے دیئے ہیں جو ان جنگوں کے عاملین کے بارے میں فیصلہ کرتے ہیں۔

۱۔ ایک فارمولا یہ ہے کہ انسان نے چاہے کتنے ہی جرم وجنایات کا ارتکاب کیوں نہ کیا ہو اگر وہ آخری لمحات حیات میں پشیمان ہو کر دل کی گہرائیوں سے توبہ وانابت کرے گا تو اس کے گزشتہ گناہ عفو ہو جاتے ہیں وہ آخرت میں تائبین میں شمار ہوگا۔ چنانچہ جتنے بھی مشرکین مجرمین صدق دل سے ایمان لانے کے بعد وفات پائے یا میدان جنگ میں قتل ہوئے وہ ناجی ہے اس کیلئے یہ کلمہ استعمال کیا ''**اسلام یجب ما قبله**''۔

۲۔ انسان چاہے کتنا ہی باعمل کیوں نہ ہو آخری لمحات حیات میں ایسے اعمال کا مرتکب ہوگا تو اس کے تمام اعمال محو ونابود ہو جائیں گے۔ اس کو قرآن کریم نے حبط اعمال کہا ہے۔ حبط کے معنی میں لغت میں آیا ہے کہ کسی حیوان کا زیادہ گھاس کھانے سے پیٹ پھٹنے کو کہتے ہیں، نیکیوں کے ساتھ ساتھ گناہان کبیرہ کرنے والوں کے اعمال حبط ہو جائیں گے، یہ عمران، ۲۲۔ مائدہ، ۱۱۳۔ اعراف، ۱۴۷۔ توبہ، ۱۷، ۱۹۔ انعام، ۸۸، محمد، ۳۲۔ زمر، ۶۵۔ احزاب، ۱۹ میں آیا ہے حبط کے مقابلے میں توبہ ہے عام طور پر کئے گئے گناہ پر پشیمان

ہونے اور دوبارہ گناہ نہ کرنے کے عزم وارادہ کرنے کو توبہ کہتے ہیں۔ رضائے الٰہی کی خاطر دوبارہ گناہ نہ کرنے یا چھوڑنے کا ارادہ کرنے کو کہتے ہیں۔ اگر یہ شرائط توبہ پوری ہوں تو اللہ انسان کے گناہوں کو بخش دیتا ہے (مجادلہ،۱۳۔ توبہ، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۸۷) یہ انسان کی آخرت سے مربوط ہے۔ نہ تبشیر جنت کی کوئی منطق بنتی ہے نہ رضی اللہ عنہ لگانے کی۔ جیسا کہ عبداللہ جحش شوہر ام حبیبہ حبش میں مسیحی ہو گئے تھے۔

ان دو فارمولوں کو دیکھیں تو ان تین جنگوں میں شریک گروہوں کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا لہٰذا ہم ان میں سے کسی کو نہ جنتی کہہ سکتے ہیں نہ جہنمی، آیئے حبط اعمال کے بارے میں دیکھتے ہیں۔ حبط عمل سے کئے اعمال محو و ناپید ہو جاتے ہیں، کتاب مفردات راغب میں کلمہ حبط کے ذیل میں لکھتے ہیں حبط کی چند قسمیں ہیں۔

یہ ایک ایسا عمل ہے جو انسان کی زندگی دنیا سے مربوط عمل چاہے کتنا ہی گراں قدر و قابل عمل کیوں نہ ہو، رفاہ عامہ کی خدمات ہوں جسے آج کل خدمت خلق کہتے ہیں وہ آخرت میں اس کیلئے کارآمد نہیں ہوگا کیونکہ دنیا کیلئے کئے جانے والے اعمال اس دنیا سے جانے کے بعد ختم ہو جاتے ہیں وہ آخرت کیلئے کارآمد نہیں ہوتے ﴿وَ قَدِمْنا إِلى ما عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْناهُ هَباءً مَنْثُوراً ﴾ (فرقان۔۲۳)۔

دوسرے وہ اعمال ہیں جو آخرت سے متعلق ہیں۔ انسان کے بہت سے اعمال ایسے ہوتے ہیں جو اس نے دین کیلئے کئے ہوتے ہیں آخرت کیلئے کئے ہوتے ہیں لیکن ان اعمال دینی میں اس نے رضائے الٰہی کو نظر میں نہیں رکھا ہوتا ہے بلکہ دنیا میں خود کو دیندار دکھانے کیلئے کئے ہوتے ہیں، اس شخص کو جب قیامت کے دن حاضر کیا جائے گا تو اس سے سوال ہوگا کہ تم دنیا میں کیا کرتے رہے ہو وہ کہے گا قرآن کریم کی تلاوت کرتا تھا تو جواب دیا جائے گا کہ تم قرآن کریم کی تلاوت اس لئے کرتے تھے کہ لوگ تمھیں عزت واحترام سے قاریٔ قرآن کہیں، لوگوں نے تمھیں عزت دی ہے اور قاریٔ قرآن کہا ہے لہٰذا تمہاری وہ تلاوت یہاں کیلئے کارآمد نہیں ہوگا۔

وہ انسان کہ جس نے نیک اعمال تو انجام دیئے ہیں لیکن ان کے مقابل میں گناہان کبیرہ کا ارتکاب بھی کیا ہے اور اسی پر وہ موت کی آغوش میں گیا ہے تو گناہوں کی وجہ سے اس کے نامۂ اعمال میں عمل خیر کا رجحان کم ہوگا۔

حاکم قرآن کریم ہے ﴿يا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْناكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَ أُنْثى وَ جَعَلْناكُمْ شُعُوباً وَ قَبائِلَ لِتَعارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَليمٌ خَبيرٌ ﴾ (حجرات۔۹) کے تحت ہم ان

میں سے کسی کو کافر یا مستحق حق لعن قرار نہیں دے سکتے ہیں اوران کیلئے مغفرت کی دعا کرنے سے بھی منع نہیں کیا گیا ہے لیکن یہ تینوں واقعات تاریخ اسلام کا ایک باب ہیں اس اصول کے تحت اسے دہرانا اور پڑھنا ضروری ہے تاکہ فی زمانہ مسلمان اپنی تاریخ سے فوائد مثبت حاصل کریں اور نقصانات سے محفوظ رہ سکیں۔

عثمان بن عفان:۔

عثمان بن عفان ابی العاص بن امیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف، پیغمبرؐ سے عبد مناف سے ملتے ہیں۔آپ عام الفیل کے چھٹے سال طائف میں پیدا ہوئے، نبی کریمؐ سے چھ سال عمر میں چھوٹے تھے، عثمان بن عفان کی نانی بیضاء بنت عبدالمطلب عمہ رسول اللہ تھیں۔ نبی کریمؐ کی بعثت کے موقع پر آپ ۳۴ سال کے تھے۔عثمان بن عفان نے ۳۴ سال کی عمر میں نبی کریمؐ کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے ابوبکر ابن ابی قحافہ کی دعوت پر اسلام قبول کیا۔ابوبکر ابن ابی قحافہ نے عثمان سے کہا عثمان افسوس ہو، عقلمند ہو تم نے حق و باطل کی پہچان کرنے میں کیوں دیر کی ہے، تمہاری قوم جس کی پرستش کرتی ہے پتھر ہے جو سنتا ہے نہ دیکھتا ہے اور نہ نفع نقصان کا مالک ہے۔عثمان نے کہا آپ سچ کہہ رہے ہیں ابوبکر ابن ابی قحافہ نے کہا یہ محمدؐ ہیں اللہ نے ان کو مبعوث برسالت کیا ہے ان پر ایمان لاؤ۔اس کے چند لمحہ بعد رسولؐ اللہ عثمان ابن عفان سے ملے تو پیغمبرؐ نے فرمایا اللہ تمہیں جنت کی طرف دعوت دیتا ہے، میں اللہ کی طرف سے تمام خلائق کے لئے مبعوث رسول ہوں۔ جب عثمان ابن عفان کی پیغمبرؐ پر ایمان لانے کی خبر عثمان کے چچا حکم بن ابی العاص بن امیہ نے سنی تو اس نے انہیں رسیوں سے باندھا اور کہا کیوں اپنے آباء واجداد کے دین کو چھوڑ کر دین محمدؐ میں گئے ہو، میں تمہیں اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک تم ہمارے دین کی طرف برگشت نہ کرو۔ان کی ماں اروی باپ کے مرنے کے بعد عقبہ بن معط کے عقد میں گئی۔عقبہ بن معط عدو دولد و دشدید رسول اللہ میں سے تھا، عقبہ نے اپنی زوجہ سے عثمان ابن عفان کی شکایت کی کہ وہ دین محمدؐ میں گئے ہیں عقبہ بن معط جس نے نبی کریمؐ کی پشت پر حالت سجود میں اوجھڑی پھینکی تھی۔ نبی کریمؐ نے فتح مکہ کے موقع پر اس کے خون کو ہدر کیا تھا۔عثمان کے باپ مکہ میں بڑے تاجر تھے ان کی زندگی عیش و راحت میں گزرتی تھی۔عثمان ابن عفان نبی کریمؐ کی دو بیٹیوں رقیہ اور ام کلثوم کو یک بعد دیگر زوجیت میں لینے کی وجہ سے ذوالنورین کے لقب سے ملقب ہوئے۔عثمان کا یکے بعد دیگر نبی کریمؐ کی بیٹیوں سے عقد، عثمان کا دین اسلام پر اطمینان اور نبی کریمؐ کا عثمان ابن عفان کی اسلامی زندگی پر اعتماد و اطمینان کی دلیل ہے۔ یہاں مجھے ایک تلخ اور ناگوار سلوک جو میرے دامادوں نے میرے مخالفین کی خوشنودی کی خاطر میرے ساتھ روا رکھا یاد آنے سے دکھ ہوا، مجھے ان کے اہل بیت سے دوستی

کے نام سے اسلام واہل بیت دشمنی والے مذہب کو چھوڑ کر خالص اسلام کو اٹھانے کے جرم میں کراہت اور نفرت سے دیکھنا شروع کیا، ایک دن بھی پلٹ کر ہم سے نہیں پوچھا آپ کو لوگ کیوں بری نظر سے دیکھتے ہیں۔انہیں اپنی سیادت بلا اسلام پر غرور ہے کاش مجھے بھی عثمان ابن عفان جیسے داماد ملتے۔عثمان نے اپنے دین کو بچانے کے لئے اپنی زوجہ رقیہ کے ساتھ حبش ہجرت کی۔ایک تاجر زادہ عیش ونوش کی زندگی گزارنے کے عادی انسان نے دیار غیر میں محرومیت ومشقت کیسے برداشت کی ۔ پھر واپس مکہ آکے مدینہ ہجرت کی، جنگ بدر کے موقع پر آپ کی زوجہ علیل تھیں وہ وفات پا گئیں اس لئے آپ اس جنگ میں شریک نہیں ہو سکے،لیکن جنگ احد میں شریک رہےلیکن ہزیمت لشکر اسلام کے موقع پر آپ فرار ہوگئے بعد میں واپس آئے ۔عثمان صاحب مال و دولت ہونے کی وجہ سے میدان جنگ میں شجاعت دکھانے کی جرأت وشہامت نہیں رکھتے تھے لہٰذا میدان جنگ میں آپ کی کوئی قابل ذکر یادگار نہیں رہی ہے، حدیبیہ کے موقع پر عمر ابن خطاب کی تجویز پر پیغمبرؐ نے عثمان ابن عفان کو سفیر بنا کر قریش کی طرف بھیجا،عثمان ابن عفان کاتبین وحی میں سے تھے۔عثمان ابن عفان نے جنگ تبوک کے موقع پر لشکر کے خرچے کو برداشت کیا،عثمان ابن عفان نے بئر رومہ جو کسی یہودی کا تھا ۲۰ ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کو وقف کیا۔عثمان ابن عفان ابوبکر ابن ابی قحافہ کے کاتب تھے ابوبکر ابن ابی قحافہ کے عمر بن خطاب کا نامزدگی نامہ عثمان ابن عفان نے لکھا۔عثمان ابن عفان عمر ابن خطاب کے چھ رکنی اُمیدواروں میں چھٹے شخص تھے،عبدالرحمن بن عوف نے عثمان ابن عفان کو سیرت ابا بکر ابن ابی قحافہ وعمر ابن خطاب پر عمل پیرا ہونے کے وعدے پر خلافت دی،عبدالرحمٰن بن عوف کی شرط اپنی جگہ فاسد تھی عثمان ابن عفان نے قبول کر کے اس پر عمل بھی نہیں کیا،ان کی تاریخ میں آیا ہے عثمان ابن عفان نے اس شرط کی وفا نہیں کی۔علی ابن ابوطالب نے ان کو خلافت دینے پر کسی قسم کی ناگواری وناراحتی اور نارضایتی کا مظاہرہ نہیں کیا۔عثمان محبوب القلوب تھے۔اہل مدینہ ان کے انتخاب سے خوش تھے کیونکہ ان کے زعم میں عمر ابن خطاب کی سختیوں سے نجات ملی۔اہل مدینہ نہیں جانتے تھے کہ حاکم اسلامی کی کیا صفات ہونی چاہیئیں، حاکم کو راعی بھی کہتے ہیں راعی چرواہے کو کہتے ہیں وہ اپنے گلے سے دائیں بائیں ہونے والے حیوان کو جمع رکھتے۔حاکم گھروں بچوں اور عورتوں پر مردوں کی سرپرستی جیسا ہے اگر اس میں سستی یا نرمی دکھائیں وہ گھر ویران و برباد ہوجائے گا چنانچہ عثمان ابن عفان کی جود ونرمی سے ان کے خاندان سے وابستہ اسلام کے دشمنان دیرینہ نے موقع سے بھر پور فائدہ اٹھایا، یہ خوشی اس آیت کریمہ کا مصداق بنی ہے ﴿وَ عَسی أَنْ تُحِبُّوا شَيْئاً وَ هُوَ شَرٌّ لَكُم﴾ (بقرہ۔۲۱۶)۔

عمر بن خطاب نے عثمان بن عفان کو امیدوار خلیفہ نامزد کر کے تصور اقتصادی کی بنیاد نہیں ڈالی یا اقرباء پروری کا موقع نہیں دیا بلکہ انہوں نے واشگاف الفاظ میں صراحت گوئی کر کے اپنے دامن کو صاف کرنے کیلئے کہا کہ ان چھ ارکان میں سے کوئی ایک انتخاب ہوگا، عمر ابن خطاب نے معقول ترین نظام شوریٰ کی بنیاد رکھی، اس میں ہر طبقے کا نمائندہ تھا، ہر ایک اپنی جگہ لائق و قابل تھا علم بشریعت میں علی اپنے دور کے فرد منفرد تھے، ارباب مال و دولت و تجارت کے حوالے سے عبدالرحمٰن بن عوف تھے ضرورت مالی کیسے پورا کریں کتنی رحم دلی ہونا چاہئے اس کے نمائندہ عثمان بن عفان تھے، طلحہ بن عبیداللہ قیادت جنگ و جہاد میں ماہر تھے، سعد بن وقاص جنگجو تھے لیکن یہاں یہ نکتہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ ایک سربراہ کے لئے تمام صفات کا حامل ملنا ناممکن ہے، مشاور ہونا ضروری اور ناگزیر ہے اگر عثمان ابن عفان ان امیدواران سے ہمیشہ مشورہ لیتے تو اس صورت حال کا سامنا نہیں ہوتا، مشاورین غیر جانب دار ہوتے تو ذمہ داری کم ہوتی، دوسرا نکتہ جو یہاں وضاحت طلب ہے وہ یہ ہے کہ دین سلام میں نام نہاد جمہوریت ہے نہ نظام وراثت ہے جس طرح نام نہاد امامت پہلے اسی طرح نام نہاد بے معنی خلافت ہے اسلام ایک ایسے حاکم کو چاہتا ہے عارف شریعت ہو جس کا کل وجود اسلام و مسلمین کے مصالح و بھلائی کیلئے وقف ہو جس کا جینا مرنا رعیت کیلئے ہو، اسلام شرائط خاندان وعشائر وقبائل اور سرمایہ داری واقتداری پروٹوکول خواہی والے کو پسند نہیں کرتا اور نہ تشدد نہ رحم دلی نہ عاقبت نااندیشی کا قائل ہے اسلام صرف اسلام و مسلمین کے لئے جینے مرنے والے شخص کا حامی و داعی ہے۔

عثمان ابن عفان کی تاریخ میں آیا ہے وہ نیک، شریف، حلیم، رقیق القلب، فقیر پرور اور غریب پرور انسان تھے چنانچہ انہی صفات کی وجہ سے خلیفہ منتخب ہوئے۔ اہل مدینہ ان کے خلیفہ منتخب ہونے سے خوش تھے لیکن دیکھنا یہ ہے وہ کیوں خوش تھے۔ جمہور پرستوں کی منطق ہے کہ بدترین جمہوریت بہترین آمریت سے بہتر ہے۔ اہل کوفہ کی منطق بھی یہی تھی جب ان پر سخت والی آتا تو نرم والی کی درخواست کرتے اور پھر جب ہرج مرج شروع ہوتا تو پھر نئے سخت والی کی درخواست کرتے، عمر بن خطاب ان سے تنگ تھے لیکن والی بدلتے رہے۔ غرض دیکھنا ہوگا قانون پر شدت سے عمل کرنے والے حاکم اچھے ہیں یا قانون میں نرمی دکھانے والا اچھا ہے۔ عمر ابن خطاب کے بعد سے الیٰ یومنا ھذا لوگوں کی یہی خواہش رہی ہے کہ وہی پسندیدہ ہے جو رعایا کی خوشنودی کی خاطر قانون میں ترمیم کرے، یہ ترمیم ہمیشہ سے ابلیس کے نمائندے پیش کرتے رہے ہیں۔ اگر ایسا ہی اچھا ہے تو قانون بنانا ہی غلط ہے اور قانون بنانے والے ہی ضد انسان ہوں گے۔ اہل مدینہ انصار و مہاجرین کو پتہ نہیں تھا کہ قانون میں شدت اچھی ہے، اگر انسان کو کسی نعمت کی قدر نہیں آتی

ہے تو اس نعمت کو ان سے چھین کر ان کو احساس دلاتے ہیں چنانچہ اس کی پاداش میں اعراب مصر وعراق اور دیگر نامعلوم جگہوں سے فتنہ اٹھا، بدواشقیاء نے مدینہ کو اپنی جولان گاہ بنایا۔ ان کے بعد جمل وصفین ان پر مسلط ہوئیں، اس کے بعد آخری دردناک مصیبت یزید بن معاویہ ابن ابوسفیان کی طرف سے حصین بن نمیر کے لشکر نے جان و مال و ناموس مدینہ کو تاراج اور اباحہ عام کا اعلان کیا۔ یزید کے ولی عہد ہونے کی بیعت لی یہ اس نعمت عمر بن خطاب کی قدر نہ کرنے کا صلہ ہے۔ اہل مدینہ نے کوئی بڑی حکومت نہیں دیکھی تھی انھوں نے صرف پیغمبرؐ کی حکومت دیکھی تھی لوگ پیغمبرؐ سے مرعوب ہونے کی وجہ سے خلاف ورزی کی ہمت نہیں کرتے تھے، پیغمبرؐ کی خلاف ورزی کرنے والوں کو امت نہیں بخشتی تھی دیکھیں جنگ تبوک میں بلاعذر نہ جانے والے تین افراد کا حشر کیا ہوا، اسلئے کسی کی جرأت نہیں ہوتی تھی کہ قانون کی خلاف ورزی کرے، نیز مسجد ضرار بنانے کے بعد کیا ہوا خود مسجد کا کیا ہوا۔ نبیؐ کے بعد ابوبکر خلیفہ بنے ابوبکر ابن ابی قحافہ طبعی طور پر عثمان ابن عفان جیسے تھے نرم مزاج ونرم دل والے تھے لیکن حالات واتفاق ایسے بنے اور مرتدین ومانعین زکوٰۃ کی وجہ سے ان میں سختی آتی گئی۔ عمر ابن خطاب نے کہا اللہ کی طرف سے نازل کردہ فتنے ابوبکر کے انتخاب سے ٹل گئے لیکن یہ ایک ارادہ ومشیت الٰہی تھی کہ ابوبکر میں رقت کی بجائے اچانک سختی آگئی۔ ابوبکر نے عمر ابن خطاب کا گریبان پکڑ کے کہا تم مجھے خلاف رسولؐ اللہ عمل کرنے کی دعوت دیتے ہو پھر کہنے لگے اگر کوئی ایک اونٹ ایک کلو جو، گندم یا کھجور مال زکوٰۃ میں نہیں دے گا تو میں اس کو قتل کروں گا۔ قتل کیوں کریں گے زکوٰۃ نہ دینے کی سزا قتل تو نہیں ہے لیکن ابوبکر جانتے تھے زکوٰۃ روکنا تنہا مقصد نہیں بلکہ حکومت کو گرانے کا ابتدائی امتحان اور تجربہ ہے۔ مانعین نے دوسرے علاقوں کو بھی دعوت دی پہلے ہم نہیں دیں گے پھر آپ نہ دیں لیکن ابوبکر نے مرتدین ومانعین زکوٰۃ کو سبق سکھایا۔ ان کے اس عمل سے دوسرے بھی دبک گئے۔ جب عمر ابن خطاب خلیفہ بنے تو انہیں معلوم ہوا حکومت نرمیوں سے نہیں بلکہ سختی میں دوام سے چلتی ہے۔ عمر ابن خطاب خود طبعاً سخت مزاج تھے، عمر ابن خطاب نے ابتدائی خطبہ میں کہا میں تم لوگوں کو اس طرح سیدھا کروں گا جس طرح عرب سرکش اونٹ کو سیدھا کرتے ہیں۔ چنانچہ بارہ سال ملک میں امن وامان قائم رہا۔ یہاں سے دروس عبرت لے لیں ایک طرف عمر اور دوسری طرف عثمان ابن عفان کو رکھیں اس حوالے سے کون اچھا تھا۔ عثمان پر مروان چھائے رہے، اپنے اعزاء واقرباء کی خواہشات پر اترنے کی غلط کاری میں اصحاب بھی عثمان ابن عفان سے منحرف ہوگئے۔ فتنہ عثمان ابن عفان اس دن شروع ہوا جب اہل مدینہ نے خوشی منائی کہ عوام کو سختیوں سے نجات دینے والا خلیفہ نصیب ہوا ہے۔ ہم یہاں انتخاب امیر المومنین کی شرائط کیا ہونی

چاہئیں دیکھتے ہیں، اسلام آنے سے پہلے عرب اوران کے دائیں بائیں مشرق ومغرب میں نظام سلطانی تھا، ان سے وابستہ لوگوں کی خواہش کے مطابق اس وقت حاکم کی صفات وشرائط کچھ اس طرح تھیں ۔ جود وسخا کا مالک ہونا چاہئے، حاکم کو پہلوان وجنگ جو ہونا چاہئے لیکن اسلام ہر میدان کے لئے الگ صفات کا قائل ہے، اسلام نے جاہلیت کی صفات میں ترامیم کی ہیں ۔عرب لوگوں کی چہ مگوئیوں سے بچنے اور نیک تعریفات چھوڑ کے جانے کیلئے جود وسخا میں اسراف وتبذیر کرتے تھے اس وقت جود وسخا ضرورت اور ناگزیر تھی کیونکہ مسافر زیادہ زادراہ ساتھ نہیں لے جاسکتے تھے، مسافر خانے نہیں ہوتے تھے لہٰذا گھروں میں تنزل کرتے تھے۔عثمان ابن عفان سخی تھے سخاوت جاہلیت میں اچھی تھی اسلام میں سخاوت اچھی نہیں بلکہ اسلام نے سخاوت پر پابندی لگائی ہے۔اگر انسان اپنے مال سے ہی جود وسخا کرے یہ دور جاہلیت میں مستحسن تھا قرآن میں زیادہ جود وسخا کی ممانعت آئی ہے نبی کریمؐ سے فرمایا﴿ وَ لا تَبْسُطْها كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوماً مَحْسُوراً ﴾ (اسراء۔۲۹) تاریخ نبی کریمؐ میں کہیں نہیں آیا کہ نبی کریمؐ نے کسی سائل کے سوال پر اس کی عمر بھر کی زندگی کا بندوبست کیا تھا یا ضرورت سے زیادہ خود خرچ کیا تھا۔ جہاں اسلام کی سربلندی کے لئے خرچ ہو وہاں بمقدار کفایت ہوتی تھی۔

حاکم کو حکومت داری آتی ہو اسے معلوم ہو کہ رعایا کو کیسے قابو میں رکھنا ہے کسی بھی حوالے سے رعایا کی خوشنودی اصل ہدف نہیں ہوسکتا، حاکم کو چاہئے وہ اس طرح ملک کا نظام چلائے کہ کسی کو ملک کا خزانہ چرانے اور خورد برد کی جرأت وہمت نہ ہو خواہ وہ پاکستان کا خزانے چرانے والے شوکت عزیز، یا شوکت ترین ڈارونواز، وشہباز ہو یا زرداری ہی کیوں نہ ہو۔ بڑوں کو پہلے چھوٹے افسران ہی یہ سکھاتے ہیں ۔اگر حکومت انہیں سیدھا کرتی تو ان کی ہمت نہ ہوتی، اگر ان کے لئے موبقات چھوٹی عمر میں روکتے تو بڑی عمر میں بڑے جرم کا ارتکاب نہ کرتے۔

لوگوں کی تعریف عثمان ابن عفان کیلئے سم قاتل ثابت ہوئی جب لوگ ان کی تعریف سے دھوکے میں پڑے، عثمان ابن عفان اس دن قتل ہوئے جس دن ان کے وہم میں آیا لوگ ہم سے خوش ہیں'' خطبہ ۲۱۶'' یہ ایک وہم غیر معقول تھا کہ رعایا ہم سے خوش ہے۔ دس لاکھ نہیں پانچ لاکھ نہیں، ایک لاکھ نہیں بلکہ ۵۰ ہزار شہری بھی رسولؐ اللہ سے خوش نہیں تھے جیسے اللہ نے رسولؐ اللہ سے فرمایا اس سوچ کو ذہن سے نکال لیں کہ لوگوں کے خوش ہونے سے حکومت چلتی ہے﴿وَ أَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنْفَقْتَ ما فِي الْأَرْضِ جَمِيعاً ما أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَ لكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾(انفال۔۶۳)، اگر عثمان

ابن عفان کا والیوں کو نہ بدلنا درست تھا تو امیر المومنین عمر ابن خطاب اور معاویہ ابن ابوسفیان بھی غلطی پر تھے چنانچہ معاویہ ابن ابوسفیان نے اپنی وصیت میں لکھا اہل کوفہ ہر دن والی بدلنے کے لئے کہیں تو بدل دینا۔ تاریخ میں کوئی بھی حاکم پوری رعایا کو خوش نہیں کرسکا یہ امکان پذیر نہیں، ہاں سختی دو قسم کی ہوتی ہے سختی بلا قانون ، یہ لوگ کسی صورت میں برداشت نہیں کرتے ، ایسا کرنے والے کو ظالم کہتے ہیں، لیکن کوئی جواز ہو تو سختی کو رد نہیں کرسکتے۔ اللہ نے نبی کریمؐ سے فرمایا اگر آپ چاہتے ہیں سب لوگ آپ پر خوش ہو جائیں تو یہ نہیں ہوگا۔ عثمان اور اہل مدینہ کے بے معنی بلکہ منفی معنی خوشی سے انہیں اس روزگار کا سامنا ہوا۔

عثمان ابن عفان کے اقتدار تک پہنچنے کی وجہ ان کی نبی کریمؐ سے رشتہ دامادی، بذل اموال، رعیت دوستی، مروت، خاموشی طبع تھی گویا لوگ عمر ابن خطاب کے تشدد سے خلاصی سمجھتے تھے لیکن عثمان ابن عفان نے اپنی نیک نامی سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے رسولؐ اللہ کی طرف سے مردود افراد کو مناصب خاص پر رکھا شاید زبیر بن عوام اور طلحۃ بن عبید اللہ نے بھی عثمان ابن عفان کی اس بے توجہی کی وجہ سے ان کو ان کے مخالفین کے رحم وکرم پر چھوڑا، اہل مدینہ ان کے مخالف ہو گئے عثمان ابن عفان محاصرین کے رحم وکرم پر رہ گئے اہل مدینہ اور مہاجرین وانصار نے بھی عثمان ابن عفان کو تنہا چھوڑا۔ یہاں سے میدان کارزار میں عثمان ابن عفان کی طرف سے حمایت یافتہ والیوں اور عظمت مسلمین سے مرعوب ہو کر مسلمان ہونے والے منافقین کا دوبدو مقابلہ چلنا شروع ہوا۔

لوگ سب پر خوش ہو جائیں عثمان ابن عفان کی یہ خواہش ایک قسم کا شرک تھی، سنت اللہ یہ رہی ہے جس بندہ صالح نے اپنے بعض امور پر بھروسہ کیا تو اللہ اس آدمی کو اس سے دور کرتا ہے تنہا چھوڑتا ہے۔ علامہ شعراوی نے اپنی تفسیر کی صفحہ ۴۶۵۶ میں ایک بہت اچھی مثال دی ہے یہ مثال مدینے میں متقاعدین عن الفتنہ عثمان ابن عفان وعلی ابن ابوطالب کے بارے میں بہترین مثال و نمونہ ہے کچھ لوگ ایک کشتی میں سوار ہوئے کشتی دو منزلہ تھی انھوں نے قرعہ اندازی کی کہ کون اوپر رہیں گے کون نیچے رہیگا۔ جن کے لئے قرعہ نیچے آیا ان کو پانی لینے کے لئے اوپر آنا پڑتا تھا اگر وہ لوگ یہ سوچیں کہ اوپر جانے کے لئے زحمت ہوگی یہیں سے سوراخ کر کے پانی لے لیتے ہیں سوراخ کرتے دیکھ کر اوپر والے چپ ہو جائیں گے تو صرف وہ غرق نہیں ہونگے بلکہ نیچے والوں کے ساتھ اوپر والے بھی غرق ہوں گے۔ اپنی عزت بچانے والے ان فتنوں سے خود کو الگ رکھنے کی کسی بھی منطق پر خود کو قائم نہیں رکھ سکے، فتنوں سے بچ کے رہنے والے کیسے معاویہ ابن ابوسفیان کے کہنے پر دومۃ الجندل پہنچ گئے۔

اقتدار کیلئے آنے والا شخص مرعوب رعیت ہونا چاہئیں ،لیکن تاریخ اقتدار میں کوئی مسکراتے مزاج سے نہیں چل سکا ہے۔حسب تعبیر قرآن ﴿أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ ﴾(فتح۔۲۹) لہٰذا عمر ابن خطاب نے کہا مجھے پتہ ہے تمھیں کیسے سیدھا کرنا ہے،حکومت رعب حاکم سے چلتی ہے،عمر ابن خطاب کی حکومت ہاتھ کے تازیانے سے چلی،عثمان ابن عفان کو حکومت چلانا نہیں آتا تھا لیکن انھوں نے کبھی خیانت کی ہو،انکی تاریخ میں نہیں آیا ہے۔وہ شریف انسان تھے لیکن عثمان ابن عفان کی سب سے بڑی غلطی اقدار جاہلیت کا احیاء اور اقدار اسلام سے چشم پوشی رہا ہے،اقدار اقرباء پروری کے احیا میں عثمان ابن عفان نے اپنے آپ کو ایمان لانے کے جرم کی پاداش میں دردناک اذیت دینے والے چچا اور نبی کریمؐ کی ہماز لماز کرنے کی پاداش میں شہر بدر ہونے والے چچا کو مدینہ واپس بلالیا۔اقرباء قرآن میں ہے قرآن اقرباء میں نہیں ہے، جامع قرآن نے اشتباہ کیا قرآن اقرباء پروری کا حکم دیتا ہے یہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَ إِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ وَ مَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴾(توبہ۔۲۳) سے متصادم ہے جود وسخا ایک اقدار جاہلیت تھی جسے عثمان ابن عفان بھولے نہیں تھے حالانکہ اللہ نے نبی کریمؐ کو منع کی ﴿وَ لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَى عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوماً مَحْسُوراً ﴾(اسراء۔۲۹) فرض کریں عثمان ابن عفان خالص اپنے مال و دولت سے دیتے تھے،لوگ علم غیب تو نہیں جانتے لوگ یہ دیکھتے تھے خلیفہ کا خاندان عیش ونوش میں فقراء و مساکین مررہے ہیں علی نے فرمایا ''**لو کان المال لی لسویت فکیف والمال مال اللہ** '' خطبہ ۱۲۶ ،عثمان ابن عفان کے اقرباء کو حکومت میں لانے کی وجہ سے سابقہ اسلام وہجرت والے محروم رہے زبیر اور طلحہ کو کوئی عہدہ نہ ملنے کی وجہ سے طلب روزگار کیلئے مدینہ سے باہر نکلنا پڑا اسی طرح حذیفہ یمانی کے بیٹے روزگار نہ ملنے کی وجہ سے مصر گئے۔

انتخاب عثمان ابن عفان خود ان کیلئے فتنہ تھا:۔

جنہوں نے عثمان ابن عفان کو انتخاب کیا ان کا معیار انتخاب نادرست تھا،ان کا ایک معیار داماد رسولؐ اللہ ہونا تھا۔انبیاء کی اولاد انبیاء کی صفات کی حامل نہیں رہی چہ جائیکہ ان کے داماد ان کی صفات کے حامل رہے ہوں۔داماد اکثر و بیشتر مخالف سمت میں ہی ہوتے ہیں۔دوسرا معیار وہ صاحب مال و دولت تھے۔کسی بھی معاشرے میں ریاست عامہ کیلئے صاحب مال و دولت کو انتخاب کرنا غلط فاحش ہے،ایسے حاکم کو انتخاب کرنے والے برے عزائم کے حامل ہوتے ہیں آج مسلمان دیکھ رہے ہیں ملک میں کتنے بڑے سرمایہ

دار انتخابات میں کتنی دولت خرچ کرتے ہیں جہانگیر ترین، خاقان عباسی اور انور مجید کی مثال لے لیں سرمایہ دار اپنی دولت کو رعایا کی بہبود و ترقی کیلئے صرف نہیں کرتے بلکہ وہ اس منصب سے اپنے لئے مال بنانے کا موقع بناتے ہیں اور وہ اقتدار میں آ کر مزید دولت بناتے ہیں، چنانچہ ہمارے ملک میں جب سے سرمایہ دار سربراہ مملکت انتخاب کئے جانے لگے وہ اپنے تجربہ تجارت سے ملک میں دولت نہیں لائے بلکہ ملک کی دولت کو بیرون ملک منتقل کیا جیسا کہ بھٹو نے سرمایہ داروں کو کابینہ میں لیا، ان کی بیٹی نے دولت کو امریکا، سوئٹزرلینڈ اور برطانیہ و فرانس میں منتقل کیا۔ پچاس سال سے یہ خاندان ملک کی دولت پر قابض ہے، کل پاکستان تو چھوڑیں ان کے اقتدار کے سایہ شوم نے سندھ کو قرون وسطیٰ میں دھکیل دیا جو کچھ ان کے دور میں ترقی ہوئی ہے وہ مزار سازی، خرافات پردازی، کفر والحادیوں کی حوصلہ افزائی ہی رہی ہے، سندھ کو راجہ داہر کے دور پر پلٹانے کی کوشش کی گئی ہے۔ نواز شریف نے بھی بہت سے ملکوں میں دولت بنائی ہے، ان کے ریاض الجنۃ میں نوافل سے بہت سوں کو دھوکہ بھی ہوا اگرچہ یہاں کے ذمہ دار افراد یا عدالت عالیہ کو ان کے خلاف کوئی ثبوت کاغذی نہیں ملا نہ گواہ عینی ملا اس لئے نہیں کہ انہوں نے کچھ نہی کیا بلکہ اپنے تجربات سے وہ دولت چھپانے کے ماسٹر بن گئے ہیں لیکن ان کی ملک سے باہر موجود بے پناہ دولت منہ بولتا ثبوت ہے کہ انہوں نے خیانت کی ہے، منہ سے اسلام کا نام نکلنے سے بھی احتیاط برتتے ہیں۔ غرض عثمان ابن عفان کا انتخاب ایک سرمایہ دار نے ہی کیا تھا کیونکہ عبدالرحمٰن بن عوف خود سرمایہ دار تھے۔ تاریخ سرمایہ داری میں کسی سرمایہ دار نے کسی بھی جگہ خالص رضائے الٰہی کے لیے فی سبیل اللہ اسلام کی سربلندی کیلئے اسلام میں کثیر رقم تو دور کی بات حقیر رقم بھی خرچ کی ہو نہیں ملیں گے۔ وہ اگر کسی کو چائے بھی پلائیں گے تو ٹیکس چھوٹ کی فہرست میں لکھتے ہوں گے، عثمان ابن عفان نے تنہا تصرفات مال میں غلطیاں نہیں کیں بلکہ انہوں نے آئندہ اقتدار کے دروازے غیر سرمایہ داروں کیلئے بند کئے، چنانچہ ماہ رجب ۱۴۴۰ھ میں پنجاب اسمبلی نے ممبران اسمبلی اور وزیر اعلیٰ کیلئے ۲۵۰ فیصد تنخواہیں بڑھانے اور مزید مراعات کیلئے جائرانہ بل منظور کیا کہ آئندہ مڈل کلاس والے فائدہ نہ ہوتا دیکھ کر انتخاب میں نہیں آئیں گے۔ گویا عثمان ابن عفان نے جنگ تبوک کے لئے دی گئی رقم کا حساب برابر کیا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہوگا کہ تاریخ اسلام میں اقتدار میں آنے کے بعد انہوں نے بہت دولت بنائی ہو، اس کا کوئی ثبوت نہیں ملا ہے لیکن زوجہ ہارون الرشید زبیدہ، زوجہ یحیٰی برمکی کے اثاثہ جات اور عصر معاصر میں علی ابن ابوطالب کے موالی آغا رفسنجانی، آغائے خامنہ ای، آغائے سیستانی و شیرازی کی دولت کا حساب کریں گے تو عثمان ابن عفان یا تو معصوم نظر آئیں گے یا مال بنانے میں نالائق نظر آئیں گے۔

کہتے ہیں عثمان اپنے خاندان والوں کو اعلیٰ عہدوں پر رکھتے تھے، کوئی یہ نہیں کہہ سکے گا کہ یہ جھوٹ ہے ان پر افتراء ہے کیونکہ یہ خبر تقریباً مشترکات مؤرخین میں سے ہے لیکن خاندان سے کسی کو اعلیٰ عہدے پر رکھنا عیب نہیں بنتا ہے نبی کریمؐ نے ابوسفیان کو طائف کا خراج لینے کے لئے والی بنایا تھا، نجران کا والی بنایا، عتاب بن اسید کو مکہ کا والی بنایا تھا، عمرو بن عاص کو جنگ سلاسل میں قائد لشکر بنایا تھا، علی ابن ابو طالب نے ابن عباس، عبیداللہ عباس اور اپنے بھائی عقیل بن ابی طالب کو بھی والی بنایا تھا۔ بعض نے اس بات سے کہ اقرباء پروری بری بات نہیں ہے کہہ کے ان سے دفاع کیا ہے لیکن اس سے انکار بھی تو ممکن نہیں کہ عثمان ابن عفان نے ایک ایسے شخص کو اعلیٰ عہدے پر رکھا جو مرتد اور دشمن رسولؐ اللہ تھا جس کا خون نبی کریمؐ نے ہدر کیا تھا، یہ شخص ابوسفیان، معاویہ ابن ابوسفیان و عمرو بن عاص سے بھی گرا ہوا تھا۔ عبداللہ بن سرح نے ایمان لانے کے بعد کتابت وحی میں غلط نویسی شروع کی جب نبی کریمؐ کو پتہ چلا وہ آیات قرآن غلط لکھ رہا ہے تو اسے عزل کیا اس نے کہا میرے اُوپر بھی وحی ہوتی ہے پھر وہ مرتد ہو کر واپس مکہ گیا نبی کریمؐ نے فتح مکہ کے موقع پر ان کے خون کو ہدر کیا لیکن عثمان ابن عفان نے ان کو پناہ دیکر اچانک مسجد حرام میں نبی کریم کے سامنے پیش کیا کہ یہ اسلام قبول کرنے کے لئے آیا ہے عثمان ابن عفان نے اس پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ نبی کریمؐ کی رحلت کے بعد چند سال گزرنے کے بعد اس کو اعلیٰ عہدے پر لگایا مصر کا والی بنایا۔ کتاب حیات امام حسن ج۱ ص۲۱۳ پر آیا ہے عبداللہ بن سرح کو پورے افریقہ کا فئے دیا اور اس میں کسی کو بھی شریک نہیں کیا تھا۔ فدک کو بنی امیہ کے تین آدمیوں کی ملکیت میں دیا۔ اسی طرح حکم بن عاص جو مکہ میں مزاحمت بر سولؐ اللہ والوں کی قیادت کرتا تھا خود عثمان ابن عفان کو ایمان لانے کے جرم و جنایت میں اذیت و آزار پہنچاتا تھا، نبی کریمؐ کے دشمنوں میں سے تھا، ایمان لانے کے بعد بھی نبی کریمؐ کا استہزاء و مسخرہ کرتا تھا حکم بن عاص اور اسکا بیٹا مروان ابوالفساد تھے اہل مدینہ کو سب سے زیادہ شکایت اسی پر تھی کہ نبی کریمؐ کی ممانعت کے باوجود عثمان نے انہیں واپس مدینہ میں کیوں بلایا۔ قرآن کریم میں بے دین، فاسق و فاجر ارحام کو دور رکھنے کا حکم دیا گیا ہے ﴿قُلْ إِنْ كانَ آباؤُكُمْ وَ أَبْناؤُكُمْ وَ إِخْوانُكُمْ وَ أَزْواجُكُمْ وَ عَشيرَتُكُمْ وَ أَمْوالٌ اقْتَرَفْتُمُوها وَ تِجارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسادَها وَ مَساكِنُ تَرْضَوْنَها أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَ رَسُولِهِ﴾ (التوبہ۔۲۴)۔

عبداللہ بن ابی سرح بھی ان کے نزدیک صحابی رسولؐ ہے، جن صحابیوں کی وجہ سے تاریخ اسلام سیاہ ہے ان کے نام کے ساتھ بھی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں۔ معارضین عثمان ابن عفان کے اعتراضات میں سے ایک

اہم اعتراض عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کا والی بنانا تھا، معارضین کا اعتراض یہ نہیں تھا کہ بنی امیہ والوں کو کیوں والی بنایا یا اپنے اقرباء کو والی بنایا کیونکہ ان پر تنقید اس حوالے سے نہیں بنتی تھی، کیونکہ خود نبی کریمؐ نے ابوسفیان جو کہ عمائدین معارضین دعوت محمدؐ تھے کو طائف میں صدقات جمع کرنے کیلئے بھیجا اور نجران کا والی بنایا، عتاب بن اسید کو مکہ کا والی بنایا۔ بلکہ یہاں معارضین کا اعتراض یہ تھا کہ نبی کریمؐ نے جن کو توہین رسالت کرنے پر مدینہ بدر کیا یا وہ خود فرار ہو گئے تھے فتح مکہ کے موقع پر آپ نے ان کا خون ہدر کیا اور جہاں ملیں قتل کرنے کا حکم دیا، وہ عثمان ابن عفان کے برادر رضاعی تھے انہوں نے ان کو کچھ دن چھپا کے رکھا پھر اچانک مسجد الحرام میں آپ کے سامنے پیش کیا اور کہا یہ توبہ کرنا چاہتا ہے، نبی کریمؐ نے اس طرف توجہ نہیں دی آخر میں عثمان ابن عفان کے اصرار و تکرار پر آپؐ نے فرمایا ''اچھا'' ان کے جانے کے بعد آپؐ نے اپنے پاس بیٹھنے والوں سے فرمایا ''تم میں سے ایسا کوئی فرد نہ تھا جو اس کو مار دیتا''۔ نبی کریمؐ کا اس کا خون ہدر کرنا عصر معاصر کے ایک اہم مسئلے کے حل کی سند بھی ہے۔ جب سے ملک پاکستان میں فرقہ باطنیہ کی بیٹی قادیانیہ اور ان کے پشت پناہی میں اعلیٰ عہدوں اور وزارتوں پر قابضین ہونے والوں نے توہین رسالت کرنے والوں کے لئے آسانیاں پیدا کی جانے لگیں، توہین رسالت آزادی سے کرنے کی اجازت دی گئی بلکہ قانون ہی بنا دیا تا کہ توہین رسالت کرنے اور تعظیم کرنے میں امتیازات کو ختم کریں چنانچہ پی پی، ن لیگ، اور ملحدین کی تحریک کے ابتدائی و اختتامی اقدامات یہی رہے ہیں۔ ماہ صفر ۱۴۴۰ھ میں دوبارہ نئی آنے والی حکومت نے دنیائے غرب اور صلیبیوں کیلئے اپنے اقتدار پر پہنچانے کے شکرانے میں توہین رسالت میں سزا پانے والی مسیحیہ کو از روئے قانون عدالتی کے ذریعے سے جرم ثابت نہ ہونے کی منطق بنا کر رہا کیا۔

فتنوں سے دور و گریز کرنے کی ہدایات:۔

فتنہ حصار عثمان ابن عفان اور بیعت علی میں کنارہ کشی کرنے والوں میں عبداللہ بن عمر، ابا سعید خدری، ابو ہریرہ، عبداللہ بن عمرو غیرہ تھے ان لوگوں کا کردار سورۃ حجرات آیت ۹ ﴿وَ إِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ أَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ سے متصادم ہے جہاں مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ جب بین المسلمین فتنے اٹھیں تو ان میں افہام و تفہیم کریں اگر ایک فریق نہ مانے تو ماننے والے فریق کا ساتھ دینے کا حکم ہے۔ جو حدیث فتنے کے بارے میں ابو ہریرہ اور ابو موسیٰ اشعری سے نقل کی ہے وہ اس آیت کے خلاف ہے۔ ہر فتنے سے دور رہنا آیات امر و

نواہی کے بھی خلاف ہے۔

فتنوں سے دور رہنے کی حکمت عملی:۔

فتنوں سے دور رہنے والوں کا عقل اور شرع میں کوئی قدر و قیمت نہیں، انہیں مفاد پرست محافظ کار کہتے ہیں کیونکہ حق اور باطل کے درمیان واسطہ نہیں ہوتا ہے سورہ عنکبوت کی آیت ۱۰ ﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذابِ اللَّهِ وَ لَئِنْ جاءَ نَصْرٌ مِنْ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ أَ وَ لَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِما في صُدُورِ الْعالَمينَ﴾ درمیان میں رہنے والوں کو محافظ کہتے ہیں جس کا پلہ بھاری ہو جائے اسی کے ساتھ رہیں گے۔ تاریخ اسلام میں روشن ونمایاں کردار ادا کرنے والے بعض اصحاب برجستہ صف اوّل والے جن کے ناموں کے ساتھ خط درشت میں رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں، ان کا کردار حصار و قتل عثمان ابن عفان، انتخاب علی ابن ابو طالب، جنگ جمل جنگ مابین علی ابن ابو طالب و معاویہ ابن ابوسفیان، علی و خوارج میں ملاحظہ کریں تو ان کے نام ان سے دور رہنے کی ہدایت دینے والی شخصیات میں آتے ہیں۔ ان کا مئوقف معاشرہ الحادی و بے دینی میں واضح ہے چونکہ معاشرہ بے دینی میں ایک کھاتا ہے دوسرا اس کے ہاتھ سے لقمہ چھینتا ہے، یہاں تضارب قتل و کشتار رہتا ہے کافرین کی کافرین سے جنگ یہاں حکمت عملی واضح ہے کہ انسان مسلمان کیوں کر ایک کافر کے لئے اپنی جان دے لیکن دو گروہ مسلمین کی جنگ میں غیر جانبدار رہنے کی حکمت عملی حکمت ایمانی نہیں بلکہ حکمت شیطانی ہے کیونکہ یہ حکم قرآن کے مخالف ہے لہٰذا اس حکمت منافقین کا واضح ذکر سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات میں ہے دونوں میں شریک نہ ہونے کی ایک مثال عبداللہ بن ابی تھا جس نے جنگ احد میں اپنا کردار دکھایا تھا۔ عصر معاصر میں بھی ایسے لوگوں کی بہت قدر دانی ہے انہیں لائق تعریف و تمجید گردانا جاتا ہے، اسلام کے خلاف فیصلے انہی ذوات سے کرواتے ہیں خاص کر بنی امیہ اور بنی عباس و فاطمیین کے حکمرانوں کو اسی گروہ نے تحفظ دیا ہے۔ خاص کر محراب و مساجد جمعہ و جماعت کے لئے ایسے افراد کو لائق گردانتے ہیں عام طور پر ان کی شان میں کہتے ہیں وہ کتنا شریف آدمی ہے کہ کسی خیر و شر میں شرکت نہیں کرتا بعض کی اصطلاح میں کہتے ہیں روٹی بنرخ روز کھاتا ہے، فتنے سے بچنے کے بعد کہتے ہیں ہم نے کتنی حکمت عملی اپنائی اور جیتنے والے سے کہتے ہیں ہم تو آپ کے لئے دعائے خیر کرتے رہے آپ کو شاید پتہ نہ ہو ہماری دعاؤں ہی سے آپ جیتے ہیں۔ ایسے لوگ کبھی ہارتے نہیں بلکہ ہمیشہ جیتتے رہتے ہیں، ہمارے مراجع عظام کے بیرونی حلقوں میں بھی ایسے افراد ہوتے ہیں خاص کر آیت اللہ خمینی اور آیت اللہ خوئی کے بیرونی حلقوں میں صبح و شام حاضری دینے والوں میں ایسے بہت

دیکھے ہیں، شاید ہمارے خیال میں انھوں نے ان فتنوں سے دور رہنے والے اصحاب کرام کی سیرت کو پڑھا ہوگا یا پڑھنے والوں کو دیکھا ہوگا جس طرح انقلاب کی بات کرنے والے فارس وافریقہ میں آل علی کے دعویٰ کے نام سے قیام کرنے والوں کے اس عمل کو آل اطہار کی پیروی گردانتے ہیں۔غرض فتنہ حصار وقتل عثمان ابن عفان اور انتخاب امیر المومنین علی ابن ابی طالب میں بعض برجستہ اصحاب متوقفین میں رہے ہم اسلام کے اصول ومبانی انہی سے تو لیتے ہیں کیا یہاں ان کا موقف درست تھا؟ پھر عثمان ابن عفان ہو علی ابن ابوطالب ہو طلحہ وزبیر ہو ان کا احتساب ہونا چاہئے، کیا یہ لوگ صحیح تھے یا ان ذوات نے کوتاہی کی ہے اپنا وظیفہ انجام نہیں دیا ہے تو پھر ان کا احتساب ہونا چاہئے۔شاید فقہاء نے ان ذوات برجستہ کو بچانے کے لئے اصول اجتہاد کی ابداع کی ہو۔

۱۔فتنوں سے بچ کر رہنے والوں نے بغیر شرط کے معاویہ ابن ابوسفیان کی بیعت کی لیکن کیوں بچ کر نہیں رہے۔

۲۔فتنوں سے بچ کے رہنے والوں نے کیوں یزید ابن معاویہ ابن ابوسفیان کی بیعت کی۔

۳۔فتنوں سے بچ کے رہنے والوں کی منطق یہ تھی کہ ہم مسلمانوں کے خون بہانے میں شریک نہیں ہونگے ہاں شریک ہونا جرم ہے گناہ ہے لیکن مجرمین کو جرم سے نہ روکنا بھی کوئی فضیلت نہیں رکھتا اسے عقل و شرع دونوں صحیح نہیں مانتے، ایک فریق کی نصرت حتمی ہے کیوں کہ آپ نے فتنے کو روکا نہیں ہے۔

بدایۃ الفتنہ مطالبۃ فتنہ پردازاں عزل الولاء:۔

کتاب تاریخ اسلامی تألیف محمد شاکر نے عثمان ابن عفان کی مخالفت کی ابتداء کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے سب سے پہلے عثمان ابن عفان کی مخالفت محمد بن حذیفہ نے کی محمد بن حذیفہ نے عثمان ابن عفان سے کہا امیر المؤمنین مجھے بھی کسی روزگار پر لگائیں عثمان ابن عفان نے کہا میرے پاس کوئی جگہ نہیں تو محمد نے کہا میں اس کی تلاش کیلئے نکلوں گا وہ مصر گئے۔محمد بن حذیفہ روزگار کیلئے نکلے جس وقت وہ مصر پہنچے تو اس وقت عبداللہ بن سعد سرح مصر کے والی بنے تھے۔

اس بارے میں خلفاء راشدون تالیف نجار میں آیا ہے عثمان ابن عفان نے جن جن والیوں کا فتنہ پردازوں میں نام لیا تھا انہی کو ہی مشاورت کیلئے بلایا، جن میں معاویہ ابن ابوسفیان، عبداللہ بن سرح، عبداللہ بن عامر، عمرو بن عاص شامل تھے۔ہر ایک نے اپنی ذہنی سوچ، دین و دیانت کے انداز سے مشورہ دیا، کسی نے فتنہ گروں کو پیسہ دینے کا مشورہ دیا تاکہ وہ خاموش ہو جائیں اور کسی نے کہا ''ان سب کو کسی محاذ جنگ

پر بھیجیں وہاں مصروف رکھیں''۔

اس فتنے کو دنیا بھول گئی ہے کوئی ذکر نہیں کرتے گویا وہ اپنی منزل مراد تک پہنچ چکے ہیں۔اسلام کو کنارے پر لگایا ہے لہٰذا ان افسوسناک و شرم آور واقعات کو تکرار کرنے سے کیا فائدہ؟ لیکن فتنہ پرداز جانتے ہیں اس کا ذکر و تکرار نہیں کریں گے تو ہوسکتا ہے مسلمان اسلام کے بنیادی مسائل کو اٹھائیں۔

عثمان ابن عفان کو محاصرہ کرنے کے بعد قتل کیا گیا محاصرین و منافقین مصر، یمن، بصرہ اور کوفہ سے تھے منافقین کو اس جرم و جنایت کی طرف لگانے کا سبب عثمان ابن عفان کی طرف سے مقرر والیان عبداللہ بن سرح، سعید بن عاص، ولید بن عقبہ، عامر بن عبداللہ تھے۔

''**امت مسلمة قرآن كريم منزل من السماء على خاتم النبيين، مصئون و محفوظ بحفظ الله و حفظ الامة مطهر من دسائس و التحاريف الاديان المبطلين** ''کو اٹھائے یا روایات مقطوعات و مرسلات و موضوعات و مصنوعات و فتاویٰ اجتہادات کو اٹھائے آپ کو واضح کرنا چاہیئے آپ کس گروہ میں شامل ہیں۔

تحلیل علمی

تحلیل علمی قتل عثمان ابن عفان یعنی عثمان ابن عفان کو کس نے اور کیوں قتل کیا، وہاں کوئی ایک فرد تھا، دو فرد تھے، کوئی جماعت تھی؟ واضح ہونا چاہیئے، ساتھ ہی اس کی بھی تحلیل ہونی چاہیئے کیا عثمان ابن عفان نے کوئی ایسا نا قابل نظر انداز جرم کیا تھا؟ کیا عثمان ابن عفان نے مال مسلمین کو ملکیت بنایا، ان کے قتل کے بعد لوٹنے والوں کو بوریاں بھر کے اشرفیاں ملی تھیں؟ اور عثمان ابن عفان نے کتنے فئے مسلمین کی اراضی پر باغات لگائے تھے؟

عثمان ابن عفان کے رویہ کی وجہ سے زبیر و طلحہ کے علاوہ ام المؤمنین بھی عثمان ابن عفان کی مخالف ہوگئیں۔ یہاں زبیر و طلحہ مخالفین کی بات کرتے ہیں کہتے ہیں انہیں حمایت کوفہ اور بصرہ حاصل تھی لیکن وہ شام جانا چاہتے تھے۔ کیا طلحہ و زبیر آل ابی سفیان کی دس سالہ مخالف تاریخ کو بھول گئے تھے، کیوں کہ بنی امیہ کے عمائدین نے شام کی جگہ بصرہ کو ترجیح دی اس کا مطلب بنی امیہ اور شام کے حکمرانوں میں اختلاف نہیں جیسا کہ جنگجو پہلے مرحلے میں رضا کاروں کو آگے کرتے ہیں۔ انہوں نے سوچا جنگ کو دو مرحلوں میں تقسیم کرنا چاہئے علی ابن ابوطالب کو تھکانا چاہئے، علی کو تھکا کر شام لیجانا چاہیے چنانچہ صفین میں واضح ہوا کہ اب اسلام مخالف اسلام کے دو بدو مقابلہ میں آئے، علی ابن ابوطالب کے قتل کے بعد اقتدار اسلام مخالفین کے پاس

آیا،علی ابن ابوطالب کوتین مرحلوں میں تھکانے کے بعد قاتل خود علی ابن ابوطالب کے لشکر سے نکلے جنہوں نے علی ابن ابوطالب کو قتل کیا۔

عثمان ابن عفان کو محاصرین نے قتل کیا ، خانہ عثمان ابن عفان کا محاصرہ کرنے والے منافقین مصر، یمن، بصرہ اور کوفہ سے آئے تھے منافقین کو اس جرم و جنایت کی طرف لگانے کا سبب عثمان ابن عفان کی طرف سے مقرر والیان عبداللہ بن سرح، سعید بن عاص، ولید بن عقبہ، عامر بن عبداللہ تھے، عثمان کے والیوں کی جرأت وشہامت اور اقتدار پر رہنے کی ہمت عثمان ابن عفان کی حمایت تھی۔ عثمان ابن عفان نے کیوں کر رعایا کے ساتھ ظلم وستم اور ناروا سلوک رکھنے والوں کا احتساب نہیں کیا، اس کا کیا جواز پیش کرتے تھے عثمان ابن عفان نے کیوں رسول ؐ اللہ کے مہاجرین وانصار کے نزدیک ناپسندیدہ افراد کو اعلیٰ عہدوں پر لگایا اس کا کوئی جواب نہیں بلکہ ٹال مٹول سے کام چلایا جا سکتا ہے۔ عثمان ابن عفان کی تاریخ میں آیا ہے کہ وہ نیک شریف حلیم رقیق القلب، فقیر اور غریب پرور انسان تھے وہ انہی صفات کی وجہ سے خلیفہ منتخب ہوئے۔ اہل مدینہ ان کے خلیفہ منتخب ہونے سے خوش تھے، کیوں خوش تھے کس لئے خوش تھے وہ کہتے ہیں عمر ابن خطاب کی سختی وشدت سے نجات ملی ہے۔ ان کے ہاتھ میں تازیانہ ہوتا تھا اس کے مقابل میں انھوں نے عثمان ابن عفان کو پسند کیا۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے پھر تو یہاں کے جمہور پرستوں کی منطق درست ہے کہ بدترین جمہوریت بہترین آمریت سے بہتر ہے۔ قانون پر شدت سے عمل کرنے والے حاکم اچھے ہیں یا قانون میں نرمی دکھانے والا حاکم اچھا ہے، عمر ابن خطاب کے بعد سے الیٰ یومنا ھذا لوگوں کی یہی خواہش رہی ہے کہ جو رعایا کی خوشنودی کی خاطر قانون میں ترمیم کرے اچھا ہوتا ہے تو قانون بنانا ہی غلط ہوگا گویا یہ کہہ سکتے ہیں قانون یعنی ضد عوام یا خلاف عوام حل کو کہتے ہیں، غلط قانون بنانے والے ضدی انسان کا بھی حساب ہوگا۔ کیا اہل مدینہ انصار ومہاجرین کو پتہ نہیں تھا کہ قانون میں شدت اچھی ہے یا نرمی اچھی ہے، ایسا نہیں کہ ان کو پتہ نہ ہو بلکہ انہیں اپنی خواہشات اپنے چاہنے والوں کی خواہشات کو قانون پر مقدم رکھنا تھا۔

عثمان ابن عفان کی حمایت:۔

''قالہ لعبد اللہ بن عباس وقد جاء ہ برسالة من عثمان وھو محصور یسالہ فیھا الخروج الی مالہ ینبع لیقل ھتف الناس باسمہ للخلافة بعد ان کان سالہ مثل ذلک من قبل فقال علیہ السلام یابن عباس ما یرید عثمان الا ان یجعلنی جملا ناضحا بالغرب ،اقبل و ادبر!بعث الی ان اخرج ثم نعث الی ان اقدم ،ثم ھو الان یبعث الی ان اخرج! واللہ لقد

دفعت عنه حتی خشیت ان اکون اثما'' نہج البلاغہ ۲۳۷ صفحہ ۴۸۴

اسباب قتل عثمان ابن عفان:۔

اس کا سبب عوام مدینہ تھے، اہل مدینہ سختی عمر ابن خطاب سے رہائی کیلئے عثمان ابن عفان کی روش رحم دلی کے متمنی تھے۔ یہ عوام کا فیصلہ ہے لیکن عقل وقرآن کا فیصلہ اس کے خلاف ہے، ایک ایک سال بلکہ ایک مہینہ و دن حکمران کی سختی ملک وملت کیلئے نعمت الٰہی ہے۔ حاکم سخت کی دس سال حکمرانی نے منافقین، حاسدین، دشمنوں کو گھٹنے پر بٹھایا۔ بیرون و اندرون ملک امن و امان قائم ہو گیا ان کے ہاتھ میں پکڑے تازیانہ سے بیوت آباد ہو گئے اور قبرستان ویران وسنسان ہو گئے۔ جبکہ عثمان ابن عفان کی رحم دلی کا پہلا نتیجہ خود ان کو ملا اور دوسرے مرحلے میں جمل میں دس ہزار، صفین میں بیس ہزار سے زائد افراد خاک وخون میں غلطاں ہو گئے۔ تیس ہزار خواتین بیوہ ہوئیں اور اس سے کئی گنا زیادہ بچے یتیم ہو گئے۔ اس کے محرک زبیر، طلحہ، مروان اور عبداللہ بن زبیر تھے۔ مطالبہ قاتلین عثمان ابن عفان کو سزا دینے کا ہے عثمان ابن عفان کیوں قتل ہوئے، خلیفہ مسلمین کا قتل معمولی واقعہ نہیں، اس کا حساب ہونا چاہئے عثمان ابن عفان کو حصار میں محصور کرنے اور بعد میں قتل کرنے والے کون کون تھے ان کو جمع کرنے والے کون تھے؟ یہاں تو دھرنے میں کھانا پہنچانے والوں اور جلوس میں گاڑیاں دینے والوں کا بھی حساب ہوتا ہے۔ ان ذوات کا ماضی کیسا تھا ماضی میں اور ان کے اس دور میں وہ لوگ کس کے زیر اثر تھے دیکھنا ہوگا۔ نیز ان واقعات میں اصل کتنا ہے اور اضافات کتنے ہیں، دیکھنا ہے مسلمانوں میں گروہ بندی ہونے کی صورت میں عمائدین اسلام کی کیا ذمہ داری بنتی ہے۔

قتل عثمان ابن عفان نے فتنہ قتل عمر ابن خطاب سے جنم لیا ہے۔ آخر خلیفہ مسلمین جو کہ مسلمانوں کی جان و مال و ناموس کا محافظ ہے، قصاص میں حیات ہے پھر انصار و مہاجرین قتل عمر ابن خطاب پر کیوں خاموش رہے؟ گویا کسی ہرن کو مارا تھا غلطی سے خلیفہ کو لگ گیا۔ دشمنان اسلام نے دیکھا مسلمانوں کے خلیفہ کو قتل کرنا چنداں مشکل نہیں خون خلیفہ کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہی ہے وہ انہیں آسانی سے مار سکتے ہیں اور آسانی سے روپوش ہو سکتے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے قاتلین عمر ابن خطاب کی شناخت تو کرائی پھر جفینہ اور ابولولو کہاں گئے؟ معلوم نہیں ہو سکا، کعب احبار کے بارے میں تو کوئی نام نہیں لیتا جس نے خلیفہ کو کہا آپ کو تین دن بعد اس دنیا سے جانا ہے یعنی قتل کریں گے لیکن انہیں کیسے پتہ چلا؟ یہاں حیرت کی بات ہے جہاں امت میں صحابہ پرست اس پر سیاہ چادر چڑھا کر اس کو چھونے نہیں دیتے۔ دس بیس سال سے یہاں سے اقتدار پرست اندر سے سیکولر اور باہر سے دینی جماعات کے نمائندے ہیں، وحدت اسلامی کانفرنس میں ایران جاتے

رہے کبھی کسی نے یہ نہیں کہا جہاں وحدت اسلامی کانفرنس ہو رہی ہے وہاں سے چند کلومیٹر پر خلیفہ مسلمین کے قاتل کا مزار زیارت گاہ بنا مرجع خلائق بنا ہوا ہے اس پر کیوں نہیں سوچتے یہ کیا ہے؟ عثمان ابن عفان کے والیوں کی جرأت وشہامت اقتدار پر رہنے کا اصرار عثمان ابن عفان کی غیر مشروط برقراری تھی۔ تاریخ میں یہ سوال تو موجود ہے کہ عثمان ابن عفان نے کیوں کر رعایا پر ظلم وستم ناروا سلوک رکھنے والوں کا احتساب نہیں کیا۔ اس کا کیا جواز پیش کرتے تھے، عثمان ابن عفان نے کیوں رسولؐ اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ افراد کو اعلیٰ عہدوں پر لگایا اس کا جواب عقلی وشرعی ابھی تک نہیں دیا گیا ہے۔

فتنہ عثمان ابن عفان اس دن شروع ہوا جس وقت اہل مدینہ نے خوشی منائی کہ عوام کو سہولت دینے والا سختیوں سے نجات دینے والا خلیفہ نصیب ہوا ہے۔ ہم یہاں انتخاب امام میں جن شرائط کا اضافہ کیا گیا ہے یا بہتر سمجھی جاتی ہیں اور بنیادی شرائط کو پیچھے پھینکا جاتا ہے ان کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اسلام آنے سے پہلے عرب اور اس کے دائیں بائیں مشرق ومغرب میں نظام جاہلیت عام تھا، انسانوں کا ساختہ نظام مسلط تھا نبی کریمؐ کی رحلت کے بعد خاص کر امیر المومنین عمر ابن خطاب کی وفات کے بعد لوگوں کی خواہش رہی کہ نظام وہی چلنا چاہئے جو اسلام آنے سے پہلے چلتا تھا، حاکم جود وسخا کا مالک ہونا چاہئے، حاکم پہلوان وجنگجو ہونا چاہئے۔ اسلام ہر میدان کے لئے الگ صفات کا قائل ہے اسلام نے جاہلیت کی صفات میں ترمیم کی ہے یہ ترمیم قرآن کریم میں آئی ہے، بعضوں کا کہنا ہے سخاوت بہت اچھی چیز ہے عثمان ابن عفان بہت سخی تھے لیکن سخاوت جاہلیت میں اچھی تھی اسلام میں سخاوت اچھی نہیں، اسلام نے سخاوت پر پابندی لگائی ہے۔ بعض نے کہا ہے حاکم کو جنگجو ہونا چاہئے یہ ایک اچھی صفت ہے مگر حاکم کے لئے ضروری نہیں، حاکم کیلئے بنیادی دو شرائط ہیں پہلی شرط یہ ہے۔

ا۔ اس کو حکومت داری آتی ہو، وہ یہ جانتا ہو کہ رعیت کی مصلحت کس میں ہے، آیا اسکی مصلحت اس میں ہو کہ وہ رعیت کو خوش رکھتا ہو، ملکی خزانہ لوٹنے کے طریقے اسے آتے ہوں، ملک کا مال دوسرے ملکوں میں منتقل کرنے کے طریقوں کا ماہر ہو، اپنی اس لوٹ مار پر پردہ ڈالنے کیلئے اپنی پارٹی کے طاقتوروں کے ساتھ کچھ پارٹی ورکر کو بھی نوازتا ہو یا اس کے برعکس وہ پوری ملت کے خاص وعام عالم وجاہل سب کی ضروریات کا ادراک رکھتا ہو۔

۲۔ حاکم مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ کی وحدانیت اور اسکی نظارت، اس کے حاظر وناظر ہونے پر ایمان رکھتا ہو، آخرت پر سزا وجزاء پر ایمان رکھتا ہو اس لیے اپنے کو اللہ کے سامنے جوابدہ سمجھتا ہو۔

اس وقت مسلمان ممالک میں اصلاح کے ناممکن نظر آنے کی بنیادی وجہ حکمران کی اس صلاحیت سے آگاہی نہ ہونا ہے اور ایسے حکمران کی کمیابی کی بنیاد وجہ سیکولر اور لادین حکمران ہیں۔قانون اسلامی پر سختی سے عمل کرنا انتہائی ضروری ہے جیسا کہ اگر اولاد کے موبقات و جرائم کو چھوٹی عمر میں نہ روکیں تو بڑی عمر میں یہ بڑے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔

قتل خلیفہ کے بعد محاصرین پریشان ہوگئے:۔

۱۔ایک طرف سے محاصرین اہل مدینہ کے خوف میں جلد از جلد نئے حاکم کا انتخاب ناگزیر سمجھتے تھے کیونکہ زیادہ دیر ہونے کی صورت میں بیرون مدینہ سے لشکر کے آنے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔

۲۔اہل مدینہ بھی ان سے نجات چاہتے تھے کہ کہیں یہ لوگ مستقل مسلط نہ ہو جائیں۔

۳۔نئے خلیفہ کیلئے کوئی آمادہ نہیں ہو رہا تھا کیونکہ وہ محاصرین سے ڈرتے تھے۔

قتل عثمان ابن عفان کے پانچ روز گزرنے کے بعد قاتلان عثمان نے نئے خلیفہ کے چناؤ کیلئے بھاگ دوڑ شروع کی کیونکہ قتل عثمان ابن عفان کے بعد وہ خود کو جہنم کے دہانے پر پاتے تھے دوسری طرف خود خلیفہ بننے کی جرأت و ہمت نہیں پاتے تھے کیونکہ وہ لوگ اعراب و بدو تھے جو عامۃ المسلمین کے ہاں ناشناس تھے۔خلیفہ کے انتخاب کے بغیر جا نہیں سکتے تھے ورنہ جنگ داخلی ہونے کا خدشہ تھا۔آخری تجویز یہی سامنے نظر آئی کہ خلافت کو کسی نہ کسی کی گردن پر لٹکا کر جائیں، بعد میں اس سے نمٹا جائے گا۔وہ خلیفہ بنا کر امن و امان بحال کرنا نہیں چاہتے تھے بلکہ خلیفہ کو بنانے اور ہٹانے کی صورت میں قتل کرنے کا سلسلہ جاری رکھنا چاہتے تھے۔کتاب عبقریہ الامام علی، عباس محمود عقاد ص۶۲ پر آیا ہے، مصر والے علی کو بنانا چاہتے تھے جبکہ کوفہ والے زبیر بن عوام کو چاہتے تھے، بصرہ والے طلحہ بن عبیداللہ کو چاہتے تھے۔علی کے پاس گئے علی گھر میں نہیں تھے، زبیر کے گھر گئے وہ بھی نہیں ملے، طلحہ کے گھر گئے وہ بھی نہیں تھے، عبداللہ بن عمر کے گھر گئے وہ نہیں مانے ، سعد بن وقاص کے گھر گئے وہ بھی نہیں مانے۔یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اقتدار کے پیاسے لب نہر پہنچ کر پانی نہ پئیں، بھوکے مائدہ پر پہنچ کر کھانا کھانے سے انکار کریں، کیا وجوہات بنتی ہیں، یہ سب جانتے تھے کہ ہمارے اوپر اتفاق نہیں ہوگا۔ان سب میں وہی نقدات پائے جاتے تھے جو عثمان ابن عفان میں پائے جاتے تھے، ہر ایک کے حامی تھے لیکن وہ معاشرے میں مقام اعلیٰ نہیں رکھتے تھے۔کوفہ والے کچھ لوگ زبیر کو چاہتے تھے، اسی طرح بصرہ والے کچھ طلحہ کو چاہتے تھے، طلحہ بصرہ میں جا کر ایک عرصہ رہے مال و دولت بنائی، زبیر کوفہ میں گئے تھے وہاں مال بنایا، لیکن علی کہیں نہیں گئے تھے معلوم نہیں بعض کوفی اور مصری علی کو کیوں چاہتے تھے

اس وجہ سے چاہتے ہوں گے کہ اس وقت اس منصب کے لائق وسزاوار علی ہی تھے۔علی نے سختی سے اس طلب کو مسترد کیا، زبیر اور طلحہ نے علی کے گھر میں علی کو خلافت قبول کرنے کیلئے کہا تو علی ابن ابوطالب نے فرمایا''**دعونی والتمسوا غیری.....وان ترکتمونی فانا کاحدکم،ولعلی اسمعکم و اطوعکم لمن ولیتموہ امرکم، وانا لکم وزیر،خیر لکم منی امیر** ''(خطبہ۹۰ص۲۰۳) ''**فاقبلتم الی اقبال الحود المطافیل علی اولادھا تقولون البیعة قبضت کفی فبسطتموھا و ناز عتکم یدی فجا ذبتموھا** ''خطبہ۱۳۵ص۲۷۸)، جب اصرار بڑھ گیا فتنہ افروختہ کو خاموش کرنے کی خاطر قبول کرنے کا فیصلہ کیا تو فرمایا میری بیعت گھر میں مخفی نہیں ہوگی مسجد میں ہوگی،طلحہ وزبیر سمیت دیگران مسجد میں جمع ہوگئے، زبیر نے لوگوں کو دعوت دی کہ علی کی بیعت کریں، سب سے پہلے طلحہ نے علی کی بیعت کی جب علی منتخب ہوئے تو لوگوں نے احساس مسرت واطمینان میں خوشی منائی (خطبہ۔ ۲۲۶)۔علی جب منتخب ہوئے تو باہر سے آنے والے اور مدینہ والوں میں سے اکثریت نے علی ابن ابوطالب کی بیعت کی۔

انتخاب امیر المومنین:۔

علی کا امیر المومنین منتخب ہونا:۔تاریخ اسلام میں' **من لدن ذلک الیوم الی یومنا ھذا**' کوئی نمونہ نہیں ملتا گرچہ مسلمان قرآن کریم جیسی کتاب سے وابستہ ہونے کی وجہ سے غیر مسلمین کی جمہوریت سے اتفاق نہیں کرتے، غیر مسلمین کو آئین بنانا اور اس کا نفاذ دونوں کام خود کرنے ہوتے ہیں جبکہ مسلمانوں کے پاس آئین موجود ہے، نفاذ کرنے والے چاہئیں، گرچہ حدیثیوں اور اخباریوں نے قرآن کو کنارے پر لگا کر حدیث کو جاگزیں کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کیلئے آئین کے نفاذ کو ناممکن بنایا ہے، غرض اگر مسلمان قرآن کی طرف برگشت کریں تو آئین خود کفاء ہے تاہم قوت مجریہ یا قوت نفاذیہ کیلئے نمائندہ ناگزیر ہے لہٰذا اسلام میں جمہوریت کا تصور دوسروں کی جمہوریت سے مختلف ہے حتیٰ انتخاب علی ابن ابوطالب، ابوبکر ابن ابی قحافہ وعمر ابن خطاب اور عثمان ابن عفان سے بھی مختلف تھا یوں کہہ سکتے ہیں کہ عام وخاص، حل وعقد سب نے علی ابن ابوطالب کی بیعت کی اس بارے میں علی نے فرمایا''**و بسطتم یدی فکففتھا،و مدتموھا فقبضتھا،ثم تداککتم علی تداک الابل الھیم علی حیا ضھا یوم وردھا ،حتیٰ انقطعت النعل،وسقط الرداء،ووطی الضعیف،وبلغ من سرور الناس ببیعتھم ایای ان ابتھج بھا الصغیر،وھدج الیھا الکبیر،وتحامل نحوھا العلیل،وحسرت الیھا الکعاب**''۔(خطبہ۲۲۵)

ہر شخص ''**کائناما کان**'' کا حساب کرنا ہوگا۔

کیا علی ابن ابوطالب خلافت کے لئے بے چین تھے اگر ایسا تھا تو ان کا ساتھ نہیں دینا چاہئے تھا کیونکہ جو شخص حکومت کیلئے بے چین ہوتا ہے اس سے کسی خیر کی توقع نہیں رکھنا چاہئے لیکن علی حکومت کے لئے بے چین نہیں تھے اور بعد میں ثابت بھی کیا کہ علی کے لئے اقتدار دنیا کی کوئی حیثیت نہیں۔ علی کا اکثریت مہاجرین وانصار کی بیعت سے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد علی کی بیعت سے انکار کرنے والوں یا بیعت کر کے نکث بیعت کرنے والوں کا عمل قرآن اور سنت عملی رسولؐ اللہ کی روشنی میں صدعن سبیل اللہ میں آئے گا، جس سے قرآن میں منع آیا ہے ایک حکومت اسلامی کو ملک وملت کے مصالح عامۃ وخاصہ، تقویت حکومت یا جنگ با مشرکین وملحدین سے روک کر داخلی جنگ میں مصروف کرنا کیا صدعن سبیل اللہ میں نہیں آتا؟ نساء ۱۶۷، نحل ۸۸، محمد ۳۲۔۳۴، منافقون، بجائے ان کو ''**دقة القضاء**'' قرآن ومحمدؐ پر حاضر کریں ان کے ان مواقف مشکوک ومخدوش کے بارے میں سوال واستفسار اور تحلیل وتجزیہ کی بجائے ان کے گرد حصار پر حصار تبشیر جنت، رضی اللہ عنہ القاب پے القاب اجتہاد سے بنائے گئے، جو بے اساس ہونے کے ساتھ ساتھ خلاف سنت عملی رسولؐ اللہ، خلاف خلفاء راشدین تھے، جس سے تشویشات وسوالات کو روکا گیا ہے محسوس ایسا ہوتا ہے کہیں ایادی مرموزہ ثلاثیہ ہی پس پشت نہ ہو۔

علی کا انتخاب ان چند مفروضات سے باہر نہیں۔

۱۔ اقلیت نے بیعت کی تھی اکثریت نے مسترد کیا تھا۔

۲۔ علی ابن ابوطالب کی جماعت نے مالی اور عہدوں کی رشوت بانٹی تھی۔

۳۔ علی عثمان ابن عفان کے قتل میں شریک تھے۔

۴۔ علی کی جماعت نے بیعت نہ کرنے والوں کو دھمکی دی تھی۔

۵۔ علی اس منصب کیلئے لائق وسزاوار نہیں تھے۔

۶۔ اصل معیار کسوٹی متوقفین بیعت، فتنہ کے نام سے علی کا ساتھ دینے سے روکنے والے تھے۔

۷۔ علی ابن ابوطالب سے بہتر واولیٰ اصحاب سعد بن وقاص، ابو موسیٰ اشعری اور ابو ہریرہ ہیں جنہوں نے اس بیعت کو غیر شرعی قرار دیا ہے بولیں؟

جبکہ عمرو بن عاص، ابو موسیٰ اشعری ابو ہریرہ متوقفین بیعت والوں میں سے کسی کو بھی تنقید کا نشانہ نہیں بنایا کہ کیوں خلیفہ منتخب مسلمین کی بیعت نہیں کی ''**هل هذا الا فسطائزم**''

بعض اجل بزرگ صحابیوں نے بغیر وجہ بتائے بیعت سے انکار کیا ہے بلکہ علی مخالف بنے وہ یہ حضرات ہیں، اصحاب پرستوں کواس کی وجوہات بتانی چاہئیں۔

۱۔سعد بن وقاص ۲۔عبداللہ بن عمر ۳۔اسامۃ بن زید ۴۔صہیب رومی

۵۔حسان بن ثابت ۔۶۔زید بن ثابت ۷۔کعب بن مالک ۸۔محمد بن مسلمہ

۹۔نعمان بن بشیر ۱۰۔رافع بن خدیج ۱۱۔سلمہ بن وقش ۱۲۔ابوسعید بن خدری

۱۳۔قدامہ بن مظعون ۱۴۔مسلمہ بن مخلد ۱۵۔عبداللہ بن سلام ۱۶۔ سعید ابن عاص

۱۷۔ولید بن عقبہ ۱۸۔ مروان بن حکم

۱۔متوقفین بیعت علی کی منطق واضح ہونی چاہیے کہ انہوں نے کن وجوہات عقلی اورشرعی کے تحت توقف اختیار کیا تھا علماء و محققین تاریخی واجتماعی وسیاسی حضرات اس کی تحلیل کریں، وجوہات بیان کریں، امیر المؤمنین کی بیعت سے توقف اگر مستند بہ قرآن اور سنت عملی رسول اللہ نہ ہوتو کیاان کا یہ عمل اسلام مخالف قرار پائے گا۔اسلام میں قوت مجریہ کا انتخاب ابوبکر ابن ابی قحافہ سے شروع ہوا، انتخاب سقیفہ ہو یا نامزدگی عمر ابن خطاب ہو یا ۶ رکنی شوریٰ کا انتخاب عثمان ابن عفان ہو، کوئی قدح وجرح نہیں رکھتے کیونکہ ہدف اصلی مصالح اسلام و مسلمین اور سربلندی اسلام رہا ہے لیکن انتخاب علی ابن ابوطالب اپنی جگہ بے مثال اور تاریخی یادگار ہے، جمہور مسلمین کے نمائندوں، مخالفین، موافقین سب نے ملکر انتخاب کیا۔علم شریعت میں علی ابن ابوطالب سے اعلم کوئی نہیں تھا انتخاب میں بھی سب سے زیادہ عوامی رہا ہے لہٰذا علی ابن ابوطالب کا انتخاب شرعی اور عوامی دونوں تھا، اس لئے علی ابن ابوطالب کے خلاف بغاوت کرنے والے توقف کرنے والے کسی بھی شکل وصورت اور نوعیت کا جواز حشیش برابر بھی نہیں رکھتے۔ان سب سے اوران کے مدافعین سے دلیل طلب کرنی چاہیئے ہم علی ابن ابوطالب پرست ہیں نہ علی ابن ابوطالب کو معصوم سمجھتے ہیں بلکہ علی ابن ابوطالب کو منتخب مسلمین سمجھتے ہیں۔خلیفہ منتخب کی بیعت کرنا واجب تھا ورنہ ابوبکر ابن ابی قحافہ کا مرتدین و مانعین زکوٰۃ سے جنگ لڑنا سوالیہ نشان بنے گا۔اگر ناجائز تھا تو بعد میں ان حضرات نے معاویہ ابن ابوسفیان اوران کے بیٹے یزید کی بیعت کیوں کی؟

۲۔طلحہ وزبیر نے امیر المومنین کی بیعت کو اکراہی وجبری کہا۔ہم اس وقت چودہ سوسال کے بعد کے دور میں واقع ہیں اب تک اس واقعہ میں کتنا اضافہ ہوا، کتنے حقائق کو چھپایا ہے معلوم نہیں، اس ایک دعویٰ ایک نقل پر اکتفاء کر کے حکم صادر نہیں کر سکتے ہیں تمام احتمالات کو سامنے رکھتے ہوئے تجزیہ وتحلیل کرنی

چاہیئے ۔آپ دونوں روپوش رہے یا منصب خلافت کو مسترد کیا،علی ابن ابوطالب نے بھی مسترد کیا اور بعد میں آپ دونوں نے علی ابن ابوطالب کو آمادہ کیا۔علی ابن ابوطالب کے مقابل میں نہیں آنا چاہتے تھے۔علی ابن ابوطالب اس منصب کے لئے لائق وسزاوار تھے۔طلحہ وزبیر نے امیر المومنین علی کی بیعت کرنے کے بعد نکث بیعت کر کے آپ کے خلاف خروج کیا اور جواز یہ پیش کیا کہ ہماری بیعت از روئے اکراہ و جبر تھی۔یہ ایک دعویٰ ہے جو ان کے دوسرے مؤقف سے متصادم ہے جہاں انہوں نے علی کو خلافت قبول کرنے کیلئے اصرار کیا تاہم باقی اطراف کو بھی نظر میں رکھیں۔امیر المومنین نے ان دونوں کے علاوہ اور کتنوں کو بیعت کرنے پر مجبور کیا تھا؟

۱۔آیا یہ اکراہ خود امیر المومنین کے طرف داروں سے تھا۔

۲۔یا انقلابیوں کی طرف سے تھا؟

۳۔اور کتنے لوگوں سے بیعت اکراہی و جبری کروائی تھی؟

۴۔اس وقت یہ دونوں تنہا نہیں تھے ان کے ساتھ کوفہ اور بصرہ والے بھی تھے۔

۵۔مملکت اسلامی کے لئے قتل عثمان ابن عفان کے بعد خلیفہ ناگزیر تھا اگر اس بارے میں منتخب خلیفہ آپ کی نظر میں نالائق تھے تو ان کے مقابل میں بہتر و برجستہ شخصیت کون تھی؟

جس طرح خود قتل عثمان ابن عفان میں قاتلین عثمان ابن عفان اور اس فتنے پر اکسانے ،ورغلانے والوں کو واضح ہوتے ہوئے بھی معمّا بنا کر رکھا گیا ہے۔

ام المومنین دوبارہ مکہ واپس آئیں:۔

کتاب امیر المومنین علی ابن ابی طالب صلابی ص ۳۸۰ پر آیا ہے عائشہ ام المومنین جب دوبارہ مکہ پہنچیں تو عبداللہ بن عامر حضرمی امیر مکہ آپ کو سلام کرنے آئے تو آپ سے پوچھا ''**مبارک عمرہ یاام المؤمنین فقالت ردنی ان عثمان قتل مظلوما وان الامر لا یستقیم ولهٰذا الغو غا امیر فا طلبو بدم عثمان قعروا الاسلام**'' ام المؤمنین نے عثمان کی تعریف کی اور ان کے قاتل پر لعنت کی مسجد حرام میں فرمایا'' **واللہ لاصبع عثمان خیر من طباق الارض امثالھم فنجا ۃ من اجماعکم علیه حتیٰ ینکله بهم غیرهم** '' یہ روایت آپ سے منسوب ہے،بحیثیت ام المؤمنین آپ کا فرمان قرآن سے متصادم ہے۔قرآن کریم میں احکام قتل انتہائی دقت و باریک بینی سے تفصیل سے آئے ہیں۔

قتال واجب ﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسا﴾ (مائدہ۔۳۲)

قتال حرام ہے اسراء۔۳۳
قتل کا بدلہ لینے کا حق ولی کو حاصل ہے اسراء۔۳۳
قتل میں اسراف نہ کریں اسراء۔۳۳
قتل خطاء ﴿وَ ما کانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِناً إِلاَّ خَطَأً ﴾ (نساء۔۹۲)

کتاب سیرۃ امیر المومنین علی ابن ابی طالب تالیف دکتور رصلابی اپنی کتاب کے ص۴۰۰ پر لکھتے ہیں طلحہ و زبیر قتل عثمان ابن عفان کے چار مہینے گزرنے کے بعد ربیع الاثانی ۳۶ھ میں مکہ پہنچے اور ام المومنین عائشہ سے ملے، انہوں نے کہا خلیفہ اپنے گھر میں محصور رہے اور وہ کچھ نہیں کر سکے اس پر خود کو قاصر و کوتاہ کہنے لگے اور خود کو متہم کیا اور کہا خلیفہ کو حالت حصار میں رکھنا ایک گناہ تھا، اس کا کفارہ اور کچھ نہیں ہو سکتا سوائے اس کے کہ خون عثمان ابن عفان کا مطالبہ کریں۔

۱۔ عائشہ ام المومنین کہتی تھیں "**قتل عثمان والله مظلوما**"۔

۲۔ طلحہ کہتے تھے "**انه کان منی فی عثمان شئی توبتی ان بسفک دمی فی طلبه**"

۳۔ زبیر نے کہا ہم لوگوں کو اٹھائیں گے تاکہ یہ خون ہدر نہ جائے۔

یہاں ان کے بیانات وضاحت طلب ہیں، آیا خون کا قصاص مقتول کے فائدے میں ہوتا ہے یا وارث کے فائدے میں ہوتا ہے یا نظام کے فائدے میں ہوتا ہے یا مفاد پرستوں کے اغراض شوم کیلئے بھی استعمال ہو سکتے ہیں۔ قصاص وارث کے فائدے میں ہے کیونکہ ان کو دیت ملتی ہے فلسفہ دیت بھی یہی ہے وارث کے فقدان سے ان کے نظام حیات میں جو خلل آتا ہے دیت اس کا تدارک ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی مقتول کا وارث نہیں تھا، دوسرا فائدہ حکومت کو ہوتا ہے ان کے اس عمل سے ملک میں امن آتا ہے لیکن یہ لوگ حاکم نہیں تھے اس کا مطلب یہ لوگ ہرج مرج والے تھے۔

۱۔ یہ تین ہستیاں حصار عثمان ابن عفان کے دور میں مثل دیگر انصار و مہاجرین خاموش اور ساکت تھیں عثمان ابن عفان کے خلاف لوگوں کو ورغلانے اور اکسانے والوں میں سے تھیں۔

۲۔ قرآن کریم کے تحت مقتول جو بھی ہو، مزدور و عام رعیت ہو یا امیر المومنین ہو دونوں کا قصاص قاتل سے ہوتا ہے، قصاص کا حق ولی کو پہنچتا ہے لیکن یہ تینوں اولیاء عثمان ابن عفان میں سے نہیں تھے۔

۳۔ اگر کوئی کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی کرے تو اگر وہ مر جائے تو اس کے قصاص میں خود کو قتل تک پہنچانے کے متعلق کس آیت قرآن میں آیا ہے؟

۴۔ یہ قوانین جاہلیت بدویت سے بھی نہیں ملتے ہیں آج بھی اگر مقتول کے وارث قدرت رکھتے ہیں تو قصاص کیلئے خود پیچھے پڑتے ہیں اور موقع ملتے ہی قتل کرتے ہیں، لیکن آپ گھر کا محاصرہ کرنے اور گھر میں داخل ہو کر قتل کرنے والوں کا نام ہی نہیں لیتے ہیں۔

۱۔ قاتلین عثمان ابن عفان کو اکسانے والوں میں ام المومنین ،طلحہ، زبیر، عمرو ابن عاص، سعد بن وقاص اور ابوموسیٰ اشعری کا نام آتا ہے جنھیں عثمان ابن عفان نے ان کے عہدہ سے برطرف کیا تھا۔

۲۔ وہ گروہ جو جنوب عراق، بصرہ، کوفہ، یمن و مصر سے آئے، یہ لوگ عمرہ یا حج کے بہانے مکہ میں آئے اور حج کے بعد مدینہ میں آئے اور عثمان ابن عفان سے والیوں کے استعفیٰ کا مطالبہ کیا، عثمان ابن عفان کے گھر کا محاصرہ کیا، اس منصب سے استعفیٰ دیں ورنہ قتل کی دھمکی دی لیکن پہلی ترجیح قتل ہی تھی۔ قتل کے بعد انھیں واضح و روشن ہوا کہ خلیفہ قتل کرنا چندین مشکل نہیں ہے لہٰذا وہ اس فکر میں پڑے کہ خلیفہ بنائینگے اور قتل کریں گے۔ لہٰذا اصرار سے خلافت علی پر ٹھونسی اور اگلے مرحلے میں علی ابن ابوطالب سے قاتلان عثمان ابن عفان حوالے کرنے کا مطالبہ کیا۔

۳۔ ان کی پس پشت بنی امیہ کا سابق والی عبداللہ بن عامر تھا جو پہلے بصرے میں عثمان ابن عفان کی طرف سے والی تھا اس نے اپنے پاس جو کچھ مال و دولت جمع کیا تھا سب لے کے مکہ آیا، دوسرا شخص یعلیٰ بن مُنبِہ تھا وہ یمن کا والی تھا اس نے بھی اپنے پاس جو مال و دولت جمع تھی وہ بھی لے کر مکہ پہنچا، مروان جو مدینے میں متصرف کل تھا وہ بھی مکہ پہنچا۔ یہاں ام المؤمنین عائشہ پہلے آچکی تھیں وہ مدینہ جاتے ہوئے راستے میں ہی علی ابن ابوطالب کے خلیفہ بننے کی خبر سننے کے بعد واپس ''واعثمانا'' کہتی ہوئی مکہ آئی تھیں۔ طلحہ، زبیر، اور ام المؤمنین نے شام جانے کی تجویز دی۔ اس سلسلے میں عبداللہ بن عامر نے چھ سو اونٹ اور ۶ لاکھ درہم پیش کیے لیکن بنی امیہ والوں نے مسترد کیا کہ نہیں بصرہ ہی جائیں۔ عثمان ابن عفان مدینے میں محصور ہوئے، مدینہ میں قتل ہوئے لیکن انتقام کے لئے بصرہ کو کیوں انتخاب کیا؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔ کیونکہ بصرہ میں طلحہ کے چاہنے والے ہوتے تھے، طلحہ و زبیر و ام المومنین عائشہ ان کی پیش کش کے مطابق بصرہ کے لئے روانہ ہوئے بصرہ کے نزدیک پہنچنے کے بعد مختلف شخصیات نے ام المؤمنین عائشہ اور مروان سے پوچھا کہاں جا رہے ہو کہا بصرہ جا رہے ہیں، بصرہ کیوں جا رہے ہو، کہنے لگے خون عثمان ابن عفان کا بدلہ لینے کے لئے۔ انھوں نے کہا قاتلین عثمان ابن عفان تو آپ کے لشکر میں ہیں آپ باہر کیوں تلاش کر رہے ہیں لیکن ان کے پاس جواب نہیں تھا۔

طالبان قاتلین عثمان جنہیں اسلام کی صف اوّل کی برگزیدہ ہستیاں گردانا جاتا ہے، ان میں سر فہرست زبیر حواری رسولؐ اللہ، طلحہ بن عبیداللہ طلحہ خیر اوران کی سرتاج ام المؤمنین یہ ذوات گرچہ امت میں پہلی بار فتنہ پرور، مسعر نار جنگ بن کر آئی تھیں، ان کی سابقہ خدمات وجان نثاری کے باوجود ان کی افروختہ آتش ابھی تک خاموش ہوتی نظر نہیں آتی تھی مگر ان کے اقدامات اور منطق قرآن کریم اور اسوہ محمدؐ کے احکامات درخشاں وتابناک سے نہیں ملتی۔

۱۔ زبیر اور طلحہ دونوں عثمان ابن عفان کے خلاف اکسانے والوں میں تھے؟ بعد از قتل عثمان طالب خونخواہ عثمان ہوگئے؟ یہ کوئی بڑی گیم کھیلنے والی شخصیت تھی ورنہ کل کا دشمن کیسے خونخواہ بن سکتا ہے۔

۲۔ عثمان ابن عفان کی جان جانے میں ان دونوں کا کچھ نہ کچھ کردار وحصہ تھا کیا اس خون خواہی کا ان کو حشر میں کوئی فائدہ ہوگا۔

۳۔ کیا ان کا یہ انقلاب از روئے شریعت اسلام کسی موازین سے بنتا ہے؟

۴۔ کیا ان کے اس کردار سے امت اسلامیہ میں کوئی اچھی فکر و بنیاد گزاری ہوئی، اس کے اچھے نتائج برآمد ہوئے تھے؟

۵۔ آیا ان دونوں کو دنیا میں کوئی فائدہ ہوا؟

امیر المومنین بمع مومنین مدینہ بصرہ روانہ ہوئے:۔

علی ابن ابو طالب کو جب ام المومنین کی سرکردگی میں طلحہ وزبیر ودیگر مخالفین کے بصرہ پہنچنے کی خبر پہنچی تو آپ بصرے کی طرف روانہ ہوئے جب ذیقار پہنچے تو کوفہ سے آنے والے لشکر میں قعقاع وچند دیگر رؤساء کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے اپنی طرف سے قعقاع کو سفیر بنا کر طلحہ وزبیر اور ام المؤمنین کی طرف بھیجا کتاب جولۃ التاریخیہ تألیف محمد السید وکیل ص ۴۸۳ قعقاع جب بصرہ پہنچے حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئے سلام کے بعد کہا ''**وما اقدمک ھٰذہ البلاء** '' کس چیز اور کس شخص نے اس سفر کی طرف رخ کرایا، حضرت عائشہ نے کہا لوگوں کے درمیان اصلاح کے لئے۔ قعقاع نے کہا ٹھیک ہے طلحہ وزبیر کو بلائیں تا کہ ہم ان دونوں کی بات سنیں۔ طلحہ وزبیر سے قعقاع نے کہا ام المومنین نے کہا ہے ہم اصلاح بین الناس کے لئے آئے ہیں آپ دونوں کی بات بھی وہی بات ہے یا دوسری رائے رکھتے ہیں۔ کہا وہی ہے جو ام المؤمنین نے کہا ہے۔ کہا اصلاح کیسے ہوگی آپ بتائیں ہم وہی کریں گے۔ انھوں نے کہا ہمیں قاتلین عثمان چاہئیں، قاتلین عثمان کو ویسے چھوڑنا ایسے ہے جیسے قرآن کو چھوڑنا اوران سے انتقام لینا قرآن کا احیاء ہے۔

قعقاع نے کہا کیا عثمان ابن عفان کو اہل بصرہ نے قتل کیا تھا آپ نے ایک کم چھ سو کو قتل کیا اب اس غصے میں چھ ہزار جمع ہوئے ہیں۔اس پر ام المؤمنین نے قعقاع سے کہا تم کیا کہتے ہو تو کہا ہم صلح چاہتے ہیں۔انھوں نے کہا اچھی بات ہے اگر علی راضی ہیں تو ہم بھی تیار ہیں۔قعقاع کی سفارت کامیاب ہوئی جو غیر متوقع تھی ان کی لیاقت ثابت ہوئی اور سب خوش و راضی ہوئے۔قعقاع واپس علی ابن ابوطالب کے پاس آئے اور انہیں خبر دی،علی ابن ابوطالب اور اطراف علی ابن ابوطالب جو خاص تھے خوش ہوئے کہا الحمد للہ خون بچ گیا اور زخم مل گئے۔لیکن قتل عثمان ابن عفان میں متہم جو لشکر علی ابن ابوطالب میں تھے گویا ان کے سر پر موت کا پرندہ بیٹھ گیا،ان کے حواس شل ہوئے،سر نیچے ہوگئے اور کہنے لگے اب ہمارا کیا ہوگا۔جولۃ التاریخ ص ۴۸۶ میں آیا ہے عدی بن حاتم،سالم بن ثعلبہ قیسی،شریح بن اوفاء،مالک اشتر اور عبداللہ سباء،خالد بن ملجم،بعض مصریین سب پریشان ہوگئے کیا کریں گے؟ فیصلہ ہمارے خلاف ہوگا تو بعض نے کہا علی ابن ابوطالب کو بھی عثمان ابن عفان کے پاس پہنچا دیتے ہیں تو ابن سباء نے کہا یہ رائے صحیح نہیں عبداللہ نے کہا بصرہ پہنچنے سے پہلے ہی ہم جنگ چھیڑیں گے تاکہ صلح کی نوبت ہی نہ آئے،تو معلوم ہوا قاتلین عثمان ابن عفان اپنی جگہ بٹے ہوئے تھے،ایک گروہ ام المؤمنین کے لشکر میں ہے کہ جنگ کو چھیڑنے میں مصر ہے اور ایک گروہ علی کے لشکر میں ہے وہ بھی جنگ چھیڑنے پے مصر ہے جنگ نہ چاہنے والا کون ہے جنگ نہ چاہنے والے علی ہیں ام المؤمنین،طلحہ و زبیر بھی نہیں چاہتے تھے کیونکہ وہ صلح پے راضی ہوگئے تھے۔

کتاب ایّام العرب فی الاسلام ص ۳۵۰ جنگ جمل کا اختتام ہونے کے بعد علی ابن ابوطالب مقتولین جمل کے درمیان سے گزرتے ہوئے ام المؤمنین کے پاس گئے انہیں سلام کیا ان کے پاس بیٹھے اور حکم دیا ان کو مدینہ بھیجنے کا بہترین بندوبست کریں،جس دن آپ جانے والی تھیں علی دوبارہ آئے تو وداع ام المومنین کے لئے کچھ دیر علی ان کے ساتھ چلے اس دوران ام المومنین عائشہ نے کہا" **انه واللهِ ماكان بيني و بين على فى القديم الّا مايكون بين المرئة و احمائها انّه عندى من لا خيار**"۔تو علی نے فرمایا"**انها صدقَت واللهِ و برّ تْ ! ما كان بيني وبينها الّا ذالک ، وانّها لزوجة نبيّكم** ﷺ **فى الدنيا والآخره**"۔کتاب علی ابن ابی طالب تألیف محمد رضا رشید ص ۹۵،۹۶ پر لکھتے ہیں معروف خاندان کی ۴۰ خواتین اہل بصرہ کے ساتھ حضرت عائشہ کو مدینہ کی طرف روانہ کیا،حضرت عائشہ کو ۱۲ ہزار درہم دیئے،عبداللہ بن جعفر نے اس پر اور اضافہ کیا۔جس دن نکلنے والی تھیں علی خود آئے اور ام المومنین عائشہ کے سامنے کھڑے ہوئے تو ام المومنین نے کہا ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کی ملامت نہ کرے،ہم دونوں کے

درمیان جو کچھ ہوا وہ ایسا ہی ہے جو عورت اور شوہر کے رشتہ داروں کے درمیان ہوتا ہے علی ابن ابوطالب نے اس کی تصدیق کی حضرت عائشہ نے علی ابن ابوطالب سے اپنے بھانجے عبداللہ زبیر کے لئے معافی طلب کی تو حضرت نے اسے قبول کیا، امام حسن اور امام حسین نے مروان کے لئے معافی طلب کی تو اسے معاف کیا، ولید بن عقبہ، عثمان کی اولاد اور دیگر بنی امیہ، اور ام المومنین عائشہ کے تمام طرفداروں کو معافی دی ۔ پہلی رجب ۳۶ھ کو حضرت عائشہ بصرہ سے نکلیں علی خود کچھ میل تک ان کے ساتھ چلے اپنی اولادوں سے کہا ایک دن تک ان کے ساتھ چلیں، اس وقت حضرت عائشہ کی عمر ۴۵ سال کی تھی حضرت عائشہ نے کہا ''**لیتنی مت یوم الجمل** '' جب بھی عائشہ یوم جمل کا ذکر کرتیں تو اتنا روتی تھیں کہ مقنعہ تر ہو جاتا تھا۔ بصرہ میں دس ہزار مسلمان جنگ میں قتل ہوئے ''**ثم صلیٰ علی القتلیٰ وامر بدفنهم جميعا** '' ۔ کتاب علی ابن ابی طالب تألیف محمد رضا رشید ص ۹۴ علی ابن ابوطالب نے بصرہ وکوفہ والوں سے تعلق رکھنے والے مقتولین پر نماز پڑھی کٹے ہوئے سروں اور پیروں کو ایک قبر میں جمع کیا۔

زبیر کو لشکر علی نے قتل نہیں کیا، طلحہ بن عبیداللہ کو بھی لشکر علی نے قتل نہیں کیا، یہاں قتل ہونے والے حالت بغاوت میں قتل ہوئے، یہاں سے بچنے والوں نے دوبارہ ایک اور جنگ میں بصورت روپوش علی کے خلاف دوبارہ بغاوت کی۔ اسباب فتنہ جمل قتل عثمان ابن عفان تھے خود قتل عثمان ابن عفان کے اسباب کیا اور کون تھے؟ کیا عمر بن خطاب تھے کہ انہوں نے ان کا نام شوریٰ میں رکھا؟

جنگ جمل کے اسباب وعوامل اور عناصر واحکام، حقائق شناسی کے آپریشن تھیٹر پر رکھنے کی ضرورت ہے۔ کفر وتکفیر کا اجتہاد سے فیصلہ سنانا قرآن کی سورہ حجرات کی آیت ۱۳ سے متصادم ہے، یہاں اس جنگ کی آگ کو روشن کرنے والے کون ہیں؟ ان کے اہداف ومقاصد کیا تھے؟ اسے واضح ہونا ضروری ہے۔ یہاں اسباب وعوامل کو قصاص عثمان ابن عفان نہیں گردانا جا سکتا ہے کیونکہ یہ حضرات مطالبۂ قصاص کرنے کی قانونی حیثیت نہیں رکھتے، یہ ذوات پیچھے سے چلانے والی ڈوری سے چل رہی تھیں، جنگ جمل کا سبب قتل عثمان ابن عفان ہے، عثمان کو کس نے اور کیوں قتل کیا؟ قاتلین سے قصاص لینے کا حق دو ہی کو حاصل ہے ایک وارث حقیقی کو حاصل ہے اور دوسرا حکومت وقت کو حاصل ہے۔ حکومت وقت سے یہ حق بزور طاقت وقدرت چھین کے اپنے ہاتھ میں لینا برے عزائم کا حامل ہے۔ جمل میں مطالبہ خون عثمان ابن عفان لے کر آنے والے وارثین نہیں تھے، بلکہ خود قاتلین عثمان ابن عفان میں سے تھے۔ یہ لوگ مصر، کوفہ اور بصرہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اسباب قتل عثمان ابن عفان میں یہ بھی دیکھیں کہ قاتلین عثمان کہاں سے آئے تھے؟ کوفہ، وبصرہ سے

آئے تھے کوفہ وبصرہ کے منافقین طلحہ وزبیر کو اکسا کے لائے تھے۔

جمل وصفین ونہروان تاریخ اسلام کے بڑے شعلہ ور فتنے تھے۔اس کا ذکر کرنے سے گریز کرنا ہے تو عاشورا بھی اور بعثت پیغمبرؐ کو بھی یاد نہ کریں صرف یوم خواتین، ویلنٹائن ڈے، شکاگو ڈے، پتنگ ڈے منائیں۔اگر یہ حادثات مصادفات تھے تو دنیا میں رونما ہونے والے دیگر قتل وکشتار کو کیوں تصادفات میں شامل نہیں کرتے اگر یہ واقعات اسباب ووجوہات کی بنا پر نہیں تھے اور کسی کے لئے کوئی اثرات نہیں چھوڑے تھے،تو یہ سنی شیعہ نفرت وکدورت داحس وغبراء کسی گھوڑے یا مرغ کے مقابلہ وشکست کا نام ہے۔ اگر یہ ہم سے مربوط تھے ہماری تاریخ تھی،تاریخ چاہے اچھی ہو یا بری ہزیمت والی ہو،عاشورہ ہو یا قتل عمر بن خطاب ہو یا قتل عثمان ابن عفان ہو یا قتل علی ابن ابوطالب ہو،مسلسل تین نورعین مسلمین کو پے در پے مثل مگس قتل کیا گیا اور پہلے دو کا سراغ نہ ملا۔اگر تاریخ سے اسباق لینے ہیں تو سچ بولنا ہوگا۔افغانستان اور عراق ویمن میں مسلمانوں کو اسباق سکھا رہے ہیں،دنیا میں عداوت وبغضاء میں ضرب المثل یہود ومسیح آپس میں شیر وشکر ہو کر مسلمانوں کے خلاف متحد ہو کر بنوقریظہ و بنونضیر کی یاد دلا رہے ہیں لیکن شیعہ وسنی مسلمانوں کو بچانے کی بجائے دنیائے مسیح کی پشت کے پیچھے ہیں۔غرض قتل خلیفہ مسلمین فتنہ تھا لیکن اس فتنہ کے عامل کون تھے اسی طرح چوتھے خلیفہ کو کس نے قتل کیا کیوں قتل کیا؟ جواب دیتے ہیں خوارج تھے۔خوارج کون تھے لشکر علی سے ٹوٹنے والے تھے جو بظاہر اپنی بات بغیر کسی منطق ودلیل بلکہ ضد منطق و دلیل ٹھونس رہے تھے۔علی ابن ابوطالب کس کے خلاف لڑ رہے تھے علی ابن ابوطالب قاتلین عثمان ابن عفان کا مطالبہ کرنے والے معاویہ ابن ابوسفیان کے خلاف لڑ رہے تھے،عثمان کو کس نے قتل کیا اور عثمان مخالفین عثمان ابن عفان سے کیوں ناراض تھے ان کے اسباب ووجوہات آپ کو بتانے چاہیئیں ان کو مخفی رکھنا خیانت ہوگی۔تنہا یہ چند افراد کی بات نہیں عثمان ابن عفان کو ان چند ٹولوں نے قتل نہیں کیا بلکہ مدینہ میں موجود اصحاب وتابعین اس قتل میں برابر کے شریک تھے۔تاریخ خلفاء وراشدون فجار میں آیا ہے اطراف واکناف عالم اسلامی میں منتشر مہاجرین وانصار واتباع کو خطوط وپیغام کس نے دیا آئیں جہاد یہاں ہے کس کس نے کہا اس فتنہ میں خاموش رہیں،فتنے سے بچ کے رہیں،وہ سب اس فتنہ میں شریک ہیں۔کس کس نے فتنہ خلیفہ مسلمین میں خاموش رہنے کا کہا وہ سب اس جرم سے بری الذمہ نہیں ہوسکتے ہیں کیا خلیفہ ذباب مقتول ''**زباب و بعوضه**'' تھے جس کے انتقام کا ذکر ان کے حافظہ سے محو ہوگیا تھا۔اگر دشمن داخل خانہ ہو کر کسی کو ماردیں وہ بھی شرف وافتخار مسلمین کو ماریں تو کیا اس پر بات نہ ہو کہ یہ جرم کس کس کی آشیرباد اور خاموشی کا نتیجہ ہے،یہود وصلیب ومجوس

کو عمر بن خطاب پر زیادہ غصہ تھا، کیا ان کے قتل کے بعد ان کا نام لینا چھوڑ دیں اور یہ نہ بتائیں کہ اس قتل میں کون کون ملوث تھے۔

جمل میں ظاہری منظر میں زبیر بن عوام اور طلحہ بن عبید اللہ تھے ان دونوں میں آپس میں رسہ کشی تھی کہ آخر میں قیادت کس کو ملے گی۔ چنانچہ امامت نماز میں اختلاف ہوا تو ام المومنین عائشہ نے امامت عبداللہ بن زبیر کو دی سر دست عبوری طور پر قیادت عائشہ کرتی تھیں۔ عائشہ ام المومنین تھیں لہٰذا پورے لشکر کی توجہ ھودج ام المومنین پر تھی عائشہ ناموس تھیں وہ خود نہیں بلکہ کوئی طمّاع اقتدار، اقتدار کے لئے انہیں ساتھ لائے تھے لیکن ان دونوں کے پیچھے کون تھے؟ ان دونوں نے پہلے علی ابن ابوطالب کو قبول خلافت کیلئے آمادہ کیا پھر انہی دو نے بغاوت کی یعنی کسی نے ان سے بغاوت کرائی، اس کا مطلب جمل میں لجام قاتلین عثمان ابن عفان کے ہاتھوں میں تھی۔

ان دونوں کو عمر ابن خطاب نے مدینے سے باہر نکلنے سے روکا تھا، زبیر اور طلحہ عمر ابن خطاب کی طرف سے امیدوار ہوئے، خود کو لائق و قابل نہیں سمجھتے تھے لہٰذا زبیر نے اپنا حق علی ابن ابوطالب کو دیا طلحہ نے عبدالرحمٰن بن عوف کو دیا، اس کا مطلب دونوں خود کو اس منصب کے لئے سزاوار نہیں سمجھتے تھے لیکن منافقین کوفہ و بصرہ اور اسلام کے خلاف سازشی تمہید اور مقدمات کی تیاری کر رہے تھے۔ عثمان ابن عفان نے ان کو مدینہ سے باہر جانے کی اجازت دی۔ وہاں ان دونوں کو سابقین اسلام و ہجرت کہہ کر طمع و لالچ اقتدار دی جس طرح ہمارے ملک میں خوجے اور خواجگان شکم پرست و اقتدار پرست علماء اور سیاست مداروں کی خدمت کرتے ہیں انہیں اٹھاتے ہیں۔ قتل عثمان ابن عفان کے بعد یہ دونوں علی ابن ابوطالب سے مایوس ہوئے، بیعت علی ابن ابوطالب کے بعد انہیں محسوس ہوا کہ ان سے انہیں امتیازات نہیں ملیں گے، اب وہ خلیفۂ مسلمین کی بیعت کے بعد خلیفۂ مسلمین کے خلاف کیسے بغاوت کریں خود کو اہل نہیں سمجھتے تھے۔ زبیر کے بیٹے عبداللہ کو اٹھایا جو ایک قسم کے غرور و تکبّر نژادی میں محو تھا کہ آپ اس منصب کے لئے آمادہ ہو جائیں۔ باپ کے ہوتے ہوئے انھوں نے اقتدار کے لئے وسیلے کے طور پر ام المؤمنین عائشہ کو اٹھایا تا کہ کامیابی کے بعد خود امیر المؤمنین بنے لیکن عائشہ ام المؤمنین کو یہ بات اس وقت سمجھ میں نہیں آئی۔

معاویہ ابن ابوسفیان دور سے نظارہ کر رہے تھے سابقین اسلام و سابقین ہجرت کے ہوتے ہوئے علی ابن ابوطالب سے خلافت نہیں لے سکتے تھے لہٰذا انھوں نے سر دست زبیر اور طلحہ میں سے ایک پر قناعت کرنے کا فیصلہ کیا، ورنہ وہ بصرہ کو شام والوں سے بھر سکتے تھے چنانچہ معاویہ ابن ابوسفیان نے ان کو پیغام بھیجا

آپ دونوں میں سے جو بھی بنے ہم آپ کے حامی ہیں۔عبداللہ زبیر خلافت کے مسئلے میں بطور مستقیم خود کو پیش کرنے کی ہمت نہ ہونے کی وجہ سے زبیر کو بار بار طعن وطنز دیتے تھے آپ بوڑھے ہوگئے ہیں مرنے سے ڈرتے ہیں کیا فرار ہونے سے شرماتے نہیں۔اس طرح سے انھوں نے باپ کو حالت مجبوری میں میدان جنگ میں کھڑا رکھا جس طرح اپنی خالہ کو قاضیٔ اختلاف بنانے کے لئے لائے تھے جمل میں بنیادی قیادت طلحہ اور زبیر کو حاصل تھی طلحہ وزبیر کس منہ سے علی ابن ابوطالب سے قاتلین عثمان ابن عفان کو حوالہ کرنے کا مطالبہ کر سکتے ہیں،عثمان ابن عفان کے خلاف اکسانے والے یہی دو تھے پھر یہ علی کی بیعت کرنے والے ہیں۔زبیر کے بارے میں علی ابن ابوطالب کے خطبات ۸ص ۵۰،خطبہ ۳۱ص ۸۴ خطبہ ۱۳۵ص ۲۴۸ خطبہ ۱۳۵ص ۲۴۹ خطبہ ۱۴۶ص ۲۶۰ خطبہ ۲۰۲ص ۳۹۷ ،۲۰۳ (۶۰۳) حکم ۴۵۳ص ۶۵۷ مروان خطبہ ۱۶۲ ص ۲۹۲ قتل عثمان ابن عفان کے بارے میں ایک فریق علی ابن ابوطالب ہیں علی ابن ابوطالب پر مخالف عثمان ابن عفان،قتل عثمان ابن عفان میں شریک یا عثمان ابن عفان کی حمایت کا الزام لگایا گیا ہے،اہل عراق وبصرہ وکوفہ ومصر پر حامیان علی ہونے کے الزام ہیں اس کا بھی تجزیہ ہونا چاہئے

قہرمانان جمل:۔

جمل کے قہرمانان میں سرفہرست علی ابن ابی طالب ہیں،جنہوں نے ۳۰ سال پیغمبرؐ کے سائے میں پرورش پائی گھر اور باہر پیغمبرؐ کیساتھ رہے۔امت کا اتفاق ہے کہ علی پیغمبرؐ کے بعد ''اعلم الناس'' ہیں۔

زبیر بن عوام:۔

زبیر بن عوام کا سلسلۂ نسب قصیٰ بن کلاب کو ملتا ہے ان کی ماں صفیہ بنت عبدالمطلب ہیں،۱۶ سال کی عمر میں ابوبکر ابن ابی قحافہ کے توسط سے ایمان لائے،ان کے چچا نے ایمان لانے سے روکنے کے لئے کمرے میں آگ لگا کر ان کو دھوئیں میں رکھا۔زبیر نے دو دفعہ ہجرت کی کسی بھی جنگ میں غائب نہیں رہے،سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تلوار نکالی،احد میں پیغمبرؐ کے ساتھ رہے،بیعت تحت الشجرۃ میں حتیٰ الموت پیغمبرؐ کے ساتھ رہنے کی بیعت کی۔زبیر کو مکے میں کسی نے خبر دی کہ رسولؐ اللہ کو قتل کر دیا گیا ہے تو وہ ہاتھ میں تلوار لے کے نکلے تو پیغمبرؐ کو سامنے پایا،آپؐ نے فرمایا زبیر کیا کرتے ہو زبیر نے کہا میں نے سنا ہے آپؐ کو قتل کر دیا گیا ہے تو آپؐ نے فرمایا تو تم کیا کرنے نکلے ہو تو کہا مکہ والوں کو مارنا تھا۔اپنے گھر کو خطیر رقم میں فروخت کر کے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا،زبیر کو حواریٔ رسولؐ اللہ کہتے تھے،آپ چھ رکنی امیدواران خلافت

میں سے تھےلیکن علی کے حق میں دست بردار ہوگئے، نبی کریمؐ کے محبوب و پسندیدہ صحابی ہونے کی وجہ سے جب وہ عراق پہنچے تو لوگوں نے ان کے ہاتھ چومے، مستقبل قریب میں خلافت قبول کرنے کا مشورہ دیا، حب عزت وحب اقتدار کے بھی داعی بنے۔طلحہ و زبیرام المومنین عائشہ سے ملنے کے بعد شام جانا چاہتے تھے، سابق والیٔ بصرہ نے شام جانے سے روک کر بصرہ کی طرف جانے پر قانع کیا، یہ سوال اٹھتا ہے یہ دونوں کیوں شام جانا چاہتے تھے؟ جنگ جمل میں حضرت عائشہ کا ساتھ دینے کیلئے زبیر جب علی کے خلاف بصرہ پہنچے تو علی کے سمجھانے کے بعد میدان جنگ سے خارج ہوگئے، راستے میں ابن جرموس نامی شخص نے ان کو قتل کیا۔ان کا علی کے خلاف نکلنے کا جرم اور خلیفۂ منتخب مسلمین کے خلاف بلا جواز قیام دلیل مانگتا ہے لیکن سمجھانے کے بعد میدان چھوڑ نا توبہ میں آتا ہے۔

طلحہ بن عبیداللہ:۔

طلحہ بن عبیداللہ، کتاب صفوۃ الصفوہ تألیف ابی الفرج ابن جوزی متوفی ۵۱۷ھ جلد اص ۱۷۶، طلحہ بن عبیداللہ قریشی ہیں ان کا نسب کعب بن لوئی کو پہنچتا ہے۔طلحہ سابقین اسلام وسابقین ہجرت میں سے ہیں، نبی کریمؐ نے ان کو سعید بن زید کے ساتھ تجارتی قافلۂ مشرکین کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے بھیجا تھا، اس لئے بدر میں شریک نہیں ہو سکے لیکن نبی کریمؐ نے جنگ بدر کے غنائم میں ان کا حصہ رکھا۔ جنگ احد میں جہاں لوگ فرار ہوئے تھے طلحہ رسولؐ اللہ کے ساتھ رہے، آپؐ سے دفاع کرتے ہوئے ان کے ہاتھ شدید زخمی ہوئے حتیٰ ایک دو انگلیاں بھی کٹ گئیں، اس جنگ میں ان کے جسم پر چوبیس جگہوں پر زخم آئے، نبی کریمؐ نے احد کے دن آپ کو طلحہ خیر، طلحہ عشیہ، طلحہ فیاضی، طلحہ جود جیسے القاب سے پکارا۔طلحہ ابوبکر کی طرف سے عمر بن خطاب کی نامزدگی سے راضی نہیں تھے نیز خود عمر بن خطاب کی طرف سے تجویز کردہ چھ افراد کی شوریٰ میں امیدوار خلیفہ میں سے تھے، لیکن اپنا حق عبدالرحمٰن بن عوف کو دیا۔طلحہ بعد میں عثمان ابن عفان کے سخت مخالف ہوگئے۔عثمان ابن عفان کی طرف سے طلحہ و زبیر کو بیرون مدینہ دیگر امصار (شہروں) میں جانے کی اجازت ملی چنانچہ وہ کوفہ، مصر، یمن وغیرہ کی طرف گئے، وہاں صحابیٔ نبیؐ کی حیثیت سے انہیں لوگوں کی طرف سے بہت احترام اور پزیرائی ملی تحفہ تحائف ملے حتیٰ دونوں بعد میں صاحب مال و دولت بنے۔یمن، بصرہ اور کوفہ میں مقیم منافقین نے انہیں خلافت کی طمع ولالچ دکھائی جس کی بناء پر وہ عثمان ابن عفان کے مخالف بنے۔طلحہ جنگ جمل میں لشکر عائشہ کو شکست کا سامنا ہوتے دیکھ کر اسی لشکر کے ایک قائد مروان بن حکم کے تیر سے قتل ہوئے۔طلحہ کو مروان نے مارا، جس وقت وہ زمین پر پڑے ہوئے تھے ایک آدمی

پاس سے گزرا تو طلحہ نے کہا رک جاؤ پھر اس سے پوچھا تم کس گروہ سے تعلق رکھتے ہو تو کہا من اصحاب الامیر المؤمنین تو کہا اُقعد بیٹھ جاؤ ہاتھ دیا کہا تمھارے ہاتھ علی کی بیعت کرتا ہوں جبکہ امامیہ کہتے ہیں اصحاب جمل و صفین سب کافر ہیں۔ان کے مقابلے میں ایک جماعت کا کہنا ہے تمام عاملین ومشترکین ومقتولین جمل و صفین ونہروان مجتہدین صاحب فتاویٰ ہیں ان کے کہنے پر ان کی سرپرستی میں قاتلین ومقتولین یا تو مصیبت ہے یا مخطی ہے مستحق اجر وثواب ہیں، جب جمل کے بارے میں علی سے پوچھا تو فرمایا ''**ھم اخواننا بغوا علینا فقاتلونا وقاتلناھم**''۔کتاب ایّام العرب میں آیا ہے طلحہ نے زخمی ہوکر گرنے کے بعد کسی گزرنے والے کو بلایا اور اس کے ہاتھ پر امیر المؤمنین علی کی بیعت کی،جس پر امیر المومنین نے ان کے جسد خونین کو دیکھا تو فرمایا ''**یعزعلی یا ابا محمد ان اراک فی ھذاالمیدان تحت النجوم سماء ملطخایدیک**'' اور وہ بصرے میں ہی دفن ہوئے۔

ام المومنین عائشہ:۔

ام المومنین عائشہ دختر ابوبکر ابن ابی قحافہ صدیق بعثت نبوی کے پانچویں یا چھٹے سال کو مکہ میں پیدا ہوئیں،چھوٹی عمر میں مکہ کے ایک بڑے خاندان مطعم بن عدی کی زوجہ نے اپنے بیٹے جبیر کے لئے خواستگاری کی تھی جب ابوبکر ابن ابی قحافہ نبی کریمؐ پر ایمان لائے تو محبت اور دفاع خالصانہ کو دیکھنے کے بعد زوجہ مطعم نے منگنی توڑ دی۔خدیجۃ الکبریٰ کی وفات کے بعد خولہ بنت حکیم خدیجہ کی سہیلی نے نبی کریمؐ کو پریشان وافسردہ اور غمزدہ حالت سے نکالنے کیلئے آپ کو نئی خانوادگی کی تشکیل کے لئے سوچنے کی دعوت دی۔اس سلسلہ میں بروقت مشکلات پر قابو پانے کیلئے زمعہ بنت سودہ اور ان کے بعد عائشہ کی تجویز دی بعد میں نبیؐ سے اجازت لیکر خود ابوبکر ابن ابی قحافہ کے گھر گئیں،ام رومان سے کہا آپ کیلئے دنیا وآخرت کی سعادت لے کر آئی ہوں نبی کریمؐ حضرت محمدؐ نے مجھے عائشہ کے لئے بھیجا ہے۔حضرت عائشہ خاندان بنی تمیم کی محترمہ وموقرہ عورت ہونے کے حوالے سے بنی تمیم کی ناموس تھیں جب آپ خاندان بنی تمیم سے رخصت ہوکر نبی کریم حضرت محمدؐ کے عقد میں آئیں تو آپ بیک وقت دو خاندان بنی تمیم اور خاندان نبوت کی ناموس بنی تھیں۔

ابابکر وام رومّان کا عائشہ کو نبی کریمؐ کا انتخاب کرنا ان کے گھرانے اور عائشہ کے ایمانی درجے کا امتحان تھا کیونکہ اس وقت جناب عائشہ کی عمر ۹ سال تھی پیغمبرؐ کی عمر اکیاون باون سال تھی۔اگر پیغمبرؐ اس وقت پاکستان میں ہوتے تو پاکستان کی اسمبلی فوراً آپ اور ابوبکر ابن ابی قحافہ کے خلاف بل پاس کرتی۔غرض عائشہ دختر ابوبکر صدیق زوجہ رسول اللہ نص قرآن سے تمام مسلمانوں کی ماں بن گئیں۔﴿وَ أَزْوَاجُـــــــهُ

أُمَّهاتُهُمْ ﴾(احزاب۔۶)﴿ وَ لا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْواجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَداً إِنَّ ذلِكُمْ كانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظيماً ﴾(احزاب۔۵۳)

حضرت عائشہ پیغمبرؐ کے نزدیک دوسری ۹ یا گیارہ زوجات میں ایک امتیاز خاص ودقیق رکھتی ہیں دیگر زوجات اسلام ومسلمین کے اجتماعی مفادات ومصالح کے تحت تھیں جبکہ عائشہ خالص زوجیت کی حیثیت سے خدیجۃ الکبریٰ کے بدیلہ پسندیدہ زوجات میں سے تھیں، اس لئے دیگر زوجات عائشہ کا احترام کرتی تھیں انہیں برتری دیتی تھیں لیکن نبی کریمؐ کے غیاب سے کچھ عرصہ گزرنے کے بعد مفاد پرستان کے جال صیادی میں گرگئیں، یہ سقوط اتنا دردناک اورزخم خوردہ تھا کہ آپ تادم حیات یہ کہتی گزرگئیں ''**یـلیـتـنـی مـت قبل ذلک الیـوم** '' یہ دنیا بھر کے اہل دین ودیانت شریعت والوں کیلئے لمحہ فکر یہ ہے کہ نبی کریمؐ کی زوجہ عفیفہ، پاک دامن مصدقہ من السماء فتنہ سازوں وبازوں کے جال میں کیسے پھنس گئی تھیں؟ لیکن عقل فعال وشریعت اس کی تحلیل کرتے ہوئے کہتی ہے، یہی وہ گروہ ثلاثیہ کا تسلسل ہے جنہوں نے خلیفہ دوم مسلمین کو امت مسلمہ سے چھینا ہے ان کا سلسلہ مجوسیت سے ملتا ہے، مجوسیت کے دیگر عقائد فاسدہ کے علاوہ ایک شقیانہ، قسیانہ بہیمانہ صفت نکاح امہات وبنات اورخواتین کو مجامع عمومی میں کھینچنا رہا ہے۔قرآن میں مسلم خواتین کا مقام خاص کرناموس نبوت ورسالت کا جو مقام آیات احزاب میں آیا ہے یہ دیکھ کر دشمنان اسلام حضرت محمدؐ اوران کے یاران صف اوّل کے مردان سے انتقام لینے کیلئے فاطمہ دختر نبی کریمؐ اور زوجہ نبی کریمؐ عائشہ ام المومنین کو انتخاب کیا دونوں کو مختلف انداز میں اٹھایا۔فاطمۃ الزہراء کو اس طرح سے اٹھایا جس طرح ایک عرب بدوشوہر مردہ صاحبہ، ایتام کثیر جیسی عورت کے طور پر تعارف کرایا ہے، نیز ایک خاتون مافوق تصور عقائی جس کا کوئی تصور نہیں بن سکتا ہو پیش کیا، عائشہ کو انتقام از نبیؐ کے علاوہ ابوبکر ابن ابی قحافہ کو بھی نظر میں رکھا ہے ورنہ زوجات نبیؐ اور بھی تھیں ان کو نہیں اٹھایا۔اس کے اسباب ووجوہات ہیں، تاریخ عرب میں جن کے نزدیک غیرت وناموس فوق العادہ رہا اس پر قرآن نے مزید چادر عفت وطہارت چڑھائی خاص کر عائشہ صاحبہ مصدقہ عفت آسمانی کو مجامع مردان میں کھینچنا سادہ نہیں عزائم ونوایا خبیثہ کا حامل ہے، مجوسی انہیں مکہ سے بصرہ کس انداز میں لائے۔بصرہ کے میدان جنگ میں کس طرح رکھا شاید تاریخ جنگ عرب واسلام میں اس کا نمونہ نہیں ملتا سوائے مجوسیوں کی روایات کے، مردان اسلام خاص کر امیر المومنین کے نزدیک ناموس کیا مقام رکھتی ہے اس کا نظارہ بصرہ سے واپسی پر مدینہ کی طرف بازگشت میں دیکھ سکتے ہیں۔بصرہ سے مدینہ کس شان وشوکت سے واپس کیا فرق واضح ہے حافظان ناموس رسالت کی نظروں میں ناموس نبی کا کیا مقام ہے اور

منافقین کی نظر میں کیا مقام ہے نیز ایام عزا میں دختر امیر المومنین کو کس انداز میں پیش کرتے ہیں؟

امہات مومنین کو اللہ سبحانہ نے کس نوع کی ہدایات دی ہیں ﴿یا نِساءَ النَّبِيِّ مَنْ يَأْتِ مِنكُنَّ بِفاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ يُضاعَفْ لَهَا الْعَذابُ ﴾ (احزاب۔۳۰) امہات پر قرآن اور سیرت عملی محمدؐ حاکم ہیں امہات کی شریعت سے مخالفت کا فیصلہ امت نہیں کر سکتی۔ان کی شان میں غلاظت گوئی انتہائی گری ہوئی جسارت واہانت آمیز کلمات کا استعمال نیز حد سے زیادہ بے ہودہ و نا زیبا احادیث خود ساختہ دونوں کا منبع و مصدر ایک ہی ہے دو نہیں ہیں۔ان سے غیر مربوط علوم نسبت دینا بھی جسارت میں آتا ہے انہوں نے عائشہ کو علم فقہ کی عالمہ کہا جبکہ حضرت عائشہ کے دور میں علم فقہ رائج ہی نہیں تھا یہ اصطلاح تو دوسری صدی کے بعد شروع ہوئی۔کہتے ہیں حضرت عائشہ علم طب میں ماہر تھیں،کسی بھی علم کو انسان یا کسی کا شاگرد بن کر سیکھتا ہے یا از خود کتابیں پڑھ کر حاصل کرتا ہے،عائشہ نو عمری میں نبی کریمؐ کی زوجیت میں آئیں،کسی کی شاگردی نہیں کی نہ اس وقت کوئی کتب تھی نہ آپ پر وحی ہوتی تھی نیز اللہ نے علم شریعت کے علاوہ دیگر علوم نبیؐ کو نہیں دیئے لیکن حضرت عائشہ سے طب کی باتیں منسوب کی گئیں یہ علم انہوں نے کہاں سے حاصل کیا۔اسی طرح شعر کے حوالے سے حضرت عائشہ کے شوہر کو اللہ نے شعر گوئی سے منع کیا ہے شعر جب نبی کیلئے نا زیبا ہے تو ناموس نبی کے لئے کہاں زیبا ہوں گے اللہ نے فرمایا ہمارے پیغمبرؐ کو شعر آتے ہی نہیں اور نبوت سے پہلے بھی نہیں جانتے تھے اور شعر و شاعری کو مزموم قرار دیا ہے۔لہٰذا معلوم ہوتا ہے جیسے قصہ فدک میں زہراء کو عالمہ غیوب دکھایا ہے اسی طرح یہاں عائشہ کو بھی ایسا دکھایا ہے یہ وہی جماعت ہے جن کی تمام کوشش یہ رہی ہے کہ اسلام کو افسانہ پیش کریں،ام المومنین عائشہ سے منسوب مافوق دیگراں احادیث کا انتساب بھی انہی عزائم کا سلسلہ ہے عائشہ نبی کریمؐ کیساتھ رہیں جبکہ نبیؐ جنگوں میں بھی مصروف رہے،۲۳ سال نبی کریمؐ کے گھر میں رہنے والی فاطمہ،نبیؐ کے پروردہ علی اور نبیؐ کے دوست ۳۵ سال ابوبکر ابن ابی قحافہ سے اتنی احادیث نقل نہیں ہوئی ہیں،سنی لوگوں کو وہم میں ڈالا ہے کہ عائشہ ام المومنین دیگر زوجات اور آپ کی دختر عزیزہ فاطمہ زہراء سے زیادہ احادیث کہاں سے حفظ کیں ہیں،علم رجال لکھنے والوں نے مندرجہ بالا سوال کا جواب دیا ہے عائشہ کی مرویات نبیؐ سے نہیں بلکہ بعض اصحاب سے انتساب ہیں خود ان کے پاس محدود چند احادیث سے زیادہ نہیں تھیں بعض شخصیات تو مطعون تھیں۔

مطالبہ قصاص عثمان ابن عفان میں حضرت عائشہ کے ساتھ اس مسئلے میں دیگر امہات المؤمنین بھی ساتھ تھیں انہوں نے وعدہ دیا تھا کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں ان کی ہم خیال تھیں،حضرت عائشہ کی سرکردگی میں

جب زوجات نبی یعنی مؤمنین کی مائیں مدینے میں آئیں گی تو ظاہر ہے کہ کوئی جنگ کی جرأت نہیں کرے گا لیکن منصوبہ بندی والوں کا فیصلہ بصرہ ہی تھا انھوں نے انھیں قانع کیا بصرہ ہی چلیں تو دیگر امہات المؤمنین نے انکار کیا کہ ہم بصرہ نہیں جائیں گی، حفصہ ساتھ جانے کے لئے تیار تھیں لیکن عبداللہ ابن عمر نے روکا۔ زبیر بھی میدان جنگ چھوڑ کے گئے طلحہ تنہا خود میدان میں رہے انہیں مروان نے مارا، عبدالملک بن مروان نے اپنے دور میں کہا اگر میرے باپ نے نہیں کہا ہوتا کہ میں نے طلحہ کو مارا ہے تو میں طلحہ کی تمام اولاد کو مارتا تو معلوم ہوا جنگ میں اپنے فریق کو مارنے والا ہی اس جنگ کی آگ بھڑکانے والا ہے اور وہ بنی امیہ ہے، ان کے خاندان کے کاسہ لیس اور ریزہ خوار ہی پس پشت تھے لیکن صف مقدم میں بصرہ ومصر کے منافقین تھے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ حمران غافقی جو محاصرین کا امام تھا عثمان ابن عفان کو نماز سے روکنے کے دوران میں نماز کی امامت کرتا تھا، اس نے عثمان ابن عفان کو قتل کیا تھا لیکن اس کا نام نہیں لیتے ہیں یہاں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان کے لیے قتل عثمان ابن عفان مقصود ومطلوب نہیں تھا بلکہ خلافت کو امت سے نکال کر بیت اموی میں حصر کرنے کی خاطر تھا۔

نبی کریمؐ کے فرمان کے بعد امتیاز اشرافیہ وافلاطونی و یونانی اور عربی کو آپؐ کی طرف سے میدان عرفہ میں دفن کیا گیا اس کو دوبارہ زندہ کرنے سے منع کیا گیا اس کے باوجود باطنیہ نے کبھی آیت قرآن کے خلاف سادات کے نام سے، کبھی عترت کے نام سے کبھی اصحاب کے نام سے اور کبھی زوجات کے نام سے دین اسلام میں استثنات کی بھرمار کی ہے تاکہ شریعت اسلام کا توازن ختم ہو جائے۔ اللہ سبحانہ نے اس انسان کے دہن میں ایک چشمہ خشک ناپذیر جاری رکھا جو دہن انسان کو نجاست سے پاک کرتا ہے دہن سے نکلنے والے خون کو پاک کرتا ہے لیکن اس کے باوجود کہتے ہیں مسواک کریں بدبو آتی ہے، صاف پانی سے دھونے کے باوجود منہ سے بدبو آتی ہے کیا کفر وشرک، عصیان ونافرمانی وجھوٹ اور قرآن کو پس پشت ڈالنے سے بدبو نہیں آتی؟ ﴿ان هذا العجب العجائب﴾ ﴿ان هذا قسمة ضيزىٰ﴾ ﴿انها من دسيسة الارباب﴾ احزاب، تحریم، طلاق میں زوجات نبی پر نقد الٰہی کے تیر باراں ہوئے ہیں ان کی تقصیرات، کوتاہیوں اور غلطیوں کے بیان کرنے سے منع کا حکم کہاں سے آیا ہے؟ ہم ان کی اہانت وجسارت اور ہتک کے حق میں نہیں کیونکہ عائشہ ام المومنین ہیں۔ حضرت عائشہ اور ان کے باپ پر لعن اہل البیت سے دوستی میں نہیں، علی سے دوستی میں نہیں کیونکہ علی نے ان پر لعن نہیں کی، حسنین نے ان پر لعنت نہیں کی، امام جعفر صادق نے ان سے نسبت کی وجہ سے اپنی بیٹی کا نام عائشہ رکھا یہ لعنت ابوبکر ابن ابی قحافہ سے دشمنی میں بھی نہیں کیونکہ

شخصیت ابوبکر ابن ابی قحافہ اپنی پوری تاریخ جاہلیت اور اسلام دونوں میں بے داغ تھی بلکہ صفحات ابوبکر درخشاں ہیں۔علی ابن ابوطالب کے علاوہ کوئی صحابی ان کے برابر میں نہیں۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ عائشہ کا منتخب مسلمین امیر المومنین کے خلاف قیام بلاسوال چھوڑیں چونکہ ام المومنین ہیں جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورہ تحریم میں ان کو انتہائی تند وتیز لہجے میں دھمکی دی ہے۔

کیا یہ زوجات نبی کریمؐ سے راضی تھیں، آپ رسولؐ اللہ کو اذیت وآزار نہیں پہنچاتی تھیں یا رسولؐ اللہ آپکی حرکات وتصرفات کے سلوک سے خوش تھے۔اس سوال کا جواب سورہ مبارکہ احزاب کی آیت ۲۸ اور سورہ تحریم کی ابتدائی آیات میں آیا ہے،سورہ احزاب کی آیت کے شان نزول میں تفسیر شعراوی ص ۱۲۰۰۳ پر آیا ہے جنگ خیبر کے مال غنیمت میں فراوانی کی خبر سن کر زوجات رسولؐ کا لعاب دہن پر آیا تو انہوں نے متفقہ طور پر رسولؐ اللہ سے مطالبہ کیا،اب تو آپ کے پاس مال ودولت آیا ہے ہمیں بھی عیش نوش کی اجازت دیں۔

خدیجہ صاحبہ مال و دولت تھیں لیکن انہوں نے صعوبت،مقاطعہ اور محاصرہ شعب ابی طالب برداشت کیا،اپنے مال ودولت کو ایک مال حقیر وناچیز کی مانند بذل کیا،رسولؐ اللہ پر احسان نہیں جتایا۔آپ کی وفات رسول اللہؐ پر گراں گزری کمر خمیدہ مانند ہوگئی،خود کو تنہا محسوس کیا،ان کے مقابل میں عائشہ بدیلہ خدیجہ تھیں جو اپنے رواتب بڑھانے کیلئے مطالبات لیکر آئیں،جن کا کہنا تھا مشقت والی زندگی ہمیں برداشت نہیں،خاص کر حفصہ ام المومنین جو اس مطالبہ اور افشاء راز میں ام المومنین عائشہ کے ساتھ تھیں یہ بات بھول گئی تھی وہ بیوہ تھیں انہیں عقد میں نہیں لیا جارہا تھا،رسولؐ اللہ نے ان کی تسلی تشفی دکھ کو کم کرنے کیلئے زوجیت میں لیا،آپ نے جاسوس جیسی رسولؐ اللہ کی حرکات وسکنات کی نگرانی کرنی شروع کی،دنیا کا کوئی غیرت مند انسان بھی عورتوں کی ناز پروری وعیاشی برداشت نہیں کرتا،عمر بن خطاب نے نبی کریمؐ کو مشورہ دیا ان سب کو فارغ کریں۔نمی دانم نبی پاکؐ پر یہ سوال کتنا گراں گزرا ہوگا محسوس ہوتا ہے پریشان ہوگئے کیا جواب دیں کیونکہ ان کے پاس اپنا تو کچھ بھی نہیں تھا جو کچھ تھا اللہ کی امانت تھا جس سے اسلام ومسلمین کی احتیاجات کو پورا کرتے تھے۔انہوں نے یہ نہیں کہا ہماری زوجات آل اکابرہ نہیں جو چمک دمک والے لباس پہنیں، سروگردن کو سجانے والے سونے چاندی کے زیورات باندھیں،رسول اللہ نے ایسا جواب نہیں دیا کہ مہاجرین وانصار کی زوجات کی طرح میری زوجات کو بھی برابری کی سہولیات ملنی چاہئیں بلکہ اللہ سبحانہ نے آئندہ آنے والی خواتین کو سیدھا کرنے کا ایک نسخہ دیا ہے اگر ہماری قناعت و کفالت والی زندگی برداشت نہیں کر

سکتیں عیش والی زندگی چاہتی ہیں تو آ جاؤ اپنی طلاقیں لے کے اپنے گھروں کو جاؤ۔ اگر تمھارے دل میں ہماری زوجیت میں رہ کر اللہ کی خوشنودی، رسولؐ کی خوشنودی اور ایمان با آخرت ہے تو اللہ تمہیں دگنا اجر عنایت کرے گا، اگر تم غلط کام کروگی تو دوگنا عذاب دے گا سورہ احزاب ۲۹ سے ۴۳ تک ملاحظہ کریں۔
ازواج نبیؐ نے خاص کر ام المومنین عائشہ اور حفصہ نے نبی کریمؐ کو شرمندہ کرنے کے لیے ایک میٹنگ کی، پیغمبرؐ زینب بنت جحش کے گھر سے شہد کھا کر تشریف لاتے تھے ان دونوں نے فیصلہ کیا اب جب آئیں گے تو کہیں گے آپ کے منہ سے گندی بو آتی ہے، یہ سننے کے بعد آپؐ نے شہد اپنے لیے حرام قرار دیا کہ میں آئندہ شہد نہیں کھاؤں گا۔ اس پر اللہ نے پیغمبرؐ کو عتاب کیا کہ آپؐ زوجات کی خوشنودی اور رضایت کے لیے اپنے اوپر شہد کیوں حرام کرتے ہیں، اسکے علاوہ پیغمبرؐ نے اپنی زوجہ حفصہ سے کہا یہ بات کسی اور سے نہیں کہنا اپنے تک محدود رکھیں لیکن حفصہ نے عائشہ کو بتا کے اسرار فاش کیا۔ اس پر آیت نازل ہوئی کہ اللہ کے قانون میں نبی آل نبی زوجات نبی کو استثناء نہیں ہے چنانچہ آپ سے پہلے گزشتہ انبیاء نوح اور لوط کی زوجات کے بارے میں سورہ تحریم آیت ۱۰ میں آیا ہے، ان کو اللہ واصل جہنم کریں گے البتہ انکے گناہ بغاوت با نبوت با شریعت تھے جبکہ زوجات نبیؐ کی حرکات وخطائیں سیئات تھیں انکے خطیات وسیئات خلیفہ مسلمین کے خلاف بغاوت ہیں اور ایک ملت کی ناراضگی اور دشمنان اسلام کی طمع وآرزو پر پورا اترتی ہیں۔ اس حوالے سے ان چار اطراف کا جواب دینا ہوگا۔ حضرت عائشہ نص قرآن کے تحت ام المومنین ہیں یہاں ایک نقطہ ہے کہ ماؤں سے تربیت اولاد کا انتظار عموماً لغو ہے، نص قرآن کے تحت عورت خود مرد کی سرپرستی میں ہے جو خود کسی کی سرپرستی میں ہو وہ کیسے دوسروں کی تربیت کرے گی وہ اگر تربیت کرے گی، تو اس صنف ہی کی کرے گی، اولاد کھانے پینے، نہلانے، سجانے اور پرورش کی حد تک ماں کی کفالت میں رہتی ہے بچے جب باہر جائیں گے تو کیا عورتوں سے ملیں گے یا مردوں سے ملیں گے۔ باہر کے ماحول اور اچھے یا برے لوگوں کی پہچان باپ کو ہوتی ہے کیونکہ وہ باہر رہتا ہے، عموماً ماؤں کے ہاتھ پرورش پانے والی اولاد کا ہم وغم کھانے پینے اور خود کو سجانے کی حد تک ہوتا ہے۔
ہمیں ان کو اپنی طرف سے جہنم بھیجنے کا اختیار بھی نہیں **''الفصل یومئذ لله والله هو القاضی یومئذ''**
انہیں امیر المومنین منتخب مسلمین کے خلاف جنگ کی قیادت کی غلطی کا عقلی وشرعی جواز پیش کرنا ہوگا، اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ کوئی بھی شخص اس حرکت کا جواز پیش نہیں کرسکتا کیونکہ خود ام المومنین عائشہ نے

اس پر پشیمان ہو کے اعتراف کیا کہ ہم سے غلطی ہوئی ہے لیکن یہ غلطی قرآنی نقطہ نظر کے تحت درجہ ایمان سے باہر نہیں کرتی کیونکہ قرآن میں اس طرح کی جنگ کو دو گروہ مومنین کی باہمی جنگ کہا گیا ہے ﴿وَ إِنْ طائِفَتانِ مِنَ الْمُؤْمِنينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُما فَإِنْ بَغَتْ إِحْداهُما﴾ (حجرات:۹) اس آیت کے تحت مندرجہ ذیل گروہ غلط گروہ میں شامل ہوتے ہیں۔

امت کو نبی کریمؐ کی آل و یاران اور دوستوں کے تمام اعمال کا خوردبین سے حساب لینا ہے کیونکہ ان کی غلطیوں سے امت میں غلط کاروں کی حوصلہ افزائی ہو جاتی ہے۔ کہیں امت اسلامی کی باغیات وطاغیات خروج ام المومنین عائشہ از خانہ کی مثال پیش نہ کریں، اہلبیت کے عزاداروں نے خواتین کو جلوسوں میں شرکت برہنہ سر نکلنے کی دعوت کے لئے خواہر حسین کی اسارت کی مثال سے فائدہ اٹھایا ہے حالانکہ وہ اپنی مرضی سے باہر نہیں آئیں بلکہ اسیر کر کے لائی گئی ہیں، اللہ نے اپنے انبیاء یا خود نبیؐ کی زوجات کی شکایت قرآن میں کی ہے۔ امہات المومنین کو قرآن کریم میں گھر سے باہر نہ نکلنے کا تہدیدی حکم دیا گیا ہے ﴿وَ قَرْنَ في بُيُوتِكُنَّ وَ لا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجاهِلِيَّةِ﴾ (احزاب۔۳۳) جس عورت کی پاک دامنی پر اللہ نے آیت نازل کی ہو ﴿إِنَّ الَّذينَ جاؤُ بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ لا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ﴾ (نور۔۱۱) مردوں سے نرم آواز میں بات کرنے سے منع کیا ہے ﴿فَلا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذي في قَلْبِهِ مَرَضٌ وَ قُلْنَ قَوْلاً مَعْرُوفاً﴾ (احزاب۔۳۲) گھروں سے باہر نہ نکلنے کے احکامات والی ام المومنین مجامع عمومی میں قیادت کرنے کیسے نکلیں؟ مسلمان فی زمانہ سیاسی خواتین کی برملا اسلام کے مقررات سے بغاوت وسرپیچی کرنے کو کہاں سے جواب دیں گے؟ ﴿وَ إِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلى بَعْضِ أَزْواجِهِ حَديثاً فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَ أَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَ أَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَها بِهِ قالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هذا قالَ نَبَّأَنِيَ الْعَليمُ الْخَبيرُ ☆ إِنْ تَتُوبا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُما وَ إِنْ تَظاهَرا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلاهُ وَ جِبْريلُ وَ صالِحُ الْمُؤْمِنينَ وَ الْمَلائِكَةُ بَعْدَ ذلِكَ ظَهيرٌ ☆ عَسى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبْدِلَهُ أَزْواجاً خَيْراً مِنْكُنَّ مُسْلِماتٍ مُؤْمِناتٍ قانِتاتٍ تائِباتٍ عابِداتٍ سائِحاتٍ ثَيِّباتٍ وَ أَبْكاراً﴾ (تحریم ۳۔۵) میں تہدید کی سختی سے ان کے اسرار فاش کرنے کی مذمت کی ہے عائشہ ام المومنین ہے، احترام ماں میں آیات قرآن کو نہیں ٹھکرا سکتے۔ عائشہ مجامع رجال کی قیادت میں دس ہزار سے زائد مسلمانوں کی جان کا حساب اللہ ہی کو دیں گی لیکن کوئی مستثنیٰ نہیں ٹھہرا سکتا ہے۔ علی ابن ابوطالب نے بھی معاف کیا لیکن ہم دنیا کو کیا بتائیں، کیسے سمجھائیں کہ عمل ام المومنین عائشہ صحیح تھا یا غلط۔

ا۔اصحاب کومصدر و ماخذ دین بنایا جبکہ دین کی برگشت صرف قرآن اور سنت عملی رسول اللہ تک محدود ہے۔

۲۔اجتہاد صریح آیات قرآن کریم کے خلاف ہے۔

۳۔حروب ثلاثہ کے مرتکبین میں سے ایک ام المومنین عائشہ ہیں، عائشہ قرآن کے تحت مستثنیٰ نہیں ہیں

﴿یا أَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِأَزْواجِکَ إِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیاۃَ الدُّنْیا وَ زینَتَھا فَتَعالَیْنَ أُمَتِّعْکُنَّ وَ أُسَرِّحْکُنَّ سَراحاً جَمیلاً﴾ (احزاب۔۲۸)

﴿یا نِساءَ النَّبِیِّ مَنْ یَأْتِ مِنْکُنَّ بِفاحِشَۃٍ مُبَیِّنَۃٍ یُضاعَفْ لَھَا الْعَذابُ ضِعْفَیْنِ وَ کانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسیراً﴾ (احزاب۔۳۰)

﴿وَ قَرْنَ فی بُیُوتِکُنَّ وَ لا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجاھِلِیَّۃِ الْأُولی ﴾ (احزاب۔۳۳)

﴿تحریم ۳۔۴۔۵﴾

مؤسس فرق باطنیہ کی دوشاخوں شیعہ اور سنیوں نے حدیث کو قرآن کے اوپر چڑھا کر ایسا تظاہر کیا گویا اللہ کی طرف سے کوئی قرآن نام کی کتاب نازل نہیں ہوئی ہے۔قرآن سے اجنبی کرنے کیلئے عترت و ازواج کے فضائل ومناقب ضد قرآن جعل کیے، اسی طرح اصحاب کو مبشرین جنت قرار دے کران کی غلطیاں و جرائم پر این آرا و دیا۔

اگر اصحاب اور اہل بیت کو دیے گئے استثنات ان آیات سے متصادم ہیں، غافر ۱۰، فصلت ۲۶، آل عمران ۳، تغابن ۷، جاثیہ ۲۱، بقرہ ۱۶۶، نیز اس آیت کریمہ سے متعارض ہے ﴿وَ ما أَدْری ما یُفْعَلُ بی﴾ (احقاف۔۹) ہم ان پر سب وشتم اور برے کلمات کے استعمال کے بھی مخالف ہیں گرچہ انہوں نے خوارج کی تأسی میں علی پر سب وشتم شروع کیا تھا تو اس بارے میں آیات قرآن اور فرمان امیر المومنین دلیل دندان شکن ہیں۔

کیا صاحبان ایمان وہجرت و جہاد میں عمر گزارنے والے مال و دولت کے جال صیادی میں پھنس کر دشمن سے ساز باز کر کے اپنے اقتدار کی خاطر اپنی ناموس کو بھی باہر لائے تھے۔طلحہ وزبیر اپنے مقاصد کی خاطر ام المومنین کو باہر لائے، حضرت عائشہ نے انکو نماز جماعت کی امامت سے بھی دور رکھا اور انھوں نے امامت اپنے بھانجے کو دی یہاں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس جنگ میں فریق مصر و کوفہ و بصرہ سے آنے والے منافق

اور اقتدار اسلامی کو جاہلیت اولیٰ کی طرف واپس لانے کے خواہش مند بنی امیہ کامیاب رہے۔ وہ اپنی ہمت وکاوش سے ام المومنین عائشہ کو باہر لائے یہاں سے انھوں نے عائشہ کو امہات مومنین سے نکال کر ضد اسلامی کا قہرمان پیش کیا انہیں ایک ایسی عورت کے طور پر پیش کیا جو علوم وفنون جانتی تھی۔ کتاب زوجات نبی تالیف امیر مھنا خیامی ص ۱۲۳ علم عائشہ عروہ بن زبیر سے نقل ہے یہ بات معلوم نہیں کہ عروہ بن زبیر نے عائشہ سے نقل کیا ہے یا دشمن اسلام نے فرقہ باطنیہ نے عروہ بن زبیر کے توسط سے حضرت عائشہ کو مسخ کیا ہے۔ عروہ بن زبیر کہتے ہیں قرآن اور فرائض حلال وحرام میں ام المومنین عائشہ سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا نیز علم وشعر گوئی میں عائشہ سے بڑا کوئی بہتر عالم نہیں دیکھا گیا نیز ایام عرب کے واقعات وحوادث کے بارے میں اور علم فقہ، علم طب اور علم شعر میں ان سے زیادہ آگاہ کوئی اور نہیں تھا۔ یہ حدیث اپنے متن میں کلمہ باکلمہ مخدوش ہے۔

خلیفۂ اوّل ودوم جن سے جنگ لڑے تھے وہ تو دشمن اسلام منکر ومرتدین از اسلام تھے لہٰذا ان کے بارے میں ''کیوں''، ''کس لئے'' جیسی تحلیلات نہیں آتی ہیں، امت جذبہ شوق سعادت کے تحت لڑتی تھی، وہ سب کیلئے باعث افتخار تھے لیکن حروب ثلاثہ گرچہ دشمنان اسلام کی منصوبہ بندی کے تحت تھے لیکن بظاہر مسلمان تھے لیکن اندر سے محرکین کافرین ومنافقین کفر ہی تھے کیونکہ یہ جنگ مرکز ومحور اسلام سے لڑی ہیں لہٰذا منصوبہ بندی، اسباب وعوامل محرکات کو صیغہ راز میں رکھنے کیلئے جعلیات کی دیواریں کھینچیں ہیں چونکہ کافرین وکاذبین کا حافظہ نہیں ہوتا ہے اس لئے انہیں اپنی بات کو صحیح گردانتے کیلئے جھوٹ اور وہ بھی سفید اور ناقابل تصدیق جھوٹ سے تمسک کرنا پڑتا ہے یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ یہ سارے حصار اور حفاظتی بند کیوں اور کس لئے بنائے ہیں؟ یہ جعلی وخود ساختہ روایات کے راویوں کو بچانے کیلئے جعل کی ہیں تا کہ ان کے مخدوش چہروں کو بچایا جائے، جن جن سے انہوں نے بے تحاشا روایات نسبت دی ہیں ہر ایک کتب رجال میں مخدوش ہے۔ اہل تحقیق تہذیب التہذیب میں دیکھیں۔

آل واصحاب، اللہ کے قانون سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔

آل اور اصحاب، فضائل ورذائل اپنے مضاف الیہ سے کسب کرتے ہیں آل فرعون، زوجہ وفرزند نوح مذموم ومنفور صف میں رہے، آل ہود ولوط اسی طرح رہے آل ابراہیم میں ﴿ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِما مُحْسِنٌ وَ ظالِمٌ لِنَفْسِهِ مُبينٌ ﴾ (صافات۔۱۱۳) ﴿ وَ أَنَّا مِنَّا الصَّالِحُونَ وَ مِنَّا دُونَ ذلِكَ كُنَّا طَرائِقَ قِدَداً ﴾ (جن۔۱۱) میں آیا ہے، زوجات انبیاء میں ہود ولوط کی مثال ضرب المثل قرآن ہے ﴿ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلاً لِلَّذينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَ امْرَأَتَ لُوطٍ كانَتا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبادِنا صالِحَيْنِ

فَخانَتاهُما فَلَمْ يُغْنِيا عَنْهُما مِنَ اللّهِ شَيْئاً وَ قِيلَ ادْخُلاَ النّارَ مَعَ الدّاخِلينَ ﴾ (تحریم۔۱۰) ہمارے نبی کریمؐ کی زوجات کا تو بڑے اہتمام وشدومد سے الطاف وعتاب ایک کلام میں پیش کیا اگر امتیازات چاہتی ہو تو آجائیں اپنے حقوق لے کے اپنے گھروں چلی جائیں ﴿ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَياةَ الدُّنْيا وَ زِينَتَها فَتَعالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَ أُسَرِّحْكُنَّ سَراحاً جَمِيلاً ﴾ (احزاب۔۲۸) نبی کریمؐ نے خطبہ حجۃ الوداع میں میدان عرفات میں بیان فرمایا ''عصبیت وقومیت کے اصول کو ہم نے اپنے پاؤں کے نیچے روند ڈالا ہے'' تمام فضائل انتسابی وقبائلی وعشائری کو ختم کر کے ایمان وتقویٰ کو معیار بنایا تھا۔ نبی کریمؐ سے منسوب سوائے افراد محدود آل واصحاب جن کی تاریخ اپنے ماضی، دعوت اسلام اور آپؐ کے بعد اعلیٰ وارفع کردار کی وجہ سے امت کی نگاہ میں عزت وعظمت رکھتی ہے ان میں نقطہ رذائل ناپید ہے لیکن آل کو اٹھانے والے کسریٰ وآل قیصر والے تھے جنھوں نے ان کو گھروں سے اٹھا کر دور لیجا کر اقتدار پر بٹھایا، بنی ہاشم سے پھیلنے والے تمام خاندان عباسین، مطلبین، طیّارین، علویین، حسنین، حسینین، عقیلین سب قیصر و کسریٰ ہزیمت خوردہ کی آرزوؤں پر اترے، جس دنیا سے محمدؐ بے اعتناہی سے رخصت ہوئے ہیں اس کے حصول میں لگے، یہاں تک کہ غیر خاندانوں نے بھی خود کو خاندان ہاشمی متعارف کر کے دنیا میں خون خرابہ کیا، ظالمین کی تاریخ سیاہ کو انھوں نے اسلام کا نام دیا آل محمدؐ میں علی ابن ابوطالب فاطمہ زہراء اور حضرات حسنین کے علاوہ تمام بنی ہاشم سے اولا دغیر صالح انحراف کے راستے پر گامزن اقتدار طلب نکلے ہیں آل عباس کے جد امجد خود بدر میں مشرکین کے لشکر میں تھے فدیہ دے کر آزاد ہوئے عبیداللہ بن عباس چھ ہزار لشکر لے کر معاویہ ابن ابوسفیان سے ملے، قثم نے بیت المال میں بہت خیانت کی۔ محمد بن عباس نے اقتدار آل عباس کی بنیاد ڈالی ان میں نہ جانے کتنے فاسد وانسان کش نکلے یہاں تک وہ صفاح کے نام سے مشہور ہوئے۔

آل طیار سے عبداللہ بن جعفر یزید کے خاص الخاص نکلے ان کے پوتے عبداللہ بن معاویہ ابن ابوسفیان نے دعوائے حلول کیا اباحۂ عام کا اعلان کیا۔ آل ابی طالب میں سے عقیل بدر میں مشرکین کے ساتھ آئے تھے، علی کو چھوڑ کر معاویہ ابن ابوسفیان سے ملے امام حسن کی نسل سے عبداللہ محض نے اپنے دونوں بیٹوں کی بیک وقت بیعت کی۔ امام حسین کی نسل سے زید اور امام صادق کے چاروں فرزندوں نے دعوائے امامت کیا۔ محمد بن نفس ذکیہ سے لیکر زید بن علی سے ہوتے ہوئے علی محمد بن احمد زنجی سے گزرتے ہوئے عبیداللہ مہدی نے مسلمین سے جنگ لڑی ہے، جس طرح آج کے مفت خور یا سلام سے لڑ رہے ہیں اور ان کے لئے فضائل گھڑ رہے ہیں۔

کیا اہلبیت و یاران محمدؐ کے احترام میں ان کے گزشتہ خدمات کے صلے میں ان کے چہرے کو بچانے کی خاطران واقعات کو نہ دہرائیں، کیا دین اسلام صرف اہل بیت واصحاب کا نام ہے، دیگر مسلمانوں کی جانوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے، کیا اس کا حساب نہیں ہونا چاہیئے۔ کلاثم کلا الف کلا کیا شیعہ اور سنیوں میں صلح وآشتی قائم ہوگئی ہے، فتنہ وفساد کی بیخ کنی ہوجائے گی نہیں ہوگی بلکہ ایسے واقعات روکنے کیلئے ان سے عبرت کی جگہ جانیں تلف کرنے اور خون بہانے کے لئے مثال بن جائیں گے، جمل وصفین ونہروان اپنی آب وتاب میں شباب وعفوانی میں چلتی رہے گی۔ تہران میں دارالتقریب مذاہب کا بڑا بورڈ لگا ہوا ہے لیکن ان کے رسالۃ میں قصہ کہانیاں ہیں، سفارت اور کونسل خانوں میں ۹ ربیع الاول کوخوشی میں مٹھائیاں بانٹتے ہیں، ان کے خاص آدمیوں کو معلوم ہے کہ یہ کس خوشی میں ہے۔ اس کے مقابل میں ایک اور ادارہ بنام ''مجمع جہانی اہلبیت'' ہے اس کا مقصد دفاع از شیعہ ہے اس میں فدک کورنگ وزیب اور نئے انداز میں پیش کرنے کے لئے خاص منصوبہ بندی ہے۔ اسی طرح سعودی عرب میں نوابغ وعباقر مسلمین تاریخ اسلام کی مخدوش شخصیات عبداللہ زبیر، عبداللہ عمر، عبداللہ عمرو بن عاص وابن عباس، معاویہ ابن ابوسفیان وعمروعاص، اشعث بن قیس اور یزید بن معاویہ ابن ابوسفیان کو بڑی تجلیل سے یاد کرتے ہیں۔ ان کی سیاست مدار حکمتی داستانیں پیش کی جاتی ہیں گویا اسلام جوآج تک باقی ہے ان فدائین اسلام سے باقی ہے۔ ایک نے ساتھ دینے کیلئے خراج اور معافی کی شرط لگائی تو ایک نے اقتدار کیلئے عمر بھر کا خراج معاف کرایا۔

اللہ سبحانہ نے اپنی طرف سے عائد تکالیف میں عاجزین وقاصرین کیلئے سہولت تخفیف دی ہے، اس اصول کے تحت عورتوں پر ہونے والی سختیوں کے مقابل مردوں پرسختی زیادہ ہونی چاہیے لیکن سورۃ احزاب میں ازواج نبیؐ پر شریعت کی مخالفت پر دگنے عذاب کی دھمکی دی ہے۔ لیکن اگر اصحاب کیلئے بڑے گناہوں کی سہولت ہے تو کیا یہ ''عدالت ضیزیٰ'' (نجم۔۲۲) نہیں ہوگی۔

جنگ جمل وصفین کے مقتولین کی تعداد پچاس ہزار سے زائد بتاتے ہیں اگر ہم بیس ہزار بھی کہیں تو بیس ہزار مسلمانوں کو قتل کرنے کا ذمہ ومحرک اصلی عائشہ نہیں ہوسکتی ہیں وہ عورت ہیں وہ اقتدار میں نہیں آسکتیں تھیں کسی کے استعمال میں آئی ہیں کس کے استعمال میں آئیں دیکھنا ہوگا۔ اس کا محرک زبیر وطلحہ اور عبد اللہ بن زبیر ہیں، اس دور میں وہ لوگ کس کے زیر اثر تھے۔ نیز ان واقعات میں اصل کتنا ہے اضافات کتنے ہیں دیکھنا ہے۔

ہزاروں کا قتل امیرالمومنین کی معافی میں نہیں آتا اور توبہ سے اصل قتل کا گناہ معاف ہوتا ہے خون کی

معافی وارث ہی کر سکتا ہے۔

صفین :۔

جمل وصفین ونہروان تینوں میں نشانی ایک ہی ہے وہ علی ابن ابی طالب نہیں بلکہ وہ خلیفہ مسلمین تھے، جمل وصفین میں مطالبہ تسلیم قاتلین عثمان ابن عفان ہے۔ جبکہ طالبین غیر متعلق غیر مربوط شخصیات تھیں، ان کو یہ حق کس نے دیا؟ قوانین ساختہ بشری اور شریعت آسمانی میں قاتلین کو کیفر کردار یا قصاص لینے کا حق وارثین کیلئے مخصوص ہے، ممکن ہے قوانین قبائل وعشائر قصاص لینے میں کوتاہی وسستی اور بے پرواہی اپنائیں تو اس وقت جہاں ملیں ماریں۔ جنگ جمل ونہروان کی آگ روشن کرنے والے جانتے تھے قاتلین کون ہیں اور کہاں ہیں لیکن اصل مقصد قاتلین نہیں تھا۔ علی ابن ابوطالب نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں، کہاں ہیں؟ کہا لشکر میں ہیں ''جاؤ پکڑ کر لاؤ''، لیکن کہنے لگے نہیں آپ پکڑ کر ہمارے حوالے کریں، یہ کسی بھی منطق سے نہیں بنتا تھا بلکہ یہ خود حکومت کیلئے ایک بڑے خطرے کا باعث بنتے ہیں کہ ہم نے ان کے کہنے پر قتل کیا تھا، تاکہ اصلی قاتل علی کو ثابت کریں۔ کیسے علی بن ابوطالب زعیم بنی ہاشم کا فرزند، پروردہ رسولؐ اللہ اور امین بیت النبوت اپنے قول وفعل سے خود کو قاتل ثابت کریں، یہ مطالبہ منظور کریں؟ قاتل معلوم ہے تو خود داخل ہو کر ماردیں۔ یہ مطالبہ عثمان ابن عفان کی اولاد ہی کر سکتی تھی۔ معاویہ ابن ابوسفیان تو دور سے بھی یہ حق نہیں رکھتے کہ قاتلین عثمان ابن عفان کا مطالبہ کریں۔

صفین میں تین دفعہ شکست کھائی :۔

اشعث بن قیس مرتد، ظاہری طور پر علی ابن ابوطالب کے لشکر میں پیادہ فوج کی قیادت کرر ہا تھا اس کا ہدف تھا کہ سرگرم لشکر کو شکست دے کر فتح کا پانسہ پلٹ دے اور نتائج دوسرے کے حق میں کر دے۔ اچانک لشکر معاویہ ابن ابوسفیان سے لڑنا حرام ہے کہہ کر قرآن کو اٹھا کے آج کل کے محاورے کے تحت دھرنا دینے بیٹھ گیا۔ دوسرے گروہ نے کہا علی کا ساتھ دینا حرام ہے وہ جو بھی صورت حال سامنے آتی اسے الٹا پیش کرتے۔ ان کے معاہدہ سری کے تحت عمرو عاص نے قرآن کو نیزوں پر اٹھایا فوراً اشعث سابق مرتد علی کے پاس آیا اور کہنے لگا یہ لوگ تو قرآن کے فیصلہ پر اترنے کی بات کرتے ہیں آپ کیا کہیں گے، کہنے لگا علی جنگ بند کرو ورنہ آپ کو معاویہ ابن ابوسفیان کی طرف دھکیل دیں گے یا آپ کو بھی عثمان ابن عفان سے ملائیں گے۔ علی کو عثمان ابن عفان سے ملانے کی بات دو دفعہ علی ہی کے لشکر سے نکلی، اس تہدید کے بعد علی

کیلئے جنگ جاری رکھنا ناممکن تھا علی کو شکست ہوئی کیونکہ علی معاویہ ابن ابوسفیان کو چھوڑ کر اپنے لشکر سے نہیں لڑ سکتے تھے۔

محمد رضا رشید کتاب امام علی ص ۱۵۵ پر لکھتے ہیں عمرو عاص نے کہا جنگ کا پانسہ علی ابن ابوطالب کی طرف پلٹ رہا ہے میری ایک تجویز ہے قرآن کو نیزوں پر بلند کریں۔قرآن کو نیزوں پر بلند کیا اور اعلان کیا ہم اسی قرآن کے فیصلے پر اترتے ہیں۔عمرو بن عاص نے تلاوت قرآن کے واسطہ علی جیسے عامل قرآن کو گھٹنے پر بٹھایا۔اسی طرح عصر معاصر میں اسلام کو کنارے پر لگانے کیلئے معارف و معالم قرآن سے عاری و خالی خاص کر حلیۂ مومنین سے خالی قرآن کے شوشے چھوڑ کر استخراج آیات کی ٹیکنیک بنا کر قرآن کو مدارس و حوزات سے ابھی تک دور رکھا ہے اس حوالے سے تلاوت قرآن کے توسط سے امت مسلمین کو حکم قرآن سے دور رکھنے کا سلسلہ صفین سے الیٰ یومنا ھذا جاری ہے۔کوفہ والوں نے اس ندا کو قبول کیا،علی نے اس کو دھوکہ و فریب معاویہ ابن ابوسفیان وعمرو بن عاص قرار دیا۔سازشیوں نے دونوں لشکروں کے درمیان آج کل ہمارے ہاں روڈ پر دھرنا دے کر بیٹھنے والوں کی طرح تلاوت قرآن شروع کی۔اس طرح علی کی فتح شکست میں بدل گئی وہ جملہ جو آپ نے مدینہ میں فرمایا تھا''قصاص قاتلین عثمان ابن عفان کیلئے طاقت وقدرتمند حاکم چاہیئے، میں اس اجتماع کا حاکم نہیں ہوں بلکہ یہ میرے اوپر حاکم ہیں''اس کا مصداق عملی صفین کے میدان میں تطبیق ہوا۔

قہرمان صفین معاویہ بن ابوسفیان:۔

اس جنگ کے قہرمان معاویہ ابن ابوسفیان اوران کا مشیر مجنون مال ودولت وریاست عمرو بن عاص ہے،اس جنگ کا رخ بدلنے والا حسب تعبیر علی ابن ابوطالب،اشعث بن قیس''**حائک ابن حائک!منافق ابن کافر**''(خطبہ ۱۹)۔ صفین میں جنگ کو گردش دینے والے کو اسد لاسود کہیں گے، آغاز وانجام جنگ جس کے گرد گھومتا ہے وہ معاویہ ابن ابوسفیان کی ذات ہے۔معاویہ ابن ابوسفیان اگر جھوٹ وافتراء حیلۂ ونیرنگی سے امیر المؤمنین منتخب مسلمین کو گھٹنے ٹیکنے اور منصب سے معزول کرنے پر مجبور نہ کرتے،تو باقی صفات عقل وفراست وذہانت وسیاست میں سیاسیوں کے بادشاہ تھے،جس دن سے عثمان ابن عفان کے خلاف مہم شروع ہوئی معاویہ ابن ابوسفیان پریشان تھے وہ اپنی امارت کو خطرے میں دیکھ رہے تھے کہ اس کا حشر کیا ہوگا؟ لہٰذا انہوں نے عثمان ابن عفان کی معاونت نہیں کی کہ سلسلۂ خلافت ہاتھ سے نہ جائے۔اتنی عقل وحوش نیرنگ سیاست ہونے کے باوجود اگر عمرو عاص اور ابوموسیٰ اشعری حاقد علی ابن

ابوطالب نہ ہوتے تو معاویہ ابن ابوسفیان اس اقتدار پر نہیں پہنچتے۔

معاویہ ابن ابوسفیان مکہ میں معارض و مزاحم دعوت اسلام ابوسفیان بن حرب کے فرزند تھے اور اپنے باپ کی پشت پر ہوتے تھے۔ جنگ بدر کے بعد قریش کی قیادت جب ابوسفیان نے سنبھالی تو معاویہ ابن ابوسفیان تمام جنگوں میں اپنے باپ کی قیادت میں رہے یہاں تک کہ فتح مکہ کے بعد جب اہل مکہ اوران کے باپ تسلیم محمدؐ ہوئے تو معاویہ ابن ابوسفیان اپنے باپ کے ساتھ تسلیم محمدؐ ہوئے جنگ حنین کے غنائم میں مؤلفۃ القلوب میں سے تھے مدینے میں آنے کے بعد انہیں کاتبان وحی میں رکھا۔ ان کے باپ کو طائف اور نجران کا والی بنایا اور بھائی یزید کو شام بھیجا تو معاویہ ابن ابوسفیان کو بھی شام کی طرف بھیجا گیا اپنے بھائی کی موت کے بعد وہ شام میں والی بنے۔ شام کے وسیع علاقہ کی امارت کے امیر بن گئے، عیش و نوش میں حتیٰ اسراف سے بھی متجاوز ہوتے گئے، وہ اسلام میں حرام کردہ ابریشم پہنتے تھے عمر بن خطاب کو یہ پسند نہیں تھا۔ عثمان ابن عفان کے دور میں بھی والی رہے لیکن جب عثمان ابن عفان فتنہ گوریلہ اعراب میں مبتلاء ہوئے تو معاویہ ابن ابوسفیان نے عثمان ابن عفان کی مدد نہیں کی۔ جب علی امیر المومنین بنے تو انہیں یقین تھا علی ان کو ریاست پر برقرار نہیں رکھیں گے، دوسری طرف علی کو بھی یہ علم تھا کہ معاویہ ابن ابوسفیان کسی دن بغاوت و استقلال کا اعلان کرے گا۔

سبقت اسلام و سبقت ہجرت و جہاد نہ ہونے کی وجہ سے معاویہ ابن ابوسفیان امیدوار خلیفہ بننے کی ہمت و جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ وہ ہمیشہ شام کی ولایت کو بچانے کے چکر میں رہے، خود کو اس منصب کے لئے امیدوار کے طور پر پیش کرنے کی ہمت و حوصلہ نہیں رکھتے تھے۔ علی ابن ابوطالب کے منتخب ہونے سے معاویہ ابن ابوسفیان پریشان تھے کہ کہیں انہیں عزل نہ کریں لیکن وہ علی کے مقابلے میں اٹھنے کیلئے چند حوالے سے حوصلہ مند تھے جیسے۔

۱۔ عثمان ابن عفان کی حمایت نہ کر کے معاویہ ابن ابوسفیان قاتلین عثمان کی ایک قسم کی حمایت حاصل کئے ہوئے تھے یعنی قاتلین عثمان کے لئے معاویہ ابن ابوسفیان عنصر نا مطلوب نہیں تھا۔

۲۔ مخالفین علی کا جھکاؤ معاویہ ابن ابوسفیان کی طرف تھا، چنانچہ مکہ میں طلحہ و زبیر و عائشہ تینوں نے تحریک کا آغاز شام سے کرنے کی تجویز دی، اس حوالے سے بھی وہ حوصلہ مند تھے۔

۳۔ علی ابن ابوطالب کا لشکر جمل میں لڑنے کی وجہ سے تھکا ہوا تھا جبکہ اہل شام میدان میں لڑنے کے لئے تازہ دم تھے اس حوالے سے بھی وہ حوصلہ مند تھے۔

۴۔عبیداللہ ابن عمر ابن خطاب جو عمر ابن خطاب کے قاتل ھرمز کو قتل کر کے فرار ہوئے وہ معاویہ ابن ابوسفیان کے پناہ دہندہ تھے، وہ ایک مرد جرأت مند وشجاع اور لڑاکو انسان تھا، اس حوالے سے بھی معاویہ ابن ابوسفیان کے حوصلے بلند تھے کیونکہ وہ علی ابن ابوطالب کا مخالف تھا، یہاں سوال ہوتا ہے کہ عثمان ابن عفان کو دشمنوں کے محاصرے میں چھوڑنے اور اس کا دفاع نہ کرنے والے معاویہ ابن ابوسفیان عثمان ابن عفان کے قاتلین کا قصاص لینے کا مطالبہ کیسے کر سکتے تھے۔

۵۔عمرو عاص جیسا سیاست مدار حیلہ ساز مصر جیسے بڑے صوبے کا والی بھی علی ابن ابوطالب کا مخالف تھا جو انھیں مشیر کے طور پر ملا تھا۔عمرو عاص خلیفہ مقتدر عمر ابن خطاب کو خراج نہیں دیتا تھا، عثمان ابن عفان نے خراج نہ دینے پر اسے معزول کیا تھا چنانچہ عمرو عاص نے لوگوں کو عثمان ابن عفان کے خلاف اکسایا تھا۔

معاویہ اور علی ابن ابوطالب قہرمان بنی امیہ و بنی ہاشم نہیں تھے:۔

کیونکہ بعثت حضرت محمدؐ کے بعد عشائر وقبائل گرائی کے تصورات مہمل ونا پید ہو چکے تھے، دعوت محمدؐ میں تمام عشائر کی شرکت تھی، بنی امیہ سے عثمان بن عفان، خالد بن سعید وغیرہ تھے، عبدالدار، مصعب بن عمیر تھے جبکہ معارض محمدؐ میں بنی ہاشم بھی شامل تھے۔جیسے ابولہب، عباس اور عقیل جو ابوسفیان کی قیادت میں محمدؐ سے لڑنے آئے تھے، لہٰذا یہ کہنا کہ معاویہ ابن ابوسفیان بنی امیہ کی حکومت یا جاہلیت عرب زندہ کرنا چاہتے تھے، اگر وہ یہ چاہتے تھے تو اپنے بعد مروان بن حکم یا سعید بن عاص کی ولی عہدی کا اعلان کرتے لیکن اپنے نالائق بیٹے کا اعلان کیا، وہ اپنے بیٹے کا اقتدار چاہنے والے تھے۔بعثت محمدؐ کے بعد عرب میں قبائل وعشائر کا نظام ختم ہو گیا، نئے آفاق کھل گئے، افق محمدؐ اب مکہ ومدینہ تک محدود نہیں رہا بلکہ روم وفارس تک تجاوز کر چکا تھا۔اب معاویہ ابن ابوسفیان کی نظر سابقہ افق تک محدود نہیں تھی بلکہ ان کا افقِ اقتدار افق محمدؐ تک تھا جس تک پہنچنے کے تمام راستوں کو عبور کرنا ان کی پہلی ترجیح تھی جس طرح سے بھی ممکن ہو چاہے قتل وکشتار اور خون بہانے سے ہی کیوں نہ ہو۔معاویہ ابن ابوسفیان اس راستے پر عمل پیرا ہو کر صفین سے ہوتے ہوئے استخلاف واستحکام حکومت یزید تک متصورہ رقباء امثال، حجر بن عدی، محمد بن ابی بکر، مالک اشتر نخعی، حسن بن علی، عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید وغیرہ کے قتل تک جا پہنچے تھے۔

ابتداء میں **معاویہ ابن ابوسفیان** اپنے بھائی کے ساتھ رہے۔وہ یرموک دمشق میں اپنے بھائی یزید کی قیادت میں رہے۔یزید نے بعد میں شام کے کسی شہر کو فتح کرنے کے لئے اپنے بھائی معاویہ ابن

ابوسفیان کو بھیجا، یزید کی وفات کے بعد معاویہ ابن ابوسفیان کو دمشق میں والی کے عہدہ پر برقرار رکھا گیا۔ عمر ابن خطاب جب شام پہنچے تو معاویہ ابن ابوسفیان کی عیش وعشرت اور ناز پرور زندگی انھیں اچھی نہیں لگی، معاویہ ابن ابوسفیان سے شکایت کی تو انھوں نے اس عمل کو جائز ثابت کرنے کے لئے کہا وہ روم کو رعب دکھانے کے لئے ایسا کرتے ہیں اور وجوہات پیش کیں، روم سے لڑتے رہے عمر ابن خطاب کی وفات کے بعد عثمان ابن عفان نے معاویہ ابن ابوسفیان کو وہیں پر برقرار رکھا۔ معاویہ ابن ابوسفیان نے اسی طرح سے روم سے لڑائی جاری رکھی، جب علی امیر المؤمنین بنے تو معاویہ ابن ابوسفیان اور بعض دیگران کو معزول کیا تو معاویہ ابن ابوسفیان نے اسے مسترد کیا اور حیلہ بہانہ کرنے لگے اور کبھی کہتے دیگر اصحاب نے بیعت نہیں کی ہے۔ عثمان کے دور میں جب مصر و کوفہ کے منافقین نے مدینہ پر قبضہ کیا اور عثمان کو اندرون خانہ محصور کر کے قتل کیا، اس دوران عثمان ابن عفان کی محافظت اولاد علی کر رہی تھی، معاویہ اس وقت غائب تھے، انہوں نے خلیفہ کی خبر نہیں لی حتیٰ عثمان ابن عفان قتل ہوئے۔ جنگ جمل میں معارضین علی کی ہزیمت کے بعد معاویہ ابن ابوسفیان علی ابن ابوطالب کی بیعت اور علی ابن ابوطالب سے جنگ دونوں میں انتخاب کیلئے پریشان تھے، اس پریشانی سے نجات کیلئے ابوداھیۃ العرب عمرو بن عاص کو بلایا اور تین خطرات جو انہیں درپیش تھے وہ پیش کئے۔ محمد بن حذیفہ کا زندان سے فرار، روم کی دھمکی اور علی سے جنگ کی تیاری، عمرو عاص نے پہلے دو کیلئے تجاویز دیں لیکن علی سے جنگ سے ڈرایا۔ معاویہ نے تعاون طلب کیا عمرو بن عاص نے مصر کی ولایت مادام العمر خراج معاف کی شرائط لگائیں جسے معاویہ ابن ابوسفیان نے قبول کیا۔

معاویہ ابن ابوسفیان نے عمرو بن عاص کے تعاون کا یقین ہونے کے بعد بزور طاقت وقدرت و حیلہ نیرنگ سے خلافت حاصل کی، جب بلا رقیب وحریف ہو گئے تو تمام رقباء احتمالی کو قاتلان مجہول سے قتل کروایا۔ محمد بن ابی بکر، مالک بن اشتر نخعی، حجر بن عدی، عبدالرحمٰن بن خالد وغیرہ کو قتل کرایا، زیاد بن ابیہ غلام رومی کو اپنے باپ ابوسفیان کا بیٹا بنایا منابر پر سبّ علی کو رواج دیا، انصار چونکہ صفین میں علی کے ساتھ تھے اس لئے ان کے خلاف ہجو کیلئے مسیحی شاعر کو شام میں لائے۔ فاسد روایات ساز افراد کو شام میں لائے۔ ان کے دور میں امیر المومنین کے علاوہ کوئی چیز خالص اسلام کی سربلندی کیلئے نہیں اٹھائی گئی۔ ان کیلئے توقیر و تجلیل وفضائل خود ساختہ کو اٹھایا گیا حتیٰ یہ تجلیل خلیفہ اول ودوم کو نہیں دی گئی۔ ان کے پاس ان کو اٹھانے کی کوئی وجہ اسلامی نہیں تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کوئی جماعت ہے جو اسلام دشمنی میں ان کو اٹھاتی ہے اگر فرض کریں عام مسلمان ان کو اٹھاتے تو وہ حجاج بن یوسف، عمرو بن عاص یا اشعث بن قیس کو بھی تجلیل وتوقیر دیتے۔ یزید

بن معاویہ ابن ابوسفیان کی تعظیم و توقیر میں کہتے ہیں ''سیدنا یزید بن معاویہ ابن ابوسفیان'' معاویہ ابن ابوسفیان کا نام سابقین اسلام، سابقین ہجرت، سابقین جہاد کی فہرست سے خالی ہے، ان کے امتیازات کاتب وحی اور خال المومنین کا کوئی مقام نہیں بنتا ہے، جس طرح امام اور خلیفہ کیلئے نہیں بنتا۔ اسلام میں حاکم اسلامی کیلئے صرف سیاست مداری کی شرط کافی نہیں بلکہ بمعہ دیانت داری بھی ہے۔

معاویہ ابن ابوسفیان سیاست مداری اور اپنے والیوں اور مشاورت کو خاضع رکھنے کی انتہائی لیاقت و صلاحیت رکھتے تھے چنانچہ تبصرہ نگاروں کا کہنا ہے اس وقت کے سیاست مدار چار تھے یعنی مغیرہ بن شعبہ، عمرو بن عاص، زیاد بن ابیہ اور معاویہ ابن ابوسفیان۔ معاویہ ابن ابوسفیان تینوں سیاست مداروں کو اپنے لئے خاضع و خاشع رکھنے والے تھے، ان میں سے کسی میں جرأت نہیں تھی کہ وہ سر اٹھا کے معاویہ ابن ابوسفیان سے بات کریں۔ اگر معاویہ ابن ابوسفیان طاقت و قدرت حیلہ گرانہ، داھیانہ منتخب مسلمین سے خلافت نہ چھینتے اور طریقہ انتخاب سے اس منصب پر پہنچتے یا اپنے بیٹے کو بزور طاقت مسلمانوں پر مسلط نہ کرتے تو وہ تاریخ مسلمین میں نامورترین و بے مثال والیوں میں شمار ہوتے حتیٰ مستقبل قریب میں خلیفہ منتخب ہونے کی اہلیت بھی بنتی۔ گرچہ انہیں یہ منصب عمرو بن عاص کی نیرنگی، ابوموسیٰ اشعری کی خیانت سے ملا لیکن بعد میں عمرو بن عاص، ابوموسیٰ اور زیاد بن ابیہ تینوں کو ذلیل کراتے رہے خاص کر زیاد بن ابیہ جس کو معاویہ ابن ابوسفیان نے اپنے باپ سے ملحق کیا تھا اور بعد میں اسے دھمکی دی وہ نسب واپس لے لینگے (خطبہ ۲۰۰)۔

معاویہ سیاستمداروں کے قہرمان:۔

پہلے بیان کر چکے ہیں اس وقت عالم اسلام میں چار شخصیات کو سامۃ العرب جانتے تھے۔ جن میں معاویہ بن ابوسفیان، عمرو بن عاص، مغیرہ بن شعبہ اور زیاد بن ابیہ ہیں۔ ہر ایک کی مہارت ایک شعبہ میں تھی۔ عمرو مشکلات سے نکلنے کی سیاست میں معروف تھے، جبکہ مغیرہ بن شعبہ مکر و حیلہ اور دھوکہ دہی میں مہارت رکھتے تھے اور زیاد بن ابیہ شقاوت و قساوت دکھانے میں مہارت رکھتے تھے۔ جبکہ معاویہ ابن ابوسفیان ان تینوں کو اپنے زیر نظر خاضع رکھنے میں کامیاب رہے۔ خود معاویہ ابن ابوسفیان میکاؤلی سیاست میں مہارت رکھتے تھے، اپنے اقتدار کے استحکام کیلئے کسی بھی رکاوٹ کو ہٹانے میں مہارت رکھتے تھے۔

معاویہ ابن ابوسفیان، عمرو ابن عاص، مغیرہ بن شعبہ، زیاد بن ابیہ سے زیادہ سیاستمدار تھے بلکہ وہ اپنے بعد والے سیاستمداروں سے بھی زیادہ سیاست دان تھے جیسے عبد الملک بن مروان ہشام بن عبد الملک منصور دوانقی لیکن خود معاویہ ابن ابوسفیان سے زیادہ سیاستمدار کون تھے اس کا جواب ہے معاویہ ابن ابوسفیان

سے زیادہ سیاست مدار معاویہ ابن ابوسفیان کے مداحین تھے جنہوں نے ان کے لئے غیر معقول و غیر متصور فضائل بیان کئے اور ان کے لئے ایسی صفات ثابت کیں جن کی کوئی بنیاد و اساس نہیں بنتی ہے۔

۱۔ معاویہ ابن ابوسفیان کاتب وحی تھے سنہ ایک ہجری سے چھٹی ہجری تک بہت سے کاتبان وحی تھے ان کو امین ومأمون اور لائق وقابل و بااعتماد ہونے کی بنیاد پر نہیں بلکہ لکھنا پڑھنا جاننے کی وجہ سے کاتبین وحی میں رکھا گیا تھا، انہی کاتبان وحی میں سے ایک عبداللہ بن سرح تھا جو بعد میں مرتد ہوگیا تھا۔

۲۔ ان کو خال المؤمنین کہا ہے نبی کریمؐ کی کل زوجات کی تعداد تیرہ چودہ تھی ان میں سے کسی کو یہ افتخار نہیں دیا گیا صرف معاویہ ابن ابوسفیان کو خال المؤمنین کہا گیا جبکہ معاویہ ابن ابوسفیان نے محمد بن ابی بکر کو قتل کیا چنانچہ معاویہ ابن ابوسفیان امیر المؤمنین بننے کے بعد ام المومنین عائشہ کو سلام کرنے کے لئے ان کے گھر گئے عائشہ نے معاویہ ابن ابوسفیان سے کہا اگر اس وقت میں اپنے بھائی کا قصاص آپ سے لوں تو آپ کو کون بچائے گا یہ سنتے ہی معاویہ ابن ابوسفیان اٹھ کر چلے گئے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں معاویہ ابن ابوسفیان کیلئے سب وشتم اور نازیبا کلمات استعمال کرنا درست سمجھتا ہوں چنانچہ بعض علماء اہل سنت نے آج خلفاء کے سب وشتم کو اپنی کتابوں میں موجود احادیث کے تحت جائز بھی گردانا ہے، اصل میں یہ لوگ اہل سنت نہیں بلکہ سیکولر ہیں ورنہ وہ لعن وسبّ وشتم اسلحہ باطنیہ واسلحہ سرقاء اور اسلحہ من لا سند یعنی جن کے پاس اپنے قول وفعل کی کوئی سند وتمسک نہیں ہوتے وہ ان کے حامی نہ بنتے اور یہ اسلحہ استعمال نہ کرتے۔ نبی کریمؐ جو شارح ومبین قرآن کریم وحی السماء تھے انہوں نے اپنے عنید ترین دشمن ابولہب وابوجہل اور عبداللہ بن ابی و ابوسفیان کو لعن نہیں کیا، لعن کی جگہ ان کے ناشائستہ نازیبا وغیر قرآنی اعمال وتصرفات کا ذکر کرنے کو فروغ دیتے بطور مثال عمر بن خطاب کو خلیفہ عادل کہتے، عثمان ابن عفان کو خلیفہ اقرباء پرور کہتے، معاویہ ابن ابوسفیان کو حیلہ گر ونیرنگ کہتے تو لسان مسلمین نجاست لسانی سے بچ جاتی، فتنہ وفساد سے بھی بچ جاتے، ثقافت وسیاست میں یہ عمل مکروہ ہوجاتا لیکن باطنیہ کی تأسی وپیروی معاویہ ابن ابوسفیان وعمرو بن عاص نے نیرنگ ہونے نہیں دیا اور مسلمانوں میں ثقافت لعان وسباب ودشنام کو رواج دیا۔ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ تمام خلفاء بنی امیہ وبنی عباس میں سوائے عمر بن عبدالعزیز کے ایک بھی سربراہ مسلمین کے لائق وقابل وذہین معاویہ ابن ابوسفیان جیسا نہیں آیا ہے جبکہ اگر معاویہ ابن ابوسفیان خلیفہ منتخب مسلمین امیر المومنین علی سے خلافت بزور نیرنگ نہ چھینتے اور خلاف وعدہ ومعاہدہ وصلح امام حسن اپنے بیٹے کو ولی عہد نہ بناتے تو وہ تاریخ میں ایک نامور اور نابغہ سربراہ مسلمین متعارف ہوتے فرض کریں معاویہ ابن ابوسفیان ایک برے انسان تھے وہ مستحق لعن

انسان تھے تو میں یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہوں کہ اگر ایسا ہی تھا تو پورے لعن کا رخ ابوبکر ابن ابی قحافہ و عمر ابن خطاب کی طرف کیوں کیا ہے؟ ان کے بعد آنے والے ظالمین و مجرمین اتاترک ترکی، اتاترک پاکستانی، عیاش ونواش گیلانی، زرداری دس پرسنٹ سے سو پرسنٹ والوں، بلاول نمائندہ صلیبی و یہودی در ایوان مسلمین اور عمران خان جو منہ پہ لفظ اسلام لانے سے احتیاط برتتے ہیں کو لعن کیوں نہیں کرتے۔ دین اسلام دین سبّ و شتم نہیں، احکام مسلمات سیاسی اسلام میں سے ہیں اگر کوئی شخص کلمہ اسلام پڑھے تو اس کی جان مال، ناموس، عزت و آبرو دوسروں کیلئے ہدر کرنا حرام ہو جاتا ہے۔

۳۔ معاویہ ابن ابوسفیان کو خلعت خلافت پہنانے والے عمرو بن عاص ہیں۔ معاویہ ابن ابوسفیان بزور تشدد خلیفہ بنے ہیں جبکہ خلافت سے معزول ہونے والے نے معاویہ ابن ابوسفیان کو سب و شتم کرنے سے منع کیا آپ اسلام و مسلمین کیلئے خیر خواہ تھے یعنی امام حسن جو مسلمانوں کا خون بچانے کے لئے خلافت سے الگ ہو گئے جبکہ معاویہ ابن ابوسفیان نے خون بہا کے خلافت لی ہے۔ اگر سیاست ہی سب کچھ ہے تو زرداری، نواز شریف، بے نظیر و بلاول، عمران اور گیلانی وغیرہ کو بھی سیدنا زرداری مخترع سیاست مفاہمتی کو کہنہ مذہب کہنے والی اور آف شور بنانے والے کو بھی سیدنا کہیں۔ اگر چہرۂ مبارک رسولؐ اللہ دیکھنا کافی ہے تو عبد اللہ بن ابی نے ایک دفعہ نہیں بہت دفعہ دیکھا ہے، اس پر بھی رضی اللہ عنہ سیدنا کہیں۔

۴۔ انہوں نے جنگ حنین میں شریک ہونے والوں کی شان میں نازل آیت سے معاویہ ابن ابوسفیان کے فضائل بیان کئے ہیں حالانکہ جنگ حنین میں ۱۲ ہزار لوگ شریک ہوئے جن میں دو ہزار مکے میں تسلیم ہونے والے مؤلفۃ القلوب تھے جنہوں نے ابھی کلمہ نہیں پڑھا تھا وہ اس میں شامل تھے اس حساب سے ان کو غنائم دئے گئے تھے۔ جب جنگ میں شکست کے آثار نظر آنے لگے تو مؤلفۃ القلوب خوش ہو گئے کہ آج ہم اپنے مقتولین کا انتقام لیتے دیکھیں گے۔

۵۔ عبداللہ بن مبارک سے پوچھا گیا عمر بن عبدالعزیز اور معاویہ ابن ابوسفیان میں کون افضل ہے تو عبداللہ بن مبارک نے کہا معاویہ ابن ابوسفیان کی ناک کا بال بہتر ہے لیکن اب تک کسی نے نہیں کہا کہ نبی کریمؐ کے سر کے بال یا پاؤں کے ناخن عام مسلمانوں سے بہتر ہیں۔

عمرو ابن عاص:۔

عمرو ابن عاص از کتاب عمرو ابن عاص تألیف عباس محمود عقاد عمرو ابن عاص بن وائل سہمی قریش کے ایک بڑے طاقت و قدرت مند دار الندوہ کے رکن والے خاندان سہم سے تعلق رکھتے تھے۔ مناصب

قریش میں منصب اوقاف املاک بتان و اصنام کے چوکیدار و مدیر کل تھے اور نبی کریمؐ سے شدید قساوت و شقاوت رکھنے والوں میں سے تھے۔

کتاب رجال حول الرسول تألیف خالد محمد خالد ناشر دار الکتاب العربی بیروت ص ۷۶۷ شمارہ ۵۹ عمر و ابن عاص میں آیا ہے۔ عمر و عاص بن وائل کا فرزند ہے جو نبی کریمؐ کا استہزاء و مسخرہ کرتا تھا۔ عمر و بن عاص اور ان کے باپ نے دعوت اسلام کو سختی سے مزاحمت و مقاومت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ عمر و ابن عاص ان لوگوں میں سے ہے جو قریش سے تحفہ و تحائف و ھدایا لے کر بادشاہ حبش کے پاس گئے تھے تا کہ مہاجرین حبش کو پابند سلاسل کر کے واپس لائیں۔ انہوں نے نبی کریمؐ پر ایمان لانے کے بعد یہاں ہجرت کرنے والوں کو ان کے حوالے کرنے کے لئے کہا تھا۔ بادشاہ حبش نے انہیں ڈانٹا اور ان کو ان کے ہاتھ میں دینے سے انکار کیا۔ یہاں سے ان میں حضرت محمدؐ سے مزاحمت میں شکستگی آ گئی۔ عمر و ابن عاص فرزند نابغہ تھے اس پر انہیں اعتراف تھا علی نے انھیں اسی نام سے پکارا ہے (خطبہ ۸۴)

عمرہ قضاء کے بعد عمر و بن عاص خالد بن ولید کے ساتھ مدینہ آئے، عمر و بن عاص نے مدینہ آ کر پیغمبرؐ سے کہا میں اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ میرے گزشتہ گناہ معاف کر دیں گے جسے رسول اللہؐ نے قبول فرمایا۔ اسلام لانے سے پہلے کے جتنے جرائم ہوں معاف ہوتے ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عمر و عاص کا ایمان کشف الحقائق عن البصیرہ نہیں تھا جیسے حکومتوں میں جرنیل جنگ میں شکست نظر آتے ہی فوراً تسلیم ہو جاتے ہیں وہ اس قسم کی شرط لگاتے ہیں۔ رسولؐ اللہ نے ان کو عمان میں والی بنایا تھا، رسولؐ اللہ نے ان کو کسی سریہ کا سپہ سالار بنایا ہے تو یہ اس بات کی دلیل بنتی ہے کہ وہ لیاقت و صلاحیت قیادت لشکری رکھتے تھے اور یہ ان کی دیانت داری اور ایمان اخلاص پر دلالت نہیں کرتی ہے۔ انصار و مہاجرین میں ایسے لوگ کم ہونگے جنہیں سرایا کی قیادت نہیں دی تھی چنانچہ مکہ میں اسید کو والی بنایا فتح مکہ پر خالد بن ولید جنہوں نے خلاف حکم رسولؐ اللہ بہت سوں کو مارا تھا اس خلاف ورزی کے باوجود نبی کریمؐ نے انہیں نہیں ہٹایا، عمر بن خطاب کے دور میں وہ شام کی جنگوں میں قیادت کرتے تھے، قیادت ان کے نزدیک محبوب و پسندیدہ تھی، اس سے محبت ان کے اندر لبریز تھی ان سے ایسے آثار اور نشانیاں ملتی تھیں کہ وہ قیادت کے لئے ہی خلق ہوئے ہیں۔ جنگوں میں حیلہ و نیرنگی عمر و کی خصوصیات و امتیازات میں تھے، مال دوستی اور حب امارت کے امیدوار تھے، کہیں بھی کوئی حیلہ گر نظر آتا تھا تو عمر کہتے تھے سبحان اللہ اس کا خالق اور عمر و بن عاص کا خالق ایک ہے۔ وہ دیانت سے نہیں مہارت سے کام چلاتے تھے، لوگ گمان کرتے تھے یہ بزدل ہیں، ان کی فراست حیلہ کا ایک بڑا نمونہ

''حصن بابلیون'' کے ساتھ دیکھا جاسکتا ہے، انھوں نے ان کو گفتگو اور مذاکرات کے لئے بلا کر مارنے کا منصوبہ بنایا تھا لیکن یہ اس کو چکمہ دے کر نکل آئے۔

صاحب کتاب لکھتے ہیں عمرو عاص مصر میں اپنی وفات کے بستر پر سوئے ہوئے تھے اور اپنے لمحات تاریخ کو بطور اجمال بتا رہے تھے۔

۱۔ میں رسولؐ اللہ کا پہلا کافر معاند شخص تھا اس وقت اگر میں مرجاتا تو یقیناً میں جہنمی ہوجاتا۔

۲۔ میں نے رسولؐ اللہ کی بیعت کی تو رسول اللہؐ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں تھا اگر میں اس وقت کی تعریف کردوں تو نہیں کرسکوں گا کیونکہ وہ میری آنکھ پر چھائے ہوئے تھے اگر میں اس وقت مرجاتا تو یقیناً اہل جنت ہوتا۔

۳۔ پھر میں اقتدار کے چکر میں لگا حُب اقتدار اور حُب ریاست میں محو تھا مجھے پتہ ہی نہیں تھا کہ مجھے ریاست چاہئے یا ریاست کو میں درکار ہوں، میں سیاست کے لئے خلق ہوا ہوں یا سیاست میرے لئے خلق کی گئی ہے۔ پھر سر اونچا کیا اللہ میں بری نہیں ہوں کہ عذر پیش کروں، نہ بڑا مقتدر رہوں کہ تو ہم سے انتقام نہ لے لے؛ اگر تو رحم نہ کرے تو میں ہالکین میں سے ہونگا۔

عمرو بن عاص کی حب مال کی ہوس بجھی نہیں:۔

ان کی سوانح حیات پر لکھی گئی کتاب کے ص ۲۶ پر لکھا ہے حب مال سے ان کا دل بھرا ہوا تھا قرآن میں حب مال کی مذمت کے باوجود عمرو بن عاص اس کا مظاہرہ کرنے میں برا محسوس نہیں کرتے تھے۔ ایک دن معاویہ ابن ابوسفیان کے دربار میں اپنے غلام وردان کے ساتھ آئے اس وقت بوڑھے اور نحیف ہو چکے تھے، وہ معاویہ ابن ابوسفیان کے سامنے اپنے ماضی کو دہرانے لگے۔ یا امیر المؤمنین دنیا میں کوئی چیز باقی نہیں رہی جسکا مزہ نہ چکھا ہو اب عورتوں کی خواہش نہیں رہی، لباس اتنا پہن چکا ہوں کوئی لباس باقی نہیں رہا، یاد نہیں کونسا زیادہ نرم تھا، انواع اقسام کے کھانے کھائے یاد نہیں کونسا زیادہ لذیز و خوشگوار تھا، عطور اتنے استعمال کیے پتہ نہیں کونسا زیادہ خوشبو والا تھا، شراب کوئی باقی نہیں رہی جو نہ پی ہو۔ معاویہ ابن ابوسفیان نے پوچھا کیا آپ کی پسند کی کوئی چیز ابھی باقی ہے۔ کہا ایسے باغات وزمین جس کے فوائد مجھے آتے رہیں۔ عمرو بن عاص مصر جیسے بڑے متمدن سابقہ تاریخ تمدن والے ملک سے خلیفہ عمر بن خطاب کو خراج نہیں دیتے تھے ان کے بعد بھی عثمان ابن غفان کو نہیں دیا، یہاں تک کہ عثمان ابن عفان نے انہیں عزل کیا، یہاں سے انہوں نے عثمان ابن عفان کے خلاف مہم شروع کی۔ ان کی وفات کے بعد ان کی متروکات کے بارے میں کہتے ہیں کہ

ستر چمڑے کی بوریاں بھرے دینار تھے۔ نبی کریمؐ ان کو اچھی طرح جانتے تھے کہ ان کے دل میں مال کا کتنا مقام ہے لہٰذا آپ نے عمرو ابن عاص سے فرمایا میں تمھیں ایسی جگہ پر بھیج رہا ہوں کہ جہاں تم فتح کرو گے اور مال غنیمت بھی بہت ملے گا، عمرو بن عاص جانتے تھے رسولؐ اللہ جانتے ہیں کہ وہ مال کا کتنا گرویدہ ہے۔ عمر وعاص نے کہا میں مال کے لیے مسلمان نہیں ہوا بلکہ اسلام کے لئے ہوا ہوں لیکن عمرو ابن عاص نے خلیفۂ مسلمین کو خراج کی ایک پائی بھی نہیں دی، اسلام ایک دین مکمل ہے صرف جنگ و سیاست نہیں، نوافل و استحباب نہیں اذکار و اوراد نہیں اور جود وسخا نہیں ہے۔ اگر کسی کو اسلام پر پورا اتر کر پوری امت کا نمونہ پیش کرنا ہے تو کسی ایک رکن اسلام پر عمل کی بجائے دیگر ارکان اسلام کے بارے میں بھی دیکھیں۔ عمرو بن عاص میں کوئی خوبی نہیں وہ تنہا میدان جنگ میں مشکلات سے نکلنے کا ماہر تھا لیکن جنگ اسلام میں ہے اسلام جنگ میں نہیں۔ انہوں نے مصر جیسے بڑے ملک سے خراج نہیں دیا یہ ایک جواب طلب بات ہے۔ جس پر عثمان ابن عفان نے ان کو والی کے عہدہ سے ہٹایا چنانچہ یہ والی سے ہٹانے کے غصّے میں عثمان ابن عفان کے خلاف سازش کرنے والوں میں سے تھے، اس سازش کے نتیجے میں عثمان ابن عفان اپنے گھر میں قتل ہوئے۔ عمرو بن عاص نے علی ابن ابوطالب سے جنگ صفین میں نیرنگ شیطانی سے قرآن اٹھا کر خنثیٰ کیا اور آخر میں ابو موسیٰ اشعری کو جھوٹ اور دھوکہ دیکر معاویہ ابن ابوسفیان کو کرسئ امیر المؤمنین پر بٹھایا۔ بتائیں تاریخ میں آپ ان سب واقعات میں کس کو مسترد کریں گے۔

ابوموسیٰ اشعری

کتاب صفۃ الصفوۃ جلد ا ص ۲۸۴، ان کا نام عبداللہ بن قیس بن سلیم کتاب تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۳۱۷ پر آیا ہے عبداللہ بن قیس ہجرت سے پہلے مکہ آئے، اسلام قبول کیا پھر حبش کی طرف ہجرت کی بعض نے کہا ہے ایسا نہیں ہے وہ اپنے علاقے سے نکلے اور ان کی کشتی سرزمین حبش سے لگ گئی وہاں جعفر بن ابی طالب سے ملے، ان کے پاس رہے، ان کے ساتھ فتح مکہ کے موقع پر مدینہ آئے، نبی کریمؐ نے ان کو زبید عدن میں والی بنایا عمر ابن خطاب نے ان کو کوفہ میں والی بنایا عثمان ابن عفان نے بھی ان کو برقرار رکھا علی نے بھی ان کو برقرار رکھا۔

جب جمل کا واقعہ پیش آیا تو ابوموسیٰ اشعری نے کوفہ والوں کو علی ابن ابوطالب کا ساتھ دینے سے روکا کتاب علی ابن ابی طالب تألیف محمد رضا ص ۱۸۱ ”**یا اهل الکوفة!اطیعونی تکونوا جرثمة من جراثیم العرب یأوی الیکم المظلوم،و یأمن فیکم الخائف .ایّها الناس :ان الفتنةاذا**

اقبلت شبهت ، واذا ادبرت تبيّنت . و ان هٰذه الفتنة الباكر ة لا يدری من اين تأتی ولا من اين تؤ تی ...... و الزموا قعور البيوت . ايّها الناس : ان نائم فی الفتنة خير من القائم والقائم خير من الساعی " جب ابوموسیٰ نے لوگوں کو علی ابن ابوطالب سے روکا تو علی نے ان کو والی کے عہدہ سے عزل کیا اوران کی جگہ پر قرظة بن کعب الانصاری کو والی بنایا۔اس طرح ابوموسیٰ نے کنارہ کشی اختیار کی۔ابوموسیٰ اشعری کی صفات حمیدہ وجلیلہ میں حسن قرأت قرآن کو گنا جاتا ہے، یہاں یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ تاریخ میں حسن قرأت کا مقابلہ اس وقت سے شروع کیا گیا جب مغرب کے ایماء پر احکام قرآن کو معطل کر کے احکام وضعی کو رکھنے کا فیصلہ کیا گیا تھا،اس کو چھپانے کے لئے انہوں نے حسن قرأت کا مقابلہ شروع کیا ہے۔

جہاں جہاں قرآن کو کنارہ پر لگانے کی منصوبہ بندی کی جاتی ہے وہاں تلاوت قرآن کو رواج دیا جاتا ہے۔قرآن مقابلہ الحان کے لئے نازل نہیں ہوا۔غرض وہ صفین میں شریک نہیں ہوئے لیکن جب انہیں حکم کیلئے انتخاب کیا گیا تو وہ صفین پہنچ گئے۔جس طرح سیکولر ملک میں جسٹس صاحبان بعض اوقات بنے بنچ سے معذرت کرتے ہیں کہ یہاں انصاف نہیں ہوگا۔ابوموسیٰ اشعری نے لوگوں کو علی کا ساتھ دینے سے روکا تھا وہ ازخود کہہ سکتے تھے میں یہاں نہیں بیٹھ سکتا، میں یہاں حکم نہیں بن سکتا،لیکن انہوں نے بغیر کسی چون و چرا یہاں قاضی بننا قبول کیا۔انہوں نے بغیر کسی تمہید کے امت اسلامیہ کو لاحق مشکلات کا ذکر کئے بغیر عمرو ابن عاص سے کہا کیا آپ کوئی ایسا کام کریں گے جو امت کی مصلحت میں ہو تو عمرو بن عاص نے کہا وہ کیا ہوسکتا ہے تو ابوموسیٰ نے کہا عبداللہ بن عمر کو خلیفہ بنائیں۔عمرو بن عاص نے کہا آپ کی میرے بیٹے عبداللہ کے بارے میں کیا رائے ہے یہ ہے ان دو قاضیوں کی امت سے خیانت کا آغاز۔خلیفہ تجربہ کار عمر ابن خطاب اپنے بیٹے کے سر واخفی سے عارف تھے اسے نالائق و نااہل سمجھتے تھے لیکن ابوموسیٰ اشعری نے ان کا نام دیا، یہ جو کہتے ہیں وہ عمرو عاص کے دھوکے میں آئے ہیں یہ سو فیصد صحیح نہیں بلکہ بغض علی بھی اس میں شامل ہے۔ بہر حال جانبداری کی گئی۔عمرو بن عاص اور ابوموسیٰ اشعری دونوں علی سے دشمنی میں اتحاد رکھتے تھے انہیں معلوم تھا بلکہ یقین تھا عمرو بن عاص معاویہ ابن ابوسفیان کی جانب داری کرتا ہے پھر بھی اس کی بات میں آئے۔ابوموسیٰ اشعری نے اس ظالمانہ جانب داری میں عمداً علی کے خلاف بغیر کسی سند آیت و عمل رسولؐ کے علی کو اس منصب کیلئے نااہل قرار دیا اوران کے خلاف فیصلہ سنا کر اس انسان کو لائق وسزاوار قرار دیا ہے جو اس منصب کا اہل نہیں تھا۔

اگر چہرۂ رسولؐ اللہ دیکھنے کی وجہ سے اسلام کی تاریخ اور اسلام کا عمداً رخ موڑنا بھی ان کیلئے معافی اور باعث استثناء بن سکتا ہے تو زرداری، نواز، شہباز، پرویز گیلانی وغیرہ کے خلاف کیوں مقدمات پر مقدمات بناتے ہیں، اگر یہ لوگ مجرم ہیں تو وہ لوگ بھی مجرم اسلام ہیں، اسلام سے پہلے کے گناہ تو معاف ہو سکتے ہیں لیکن اسلام لانے کے بعد کے اعمال معاف نہیں ہوتے، ان کے اعمال کی قضاوت دو مواقع پر ہوتی ہے ایک یوم آخرت میں ہوتی ہے جہاں قاضی خود اللہ ہے ﴿لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّار﴾ (غافر۔۱۶) وہاں کی عدالت کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے ہیں حسب فرمان مسیح ابن مریم ﴿اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبادُکَ﴾ (مائدہ۔۱۱۸)۔دوسری عدالت نبی کریمؐ کا لایا ہوا نظام قضاوت ہے جس میں معافی و شفاعت نہیں چلتی ہے۔اس کا معنی یہ نہیں کہ ہم اپنی طرف سے اس کو واصل جہنم کریں یہ اختیار اللہ نے کسی کو نہیں دیا ہے، ہمارا مطلب یہ بھی نہیں کہ ان پر سب وشتم اور گالیوں کے تیر برسائیں اسی پر اکتفاء بھی نہیں کیا یہاں تک یہ مطلب بھی نہیں بدعت اجتہاد کے ذریعے غفران صلیبی بھی جاری کیا۔فرقوں کی تاریخ سیاہ ہے دونوں کے اربابوں کی تاریخ سیاہ ہے وہ اپنے بزرگوں کے سیاہ چہرے کو چھپانے کیلئے بے قصور یاران محمدؐ کو نشانہ بناتے ہیں۔ابوموسیٰ نے ۴۴ھ میں مکہ میں وفات پائی۔

قرآن کریم میں قضاوت:۔

بعد از اقامۃ حکومت حق اقامۃ قسط ہے جیسا کہ سورہ حدید آیت ۲۵ میں آیا ہے اقامۃ عدل وقسط انبیاءعظام کا دوسرا منصب ہے، یہ منصب اللہ سبحانہ نے داؤد نبی کو عنایت کیا، منصب قضاوت میں علاوہ بعلم شریعت اور علم بحیل حیلہ گران تقلب گران بھی ہونا ضروری ہے چنانچہ اللہ نے اپنے نبی داؤد سے ایک امتحان لیا جس میں داؤد نبی ناکام ہوگئے۔ جہاں ایک مدعی نے غریب بن کر ایک غنی صاحب دولت کے خلاف دعویٰ دائر کیا۔داؤد نبی نے بغیر تحقیق غریب کے بیان پر اس کے حق میں فیصلہ دیا، جیسے ہم عدالتوں میں دیکھتے ہیں عام طور پر عورتیں بچے عدالتوں میں گریہ وزاری یا شور وشرابہ یا قدرت بیانی سے قاضی سے فیصلہ کرواتے ہیں سورہ ص آیت ۲۳، ۲۶۔سلیمان نے اسے اپنے والد داؤد کا ایک فیصلہ ناقص قرار دیا کیونکہ اس سے بہتر بھی ہوسکتا تھا چنانچہ حضرت سلیمان نے اپنے باپ داؤد سے بھی بہتر فیصلہ پیش کیا سورہ انبیاء آیت ۷۸، حکم جائز ناجائز ادائے واجبات مخصوص مخاطبین ''**یا ایُّھا الذین آمنو**'' کے لئے ہے لیکن عدالت مومن وکافر دونوں کے لئے برابر ہے سورہ مائدہ ۲ سورہ النساء آیت ۱۰۵۔منصب قضاوت حاکم اعلیٰ کا دوسرا منصب ہے وہ اپنی صوابدید پر کسی کو انتخاب کرتا ہے، یہاں قاضی کی اہمیت حاکم سے مربوط ہے، حاکم کس کو انتخاب کرتا ہے۔

قاضی میں بنیادی صلاحیت فصل خصومات میں دقت و باریک بینی سے تمام تر توجہ رفع خصومات میں ہے۔ تاریخ اسلام میں اس سلسلے میں بعض شخصیات بڑی مہارت کی حامل نکلیں ہیں۔عمرو ابن عاص ابوموسیٰ اشعری والی ہونے کے حوالے سے قاضی تھے یہ دونوں قیادت عسکری میں مہارت کے حامل تھے والیان اگر خود صلاحیت قضاوت نہیں رکھتے یا اپنی مصروفیات کی وجہ سے اس شعبے کو وقت نہیں دے سکتے تو کسی اورزیادہ لائق عالم دین کو قاضی انتخاب کرتے ہیں،عمروبن عاص یا ابوموسیٰ والی تھے،منصب قضاوت میں ان سے کوئی قابل ذکر چیز تاریخ میں نہیں آئی جو چیز ان کی تاریخ قضاوت میں سامنے آئی ہے وہ خود ان دونوں کے چہرے سیاہ کرنے کے علاوہ تاریخ قضاوت اسلامی کوسیاہ کرنے کا باعث بنی ہے۔

جنگ صفین میں جولوگ معاویہ ابن ابوسفیان سے جنگ روکنے کے لئے علی ابن ابوطالب کے پاس آئے وہ علی ابن ابوطالب کے لشکر میں سے آئے تھے وہ علی ابن ابوطالب کولشکر سمیت معاویہ ابن ابوسفیان کے حوالے کرنے کی باتیں کرنے لگے۔جیسے آج کل کے سیاسی وسماجی فرقے دھرنوں میں کرتے ہیں یا جیسے آج کل کے سیکولروں اورقرآن کوزیر پا کرنے والوں نے ختم قرآن کی محافل کا انعقاد شروع کیا ہے ،اسی طرح انھوں نے علی کومجبور کیا کہ جنگ بند کریں اور حکم قرآن پراتریں۔انہوں نے اپنی طرف سے علی مخالف شخص کوعلی پرٹھونسا۔پھر جلد ہی اپنی غلطی کا اظہار کیا اوراپنی طرف سے ٹھونسی ہوئی بات پرعلی کوتوبہ کرنے کا کہا اور کہا کہ ہم نے بھی غلطی کی اور آپ نے بھی غلطی کی ،اورعلی سے توبہ کرنے پر اصرار کیا۔علی معاہدے کے تحت ان سے جنگ نہیں کرسکتے تھےلیکن وہ اب یہ بات کہنے لگے کہ یہ ایک بڑا گناہ ہےاس پرتوبہ کرنا ہے، جس کی بیعت واطاعت میں تھےاس سے نکلنے کی وجہ سے انہیں مارقین کہتے ہیں،آخر میں انہی میں سے تین افراد نے مکہ میں جاکرعہد و پیمان باندھا کہ علی ومعاویہ اورعمروبن عاص کوقتل کریں۔عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی کوفہ میں آیا،اشعث بن قیس کا مہمان بنا،۱۷رمضان ۴۰ھ کومسجد کوفہ میں فجر کے وقت علی کوقتل کے لئے ضربت ماری اورانہیں شدید زخمی کردیا۔علی نے وصیت کی''**الا لا يقتلن الا قاتلي فاضربه ..واحده**''

نہروان:۔

یاقوت حموی کے معجم بلدان جلد۵ص۳۲۴ میں آیا ہے''نہروان''،جمع نہر،تین نہروں پر مشتمل ہے یہ جگہ اعلیٰ ،اوسط اوراسفل آبادی پر مشتمل ہے جو بغداد اور واسط کے درمیان واقع ہے حداعلیٰ بغداد سے متصل ہےاس میں چندشہر آتے ہیں یہاں امیر المؤمنین علی کی خوارج کے ساتھ جنگ ہوئی۔اس لئے اس جنگ کو نہروان کہتے ہیں۔یہاں جمع ہونے والے پہلے علی کے لشکر کا حصہ تھے جنہوں نے بعد میں عصیان ونافرمانی

کی پھر خود آپ کے خلاف خروج کیا اس لئے انھیں خوارج کہتے ہیں۔ یہ وہ پہلا فرقہ ہے جو مرکز اسلام پر حملہ آور ہوا ہے۔ یہ تاریخ اسلامی میں دہشت گردی کا بنیاد گزار فرقہ ہے۔ یہ اسلام کے ستون کو منہدم کرنے والا اور دلیل و منطق کی جگہ گالی گلوچ اور سب وشتم استعمال کرنے والا گروہ ہے۔ فرقوں کا ان سے گہرا رشتہ ہے لہٰذا ان کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ وہ زہاد وعباد تھے ان کی زبان سے ان کی مذمت کم ہوتی ہے۔ شیعہ سنی دونوں ایک دوسرے پر نقد وطعن پر تلے ہوئے ہیں لیکن دونوں خوارج کا نام لینے سے گریز کرتے ہیں محسوس ایسا ہوتا ہے خوارج ان کے جدامجد ہیں۔ خوارج کے مشیر اعلیٰ، پناہ گاہ ومسافر خانہ وترجمان ووکیل اشعث بن قیس رہا ہے۔ ان کے اہداف یہ رہے ہیں۔

۱۔ مسلمانوں کو سب وشتم کرنا ۲۔ مسلمانوں کو قتل کرنا ۳۔ اپنے واجب الاطاعہ امام کے خلاف بغاوت کرنا ۴۔ عامۃ المسلمین سے رشتہ توڑنا

۵۔ عظمت اسلام کو متزلزل کرنا

خوارج:۔

خوارج کی جو تعریف فرق نویسوں نے کی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے، فرق نویسوں کا خوارج سے گہرا رشتہ تھا گویا کوئی شخص اپنے خاندان کے کسی مطعون شخص کا تعارف کرتے وقت انتہائی احتیاط سے کرتا ہے۔ فرق نویسوں نے بھی ایسا ہی رویہ اپنایا ہے اور اسے ایک قصہ پارینہ قرار دے کر کہتے ہیں، اب وہ ختم ہو چکے ہیں، یہ ان کی ظاہر الصلاح عبادت گزاری صوم وصلوۃ اور تلاوت قرآن کی تعریف کرتے ہیں۔ اگر کوئی ان کا واقعی تعارف پیش کرنا چاہتا ہے تو اسے کہنا چاہیئے کہ یہ ایک گروہ ان پڑھ بلکہ احمق وبدو جماعت تھی۔ قرآن میں ایسے لوگوں کو اعراب کہا گیا ہے وہ کسی کی بات کو سنتے نہیں تھے پس ایک ہی بات کے مطالبہ پر اصرار کرتے ہوئے انہوں نے مجد وعظمت مسلمین پر انتہائی شقاوت وقساوت سے پر مارٹر برسائے، خوارج اپنے آغاز سے ظہور فرق تک مختلف جگہوں پر قتل وکشتار وغارت واسارت میں مصروف رہے۔

کتاب امام علی، محمد رضا رشید صفحہ ۱۶۹ پر آیا ہے جب دومۃ الجندل میں علی کو امیر المومنین سے عزل کرنے کی خبر مبتکرین فتنہ کو پہنچی تو وہ اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے عبداللہ بن وہاب راسبی کے پاس گئے اور اپنوں میں سے کسی کو قائد منتخب کرنے کا کہا۔ آخر میں خود عبداللہ ابن وہاب راسبی کو منتخب کیا اور نہروان گئے۔ یہ خبر امیر المومنین کو اس وقت پہنچی جب آپ دوبارہ شام جانے کے لئے آمادہ ہو چکے تھے۔ اسی دوران خوارج نے فتنہ کی آگ کو روشن کیا اس کا آغاز خباب بن ارت اور ان کی زوجہ کے قتل سے کیا۔ یہاں سے علی شام کی

بجائے نہروان کی طرف متوجہ ہوئے، جنگ سے پہلے انہیں مذاکرات کی دعوت دی تو انہوں نے کہا جب آپ نے حکمین قبول کیا تھا تو اس وقت ہم اور آپ کافر ہو گئے تھے ہم نے توبہ کی ہے آپ بھی توبہ کریں ورنہ ہم آپ سے جنگ لڑیں گے۔

بعد میں جب معاویہ ابن ابوسفیان کے نمائندہ زیاد بن ابیہ اور شمرہ بن جندب نے ان کو قبرستانوں اور زندانوں میں بھیجا، بعض روپوش ہوگئے، منظر عام سے دور ہوگئے۔ ان کی جگہ خود مختار صوبے بنانے والے آگے آئے۔ جب مغرب دیار مسلمین پر قابض ہوا تو انہوں نے مختلف تنظیمیں اور جماعات فکر خوارج پر وجود میں لائیں، کسی کو تنظیم کا نام دیا کسی کو یونین، کسی کو خواتین کے حقوق کا نام دیا کسی کو سیاسی تنظیم واحزاب کا نام دیا اور کسی کو مذہبی تنظیم کا نام دیا۔ گرچہ ظاہری طور پر ہر ایک کا منشور مختلف نظر آتا تھا لیکن وحدت ہدف سب کا ایک نظر آتا ہے۔ ملک میں حکومتی وعوامی مراکز میں حکومتی آدمیوں اور عام شہریوں کو بغیر کسی تمیز کے مارا گیا وہ جو امن میں تھے یا جنہوں نے امان پائی ان میں سے اکثر فرار ہو گئے باہر والوں کو یہاں قیام امن اور ترقی و تمدن کے نام سے مداخلت کا موقع دیا گیا تو انہوں نے غیروں کی ثقافت کو یہاں رواج دینا شروع کیا۔ ہمارے ملک میں امامیہ کے نام سے بننے والی تنظیموں نے انگلش میڈیم سکول کھولے، ملک میں انگریزی نظام تعلیم کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے مجد عظمت مسلمین، وحدت امت، اقتصاد مسلمین، اور علمی مراکز مسلمین کو نشانہ بنایا۔ یہ سب کچھ خوارج کے نقش قدم پر کیا ہے اس لئے اب خوارج کی مذمت کم ہوتی ہے، اب اسلام کو اوپر سے نیچے کرنے کے لیے خاص کر بے دین اور لا پرواہ سیکولروں کو قاری قرآن کا شرف و لقب دیا اور اندر سے خالی لوگوں کو صلحاء، عباد وعبادت گزار کا لقب دیتے ہیں۔

اشعث بن قیس:۔

اشعث بن قیس کے بارے میں امیر المؤمنین نے فرمایا ''**ما یدریک ما علی مما لی! حائک ابن حائک ! منافق ابن کافر! و الله لقد اسرک الکفر مرة و الاسلام اخریٰ**'' (خطبہ۔۱۹) اس نے اسلام لانے سے پہلے اپنی قوم کے ساتھ ایک دفعہ خیانت کی تھی، پھر اسلام لایا پھر مرتد ہو گیا۔ پھر اسیر ہو کے آیا پھر اس نے قائد لشکر پیادۂ امیر المؤمنین سے نکل کر خوارج کے پرچم تلے جا کے معاویہ ابن ابوسفیان سے صلح کرنے پر مجبور کیا نیز علی کو ابوموسیٰ اشعری کو حکم انتخاب کرنے پر بھی مجبور کیا بعد میں خوارج کی قیادت میں ملجم مرادی کے ساتھ تعاون کر کے علی ابن ابوطالب کو قتل کیا اس کے بعد اس نے امام حسن کو زہر دینے میں بھی تعاون کیا پھر بھی رضی اللہ عنہ ہے اور کہتے ہیں ان کی برائیاں مت گنیں۔

مسلمانوں میں جاری سیاہ کاریوں کے بارے میں پیش گوئیاں:۔

جتنے جرم و جنایات اسلام و مسلمین کے خلاف ارتکاب کئے گئے ہیں ان کیلئے نبی کریمؐ سے منسوب جھوٹی پیش گوئیاں گھڑی گئیں۔

۱۔میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔

۲۔بعض ذوات پاک کے ساتھ بعض مخدوش شخصیات کے جنتی ہونے کی خبریں۔

۳۔نبی کریمؐ نے فرمایا'' **فئه باغيه** ''علی سے جنگ کریں گے۔

۴۔زبیر بن عوام سے فرمایا اس دن کیا ہوگا جس دن تم علی کے خلاف لڑنے جاؤ گے۔

۵۔ام المومنین عائشہ سے فرمایا اس وقت کیا کروگی جب حوب کے کتے تم پر بھونکیں گے۔

۶۔معاویہ بن ابوسفیان کے بارے میں فرمایا، بنی امیہ میرے منبر پر چڑھیں گے۔

۷۔مرجئہ، قدریہ، معتزلہ پر لعنت۔

کیا ان پیشگوئیوں سے مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

۱۔ان شخصیات کی تاریخ میں کہیں بھی کوئی مثبت اثر پڑا، اس فتنہ میں کودتے وقت کوئی تردد یا خوف آیا تھا۔

۲۔نبی کریمؐ نبی الرحمۃ تھے، آپ امت کیلئے مہربان تھے، دنیا میں کوئی قائدین نہیں گزرے جنہوں نے عوام کی بدبختی کی اتنی پیشگوئیاں کی ہوں جبکہ ان سے کوئی فائدہ نہ ہونا تھا نہ ہوا۔

۳۔نبی کریمؐ غیب نہیں جانتے تھے، غیب مختص ذات باری تعالیٰ ہے ﴿وَ عِنْدَهُ مَفاتِحُ الْغَيْبِ لا يَعْلَمُها إِلَّا هُوَ وَ يَعْلَمُ ما فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ ما تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُها وَ لا حَبَّةٍ فِي ظُلُماتِ الْأَرْضِ وَ لا رَطْبٍ وَ لا يابِسٍ إِلَّا فِي كِتابٍ مُبِينٍ﴾ (انعام۔۵۹)۔نبی کریمؐ علم غیب نہیں جانتے تھے اللہ نے ان سے اعتراف کرایا کہو میں علم غیب نہیں جانتا ہوں۔ ﴿قُلْ لا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعاً وَ لا ضَرًّا إِلَّا ما شاءَ اللَّهُ وَ لَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَ ما مَسَّنِيَ السُّوءُ﴾ (اعراف۔۱۸۸) ﴿وَ لا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزائِنُ اللَّهِ وَ لا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَ لا أَقُولُ إِنِّي مَلَكٌ﴾ (ھود۔۳۱)۔

۴۔اگر علی ابن ابوطالب کو نبی کریمؐ کی پیش گوئیوں سے غیب کی کوئی خبر ملی ہوتی تو ابوموسیٰ اشعری

کووالی نہ بناتے ،اشعث بن قیس کوقائدلشکرنہ بناتے ،اورخوارج کواپنےلشکر میں نہ رکھتے۔

۵۔نبی کریمؐ کے نام سے پیش گوئیاں جعل کی گئی ہیں یہ آیات محکمات نص قرآن کریم کے خلاف ہیں۔نبی کریمؐ سے منسوب پیش گوئیوں نے مشرکین مکہ کے نبی کریمؐ پرالزامات کوثابت کیا جہاں وہ لوگ نبی کریمؐ کوکاہن کہتے تھے،اسی طرح علی ابن ابوطالب سے منسوب پیش گوئیاں اسی سلسلے کی کڑی ہیں۔نہج البلاغہ خطبہ ۷۹ میں اس قسم کی غیب گوئی کرنے والوں کوکاہن ونجومی کہا گیا ہے''**ایھا الناس،ایاکم وتعلم النجوم،الا ما یھتدی بہ فی بر او بحر،فانھا تدعو الی اکھانۃ ، والمنجم کالکاھن و الکاھن کالساحر والساحر کالکافروالکافر فی النار!**''۔

۶۔علی مبشرین جنت میں سے تھے، امیرالمومنین کے خلاف اعلان جنگ کرنے والےزبیروطلحہ بھی مبشرین جنت تھے۔حکیم بن حزام جوشوکت وعظمت فتح مکہ کے موقع پرابوسفیان کے ساتھ ایمان لائے تھے ان کوقرآن نے مؤلفۃ القلوب بتایا ہےان کوبھی مبشرین جنت قراردیا،ابوسفیان بن حارث ۲۰ سال نبی کریمؐ کے خلاف ہجوکرنے والےبھی مبشرین جنت تھے،سعد بن وقاص کوفہ میں عثمان ابن عفان کی طرف سے والی بنے تو بیت المال سے قرضہ لے کرواپس نہیں کیا توعثمان ابن عفان نے انہیں عزل کیا توعثمان ابن عفان کےمخالف ہوگئے۔وہ بھی مبشرین جنت بن گئے۔

۷۔آل پرعلیہ السلام اصحاب پررضی اللہ عنہ لگا کران تین جنگوں کے قاتل ومقتول،باغی اور باغی علیہ دونوں کوجنتی بنایا ہے کیاامیرالمومنین کے ساتھی اوران کے خلاف جنگ کرنے والے دونوں اسلام میں مکرم ومحترم ہیں۔کیاعلی پرالزام تراشی کرنے والے،علی کا ساتھ دینے والوں کوروکنے والےاوربغیرسندشرعی خاص وعام حل وعقد کے منتخب خلیفہ کو ہٹانے والے دونوں سے اللہ راضی ہے؟ اس میں اور یونان کے فسطائیزم میں کیافرق ہے؟سب نبی کریمؐ پرافتراءہے۔

۸۔نبی کریمؐ یہ نہیں جانتے تھے کہ کون جنت جائے گا۔﴿ **وَ ما أَدْری ما یُفْعَلُ بی وَ لا بِکُمْ إِنْ أَتَّبِعُ إِلاَّ ما یُوحی** ﴾(احقاف۔۹)۔

۹۔قرآن کریمؐ میں دوایسےکلمات تکرار سے آئے ہیں جن پرتوجہ دیناضروری ہے، دیندارلوگ اگرآخر میں برےاورکافرانہ ومنافقانہ اعمال انجام دیں تو ان کے اعمال حبط ہوجاتے ہیں اور وہ بروزمحشر جہنم میں جائیں گےبعض گناہگاراچانک توبہ کرتے ہیں اورمرجاتے ہیں توجنتی بن جاتے ہیں۔

علی ابن ابی طالب:۔

اس نام سے دوعلی ابن ابی طالب ہیں ایک جس کی تاریخ پیدائش نہیں بلکہ ظہور ہوا ہے خلقت عالم سے پہلے موجود تھے، وہ علوم اوّلین وآخرین کے حامل تھے وہ لوگوں کیلئے حلال مشاکل حتیٰ کل انبیاء کے حلال مشاکل تھے،اللہ نے نبوت ان کیلئے بھیجی تھی لیکن (نعوذ باللہ) جبرئیل نے خیانت کر کے محمدؐ کو دے دی۔اصل میں علی ہی نبی ہیں اور محمد علی کے مبلغ ہیں،فضائل علی فضائل محمدؐ سے زیادہ ہیں۔دین کی ابتداء اور انتہاء دونوں انہیں پر ہے،ان سے محبت ہی اصل الاصول ہے اس کا خلاصہ ''یاعلی مدد'' ہے۔ان کو موت نہیں آئی بلکہ ملجم مرادی نے علی کے شبہ میں کسی کو مارا ہے جبکہ علی ملاء اعلیٰ میں پرواز کر گئے ہیں،اس کے باوجود نجف میں ان کے نام سے مرقد ہے،ان کی مرقد لاعلاج امراض کیلئے شفاء خانہ بتاتے ہیں اور اس سے پیسہ کماتے ہیں۔ان کی محبت کے بعد معصیت وگناہ نقصاندہ نہیں ہوتے ان سے بغض وعداوت کے ساتھ اطاعت فائدہ مند نہیں ہے۔کل قرآن ان کی مدح میں نازل ہوا ہے یعنی قرآن آئین حیات نہیں بلکہ قصیدہ علی ہے ''**اهدنا الصراط المستقيم**'' علی کی راہ پر قائم رکھنے کی دعا ہے۔جبکہ علی اسوۃ نہیں،اسوۃ صرف رسول اللہؐ ہیں۔ ﴿إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ☆عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾(یسین۔۳،۴))

یہ علی ابن ابوطالب آسمان وزمین پر تصرفات غیر محدود رکھتے ہیں اور مظہر العجائب ہیں، یہ علی خلیفہ بلافصل ہے،خلفائے ثلاثہ ان کی خلافت کے غاصب ہیں،علی قاتل ابطال عرب ہیں، فاطمہ زہراء کی نظر میں علی بزدل تھے،علی ابن ابی طالب منصوص من اللہ ہے لیکن نص قرآن میں نہیں فرمان رسولؐ میں بھی نہیں ہے انصار ومہاجرین حتیٰ خود علی کو بھی پتہ نہیں ہے کہ یہ علی عالم الغیوب ہیں لیکن اپنی رعیت میں موجود منافقین جنہوں نے آپ کو گھٹنے پر بٹھایا، آپ ان کو اپنا لشکر سمجھتے تھے۔ یہ علی ید اللہ،لسان اللہ اور وجہ اللہ ہیں گویا کہ علی ہی اللہ ہے ان کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے۔اس علی کو جن وبشر نے نہیں دیکھا گویا کہ ان کا وجود افسانوی وعنقائی وجود ہے۔

علی ابن ابوطالب اس فتنے میں ایک مرکزی کردار کے حوالے سے نشانہ بنے، دیکھنا ہوگا کہ وہ کس حد تک اس فتنے میں کردار رکھتے تھے،علی کی عظمت وبزرگی، جوانمردی،خودداری،فرض شناسی اور اوصاف حمیدہ وفضائل مثالیہ کو سیاہ دکھانے والے محبت کے نام سے علی کیلئے غیر معقول وغیر دینی وغیر قرآنی اور غیر پسندیدہ فضائل جعل کرتے ہیں،انہوں نے علی کے اوپر چادر سیاہ عصمت چڑھائی کہ علی سے غلطی نہیں ہوسکتی، علی ہی اصلی ہے،اللہ نے جبرئیل کو علی کو نبوت دینے کیلئے بھیجا تھا لیکن جبرئیل کو اشتباہ ہوا تو محمدؐ کو دے دی

بلکہ علی خود اللہ ہے "**یتصرف کیف مایشا**"کرتے ہیں قاتل بھی خود پیدا کرتے ہیں اور مقتول بھی خود بناتے ہیں۔

جس نے کہا ہے اللہ نے غلطی کی تو اس کی سزا، سزائے موت ہے، جو بھی کہے علی نے غلطی کی اس کے دانت توڑ نا چاہئیں لیکن ہم یہاں اس علی کے بارے میں بات ہی نہیں کرتے بلکہ ہم اس علی کے بارے میں بات کرتے ہیں جس کے کلمات وخطبات اور خطوط بلیغ کو شریف رضی متوفی ۴۸۰ھ نے نہج البلاغہ کے نام سے جمع کیا ہے لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ یہ علی کے دشمن نے لکھی ہے تو علی کے دوست کے لکھے ہوئے مجموعہ خطب شاہ شمس تبریزی صوفی حلولی کی کفریات کا ترجمہ ہے ان خطوط وکلمات کو سامنے لانا پڑے گا۔علی کے دشمن وہ ہیں جنہوں نے علی کو وارث فلاسفہ یونان ومصر وچین وہند بنایا ہے۔

علی اخوانی:۔

یہ علی اخوان الصفاء والوں کی اختراع ہے جس میں اساس فضیلت ایمان کی جگہ علم کو بتایا ہے۔پھر تمام علوم کونیات ،فزک ،کیمسٹری ،جیولوجی غرض علوم اوّلین وآخرین کی برگشت علی کی طرف کی ہے،ان کی مراد علی سے وہ علی ہے جنہیں وہ خلیفہ بلافصل کہتے ہیں،انھوں نے اس کے لیے فضائل ومناقب گھڑے ہیں۔ آج روشن خیال علم کی پوجا کرتے ہیں۔انہیں علی امیر المومنین چہارم مسلمین سے بہت عداوت وبغض ہے انہوں نے سوچا کہ ان سے اسلام کا پروانہ بننے کا انتقام کس طرح لیا جائے؟ تو ان کے اذہان ابلیسی میں یہ آیا اس کو افسانہ اور نا قابل فہم عنقاء بنایا جائے ،اس کیلئے انہوں نے علی کو مصدر علوم بنایا تا کہ غلط ہونے کی صورت میں خود بخود افسانہ بن جائیں ،کیونکہ علم کے تین ادوار گزرے ہیں پہلا دور علی کی پیدائش سے پہلے بلکہ میلاد مسیحی سے بھی پہلے ہزاروں سالوں سے دنیا میں جاری علوم ہیں جن میں ستارہ ،زمین ،حیوان ،نباتات شناسی وغیرہ کے علوم جو یونان ،مصر ،چین اور ہندوستان وغیرہ میں رائج تھے ان علوم کے مبتکر علی نہیں تھے ،دوسرا دور اسلام کے بعد سے ستر ویں صدی تک کا دور ہے اس دور میں دیگر دنیا میں رائج علوم کا عربی میں ترجمہ ہوا ہے ان مترجمین کا نام تاریخ میں آیا ہے ان میں سے ایک خالد بن یزید ہے ان کے بعد مسلمانوں میں تفریق کی بنیاد ڈالنے والے معتزلہ واصل بن عطاء اور ان کی جماعت ہے،تیسرا دور ستر ویں صدی سے بیسویں کا دور ہے یہاں سے ان علوم کی ترقی صعودی کا دور شروع ہوا لہذا علی ان علوم کے نہ تو مبتکر ہیں اور نہ ہی توسیع وترقی کرنے والے۔انھوں نے اس کا قہرمان نام علی رکھا تا کہ دین کو جب چاہیں ہوا میں اڑائیں سراب وافسانہ وہمیات بنائیں ،کیونکہ علوم میں تمام علوم بغیر کسی استثناء صحیح اور غلط سے مخلوط ہوتے ہیں ،علم ثابت نامی کوئی چیز

نہیں افلاطون اور ارسطو کے فلسفہ کا جنازہ اٹھا کر سمندر میں پھینکا گیا۔علی کے علم کے بارے میں وارد تمام روایات باطنیہ اور اخوان الصفاء نے گھڑی ہیں۔علی پروردہ رسولؐ کے حوالے سے صرف عالم شریعت محمدؐ تھے۔اگر علی دیگر دنیا میں رائج علوم کے مبتکر تھے تو ان کے علوم ان کے نام سے موسوم درسگاہوں کے نصاب میں شامل کیوں نہیں جبکہ ان کے نام سے چلنے والی درسگاہوں میں شعوبین افلاطون،ارسطو اور سینیوں کی لکھی کتب پڑھاتے ہیں۔

باطنیہ نے ایک غیر متوقع غیر متصور سمت سے علی پر حملہ کیا تاکہ علی کو مردان حق کی فہرست سے خارج کر کے افسانوی وعنقائی اور دیومالائی شخصیت پیش کیا جا سکے،علی اور فلسفہ یونان ومصر اور جدید ملتشفین میں موازنہ ومقابلہ چلتا رہے۔باطنیہ کی عناد ودشمنی سے بافندہ فضائل ومناقب کو بومان علی مجوسی اور بازلی نے فارسی اشعار میں سراہا ہے اور برصغیر کے شعراء غاؤن دبیر وانیس اور شاہ عباس نے انھیں مقامی زبان میں فروغ دیا اور اسکے لئے میلادیں اختراع کی ہیں اور کذب وافتراء سے بھرے حقائق مسخ کرنے والے کلمات کو ان کے فضائل میں پیش کیا ہے۔ انہوں نے علی ابن ابوطالب کو ایک ناقابل تعریف ، ناقابل استفادہ، ناقابل استدلال علم کا حامل پیش کیا۔اسی طرح کہا علی شاعر تھے،علی کے نام سے بنائے گئے دیوان شعری کو حروف تہجی کی ترتیب سے پیش کیا تاکہ اس علی کے نام سے قرآن اور محمدؐ دونوں کو مسترد کریں تاکہ لوگ کہیں کہ علی شعر گوئی میں قرآن کے پابند نہیں تھے وہ شعر گوئی کرتے تھے۔انہوں نے علی کے نام سے علم جفر اور جامعہ کتاب امام علی بنائی اور انہیں جامع علوم اوّلین وآخرین پیش کیا، جبکہ یہ وہی علی تھے جن کو اپنے نمائندوں کی خیانت کا علم نہیں تھا۔علی کے دوست کون کون تھے اور دشمن کون اس کا ایک تعارف خود دشمنوں نے کیا ہے وہی تعارف جو بالاسطور میں آیا ہے جو سب سے زیادہ اسلام ومسلمین کا دشمن ہے۔ایک تعریف خود علی نے کی ہے جسے رضی شریف نے نہج البلاغہ کے کلمات قصار میں جمع کیا ہے علی فرماتے ہیں۔" **وان ولی محمد من اطاع الله و ان بعدت لحمته، و ان عدو محمد من عصی الله وان قربت قرابته** "(کلمات قصار۔۹۰)،آیت قرآن ہے﴿إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَ هَذَا النَّبِيُّ وَ الَّذِينَ آمَنُوا وَ اللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ﴾(العمران۔۶۸)

دوسرا علی ابن ابی طالب:۔

بعثت سے دس سال پہلے کعبہ میں پیدائش ہوئی لیکن یہ کوئی فضیلت نہیں کیونکہ حکیم بن حزام اور ان کے بعد بنی امیہ کے ایک خلیفہ سمیت کئی مشرکین کعبہ میں پیدا ہوئے ہیں۔علی کی کعبہ میں ولادت کو اٹھانا علی

کی فضیلت نہیں بلکہ مقصود و مطلوب تو ہین کعبہ ہے۔ بعثت سے پہلے عارض قحط سالی کے موقع پر حضرت محمد ﷺ نے علی کو اپنی کفالت میں لیا۔ جب آپ مبعوث برسالت ہوئے تو حضرت خدیجہ کو آپؐ کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کے عرض کیا یہ کیا ہے تو رسول اللہؐ نے فرمایا یہ اللہ کا دین ہے۔ اللہ نے مجھے نبی و رسول بنا کر مبعوث کیا ہے، میں آپ کو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور تمام اسباب وعوامل شرک کو چھوڑنے کی دعوت دیتا ہوں۔ محمد رضا رشید لکھتے ہیں علی نے فرمایا میں تنہائی میں فیصلہ نہیں کرسکتا ابو طالب سے پوچھوں گا، پیغمبرؐ کو احساس ہوا کہیں راز فاش نہ ہوجائے کہا اگر آپ کو قبول نہیں تو کسی کو بتانا نہیں یہ بات راز میں رکھنی ہے۔ رات گزرنے کے بعد علی ابو طالب سے پوچھے بغیر پیغمبرؐ پر ایمان لائے، اس وقت آپ حد بلوغ کو بھی نہیں پہنچے تھے۔ جب نبی کریمؐ نے مدینے کی طرف ہجرت کی تو آپ کو امانتیں واپس کرنے اور اہل خانہ کے لئے امین و مامون چھوڑ کے گئے تاکہ امانتوں کو واپس کریں اور اہل خانہ کو مدینہ پہنچائیں چنانچہ نبی کریمؐ آپ کی آمد تک قبا میں انتظار کرتے رہے۔ مدینہ میں فاطمہ زہراء کو آپ کے عقد میں دیا، علی نبی کریمؐ کی تمام جنگوں میں سوائے تبوک کے شریک رہے اور خندق و خیبر جیسے بعض خطرناک اور لرزہ براندام مواقع پر آپ نے شجاعت کے ساتھ استقامت کا مظاہرہ کیا، جنگ تبوک جو تمام گذشتہ جنگوں کی نسبت خاصی اہمیت کی حامل جنگ تھی جس میں شرکت کا خاص اہتمام کیا گیا تھا لیکن اس میں آپ کو مدینہ میں چھوڑا، آپ افسردہ ہوئے اس پر نبی کریمؐ نے فرمایا مدینہ میں اس وقت میرا یا آپ کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔ وہ علی ابن ابو طالب جنھیں نبی کریمؐ ہجرت کے موقع پر براق، قطاع، لماع، مکشوف تلواروں کی چھاؤں میں چھوڑ آئے، خندق میں عمر بن عبدود کے مبارزے میں بار بار اصرار کے بعد اجازت دی، تبوک جاتے ہوئے مدینے میں منافقین کے نرغے میں چھوڑ آئے، عرفات میں تمام مشرکین سے اعلان برأت کے لئے بھیجا، غدیر خم کے عظیم الشان مجمع میں علی سے ولاء کا اعلان کیا، وفات کے موقع پر آپ کے چچا عباس نے علی سے پوچھا کیا میں رسول اللہؐ سے پوچھوں ہمارا اس منصب میں کوئی حصہ ہے یا نہیں تو علی نے فرمایا یہ بات پھر نہیں پوچھنا۔ دوسرا پیغمبرؐ نے بھی اس سلسلے میں کسی بھی زاویہ سے کوئی بات نہیں کی یہاں سے واضح ہوجاتا ہے یہ جانشینی کا مسئلہ حدود رسول اللہؐ سے باہر تھا اسی لئے اظہار بھی نہیں کیا، جانشینی کی سفارش نہ کرنا علی کا چچا کو منع کرنا علی کے مؤقف کی ساطعہ و قاطعہ دلیل ہے۔ مذکورہ واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریمؐ آپ پر کتنا بھروسہ کرتے تھے نیز آپ کو معمولی سی معمولی آلودگی سے بھی پاک رکھنا چاہتے تھے، آپ علی سے کتنی محبت کرتے تھے۔ علی ابن ابو طالب کے فضائل وہی ہیں جو قرآن میں مومنین کی صفات جمیلہ وجلیلہ میں بیان ہوئے ہیں؟ آپ سباق تھے، رسول اللہؐ

کے بعد علی وہ شخصیت ہیں جو مومنین کی قرآنی صفات جلیلہ کے مصداق جلی تھے جبکہ باقی جتنے سابق الذکر فضائل ومناقب ہیں وہ باطنیہ نے فضائل کے نام سے رذائل پھیلائے ہیں۔ جیسے ’’**علی باب مدینۃ العلم**‘‘، علی علم کا خزانہ ہیں یہ غیر مربوط انتساب ہے، یہ فضائل سونے کی اینٹ پر مٹی کی اینٹ جیسے ہیں۔اس قسم کی غیر عقلی باتیں وہمیات اور خیالی فضائل گھڑنا علی سے محبت میں نہیں بلکہ علی سے انتقام لینے کیلئے ہے، آپ نے خندق اور خیبر میں اس قدر جان کی بازی کیوں لگائی اگر نہ لگاتے تو انھیں اس روزگار کا سامنا نہ ہوتا۔ان کا قلق یہی ہے کہ علی نے محمدؐ کے حق میں اتنی فداکاری کیوں کی علی کے اس کردار پر باطنیہ نے ان سے انتقام لیا ہے۔ یہ سب خزعبلات اللہ کو الوہیت سے، محمدؐ کو رسالت ونبوت سے، قرآن کو حاکمیت سے گرانے اور خود علی کو ایک موجود واقعی وحقیقی سے تنزل کرکے افسانوی گھڑے گئے ہیں یہ سب نبیؐ کی توہین اور علی کو بت گردش بنانے کی سازش ہے۔

علی ابن ابی طالب مشرکین ویہود کے شجاعان کی طرح دنیا کو متاع کل نہیں سمجھتے تھے بلکہ علی دنیا کے زرق وبرق سے بے اعتنائی ونفرت برتتے تھے لہٰذا علی موت سے بھی نہیں ڈرتے تھے، آپ نے فرمایا ’’مجھے پرواہ نہیں موت مجھ پر ٹوٹ پڑے یا میں موت پر‘‘ علی صرف میدان کارزار میں شجاع نہیں تھے بلکہ زندگی کے ہر میدان میں صاحب شجاعت تھے، حالات وعوارض علی کو خم نہیں کرسکے۔

مشرکین ویہود کے شجاعان اور پہلوانوں سے نہیں ڈرتے تھے لیکن وہ لوگ موت سے ڈرتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک زندگی اسی دنیا تک محدود تھی وہ اس کا خاتمہ نہیں چاہتے تھے لیکن علی موت سے اس لئے نہیں ڈرتے تھے کیونکہ علی آخرت کی زندگی کو یہاں کی زندگی سے بہتر سمجھتے تھے۔علی اس آیت کریمہ کا مصداق کامل تھے ﴿**قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بنا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ وَ نَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَنْ يُصِيبَكُمُ اللَّهُ بِعَذابٍ مِنْ عِنْدِهِ أَوْ بِأَيْدِينا فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُمْ مُتَرَبِّصُون**﴾ (توبہ۔۵۲)۔مسلمان میدان جنگ میں اس عزم سے وارد ہوتے ہیں کہ کفر وشرک کا خاتمہ کریں یا اس راہ میں جان دے کر جنت میں جائیں۔علی ایک میدان کے پہلوان نہیں تھے جس طرح دیگر پہلوانان تاریخ ہوتے ہیں ۔ پہلوانی فریق مقابل کو نظرانداز کرنا اور اس سے بے اعتنائی برتنے کو کہتے ہیں جبکہ علی ہر میدان میں پہلوان جوانمرد تھے، لہٰذا جب ملجم نے ضربت ماری اس وقت آپ نے فرمایا ’’**فزت برب الکعبہ**‘‘.

علی ابن ابوطالب وخلافت:۔

علی ابن ابوطالب کی خلافت کے بارے میں تصورات جس پر آپ آخرین لمحات حیات کے نشیب

وفراز چہ مگوئیاں طعن وطنز آپ کو متاثر نہیں کر سکے''**کالجبل رواسی لا تحرکه العواصف ولاتزیله القواصف**''اس پر پابندر ہے جس کی مثال تاریخ اقتدار میں شاید شاذ ونادر ہو،علی اپنے دور میں اور بعد میں وقت وحالات کے تحت موقف میں تغیر وتبدیلی نہیں لائے اس کی مثال قائم نہیں ہوسکی۔

ا۔خلافت کے لئے بے چین و بے تاب لوگوں کو حتیٰ ناموس اسلام کو اپنے اقتدار کے لئے باہر لانے والے جیسے زبیر بن عوام، طلحہ بن عبید اللہ، عبداللہ بن زبیر جیسے بھی نہیں تھے۔

۳۔خلافت کسی صورت میں حاصل کرنی ہے آسمان زمین ہوجائے زمین آسمان ہوجائے مشرق مغرب ہوجائے مغرب مشرق ہوجائے جتنا خون بہتا ہے بہہ جائے ،اقتدار کو حاصل کر کے بیٹھنا ہے جیسے معاویہ ابن ابوسفیان جن کے بارے میں آپ نے ان جملات میں یاد کیا''**واللہ ما معاویہ بادھي مني، ولکنه یغدر و یفجر** ''اسی طرح بنی عباس جس نے قساوت وشقاوت و بے دردی سے بنی امیہ کا قتل عام کیا گزشتہ تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں۔تاریخ جدید میں اقتدار کیلئے برطانیہ کی جنگیں اور امریکا کی جنگوں نے صفحات تاریخ سیاہ کئے ہیں جو کہ انتہائی شرم آور ہے۔حکومت کسی دامن پاک، حسن سابقہ امت کے جاننے والی ہستی کی ضرورت مند ہے علی پدر مادر آزاد جمہوریت کی بحالی کے داعی نہیں تھے جیسا کہ خوارج اور آج کے بعض روشن خیال علماء ہیں۔آیئے دیکھتے ہیں علی ابن ابوطالب نے خلافت کے بارے میں کیا اصول چھوڑے ہیں۔

ا۔آپ کے چچا عباس نے آپ سے پوچھا کیا میں رسولؐ اللہ سے پوچھوں خلافت میں ہمارا کوئی حق بنتا ہے یا نہیں علی نے کہا نہیں پوچھنا بنتا ہے یا نہیں ہے دونوں درست نہیں ہوں گے کیونکہ اگر بنی ہاشم کے لئے ضروری تھا تو رسولؐ اللہ خود بیان فرماتے اگر ان کے لئے شجرۂ ممنوعہ تھا تب بھی رسولؐ اللہ فرماتے اگر رسولؐ اللہ سرسری ووقتی مصلحت کے تحت کوئی جملہ فرماتے تو بنی ہاشم اور غیر بنی ہاشم اس سے تمسک کرتے نبی کریمؐ کی وفات کے بعد سقیفہ میں ابا بکر منتخب ہوئے علی کو اطلاع نہیں دی، آگاہ نہیں کیا، علی نے فرمان رسولؐ اللہ سے استناد نہیں کیا فرمایا یہ انصاف سے خارج تھا۔

ا۔تو کیا علی نے احتجاج کیا؟

۲۔ابا بکر ابن ابی قحافہ کی بیعت کے بعد ابوسفیان عباس کے ساتھ علی ابن ابوطالب کے پاس آئے کہا اُٹھو اپنا حق لے لیں ہم آپ کے ساتھ ہیں تو علی نے فرمایا۔''**ایھا الناس شقو امواج الفتن بسفن النجاة و عرجو عن طریق لامنافرة وضعو ا تیجان المفاخرة افلح من نھض بجناح او**

استسلم فاراح هذا ماء اجن،ولقمة يغض بها آكلها،و مجتنی الثمرة لغيروقت ايناعها كالزارع بغير ارضه فان اقل يقولو :جزع من الموت! هيهات بعد اللتياو التی!والله لابن ابی طالب انس بالموت من الطفل بثدی امه،بل اندمجت علی مكنون علم لو بحت به لاضطربتم اضطراب الارشية فی الطوی البعيدة!"(خطبہ۔۵)

۳۔عمر ابن خطاب نے جب چھ رکنی شوریٰ منتخب کی، اس میں آپ کا نام رکھا،عباس نے آپ کو مشورہ دیا آپ اس میں شامل نہ ہوں کیونکہ آپ کوخلافت دینی نہیں ہے آپ شامل ہو گئے فیصلہ عثمان ابن عفان کےحق میں گیالیکن علی ابن ابوطالب نے اس فیصلے کے خلاف کوئی بیان نہیں دیا۔

۴۔ابوبکر نے عمر ابن خطاب کو نامزد کیا آپ نے کسی قسم کی اظہار ناراضگی اور احتجاج نہیں کیا۔

۵۔عمر ابن خطاب کی جنگوں میں بھر پور طریقے سے ساتھ دیا،مشورے دیئے، فیصلے کئے، ہمیشہ عمر ابن خطاب کا نام احترام وتوقیر واکرام سے لیا۔

۶۔عثمان ابن عفان خلیفہ بنے سیرت رسول اللہؐ اور سیرت شیخین کے خلاف چلے ان کے اس کردار کے خلاف شورش ہوئی،عثمان ابن عفان کا محاصرہ ہوا تو آپ نے ان کی حفاظت کی آپ نے بیانات دیئے۔(خطبہ۔۳۷)

۷۔خودعثمان ابن عفان کے کردار کے بارے میں خاموش نہیں رہے خطبہ ۴۳، ۱۲۸، ۱۶۲ عثمان ابن عفان سے خطاب۔

۸۔امام حسن نے آپ کو بصرہ جانے سے منع کیا لیکن آپ نے ان کی بات نہیں مانی ابن عباس نے آپ کو دروازہ بند کر کے اندر بیٹھے رہنے کا مشورہ دیا آپ نے نہیں مانا۔

۹۔بیعت کرنے کیلئے اصحاب آپ کے گھر میں آئے آپ نہیں مانے کہا"**دعونی و التوا غيری**"(خطبہ۱۳۵ص ۲۷۸))مسجد میں جاؤ بیعت وہاں ہوگی۔

۱۰۔مغیرہ بن شعبہ نے آپ کو مشورہ دیا عثمان ابن عفان کے والیوں کو اپنی جگہ پر رہنے دیں آپ نے نہیں مانا۔

۱۱۔بعض اصحاب برجستہ نے آپ کی بیعت سے سرپیچی کی ،حوصلہ شکنی نہیں دکھائی۔ان کو نہیں چھیڑا۔

۱۲۔طلحہ وزبیر نے خودکو شریک کرنے کی درخواست کی آپ نہیں مانے۔

۱۳۔طلحہ وزبیر نے قاتلین عثمان ابن عفان کو پکڑ کے دینے کے لئے کہا، آپ نہیں مانے، یہ سب حالات کو سامنے رکھ کر اللہ کی راہ میں ان فقرات کی دعا کی۔ ''**واللہ ما انکرو اعلی منکر ولا جعلوا بینی و بینهم نصفا و انهم لیطلبون حقا ترکوه و دما هم سفکوه فان کنت شریکهم فیه فان لهم نصیبهم منه،وان کانو ولوه دونی فما الطلبة الا قبلهم**''(خطبہ۔۱۳۵)

''**لقد نقمتما یسیرا،وارجاتما کثیرا،الا تخبرانی،ای شئیء کان لکما فیه حق دفعتکما عنه،ام ای قسم استاثرت علیکما به! ام ای حق رفعة الی احد من المسلمین ضعفت عنه: ام جهلته،ام اخطات بابه! والله ما کانت لی فی الخلافة رغبة،ولا فی الولایة اربة ،ولکنکم دعوتمونی الیها، و حملتمونی علیها،فلماافضت الی،نظرت الی کتاب الله وما استن النبی،صلی الله علیه واله وسلم، فاقتدیته،فلم احتج فی ذلک الی رایکما،ولا رای غیر کما**''(خطبہ۲۰۲)

علی کا خلفاء سے سلوک:۔

علی ابن ابو طالب کا ابو بکر ابن ابی قحافہ وعمر ابن خطاب وعثمان ابن عفان کی خلافت کے بارے میں معارض ومقابل ومنافس ہونا تو چھوڑیں آپ نے ایک محامی، مدافع بلکہ ایک مجاہد کے طور پر ان سے بھرپور دفاع کیا اور ان کے لئے قیمتی وارزش نصائح سے کبھی کوتاہی نہیں کی۔فتنہ پردازوں نے آپ سے قتل عثمان ابن عفان کے قصاص کا مطالبہ کیا پھر علی ابن ابو طالب کو عثمان ابن عفان کے بعد خلیفۂ مسلمین بنایا گیا تو طلحہ وزبیر ودیگر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نے فرمایا اے برادران جو کچھ آپ لوگوں نے بتایا میں جانتا ہوں میرے سامنے کی بات ہے لیکن میں کیا کر سکتا ہوں یہ لوگ ہم پر غالب ہیں فیصلہ ان کے ہاتھ میں ہے ہم ''**یملکوننا ولا نملکهم**'' ہیں ان کے ساتھ آپ کے افراد بھی شامل تھے۔

دنیا میں انسانوں کو خیرہ ودیوانہ بنانے والوں میں سے ایک اقتدار ہے علی نے اقتدار کیلئے کہا ''یہ گندلا پانی ہے، گلے میں پھنسنے والی ہڈی ہے''**ماء اجن،ولقمة یغض بها اکلها** ''(خطبہ۔۵) جب اقتدار ملے تو درگاہ الٰہی میں دعا کریں''**الهم انک تعلم انه لم یکن الذی کان منا منافسة فی سلطان،الا التماس شیء من فضول الحطام،ولکن لنرد المعالم من دینک ،و نظهر الاصلاح فی بلادک فیامن المظلومون من عبادک وتقام المعطلة من حدودک** ''(خطبہ۔۱۲۹)۔

۲۔ارباب اقتدار مال ودولت کے سامنے بے بس ہوتے ہیں،آخر میں یہی مال ودولت ان کیلئے جیل لے جانے والی گاڑی بن جاتی ہے، یہی دولت مجرمین کو رکھنے والا کمرہ بن جاتے ہیں یہی دولت باعث ذلت وخواری بن جاتی ہے۔نواز شریف جب بھی وزیراعظم بنے انہوں نے اپنے رائیونڈ والے یا مری والے گھر کو وزیراعظم کا گھر تصور کر کے ملکی خزانے سے کرایہ،بجلی گیس کے بل تک وصول کئے ۔مہدی شاہ جب وزیراعلیٰ بنے تو اپنا گھر وزیراعلیٰ کا گھر بنایا۔دنیا والے مال ودولت ،خزانوں کولوٹنے ،رشوت لینے اور کرپشن وبدعنوانی کیلئے اقتدار لیتے ہیں لیکن وزارت چھوٹنے کا دن ان کے احتضار کا دن ہوتا ہے لیکن علی اس نبی کا پروردہ ہے ،وہ جب دنیا سے رخصت ہوئے تو گھر میں وارثین کیلئے کوئی چیز چھوڑ کے نہیں گئے ۔معاویہ ابن ابوسفیان نے عمروعاص سے کہا تمہاری کوئی آرزو اور تمنائیں باقی رہ گئی ہیں تو اس نے کہا کہیں سے ایسامال ملے جس کی درآمدات وفوائد سے میں عیش کی زندگی بسر کروں لیکن عثمان ابن عفان شریف النفس ،رحم دل،صاحب جودوسخاء اوراسلام کے خیرخواہ تھے،ان میں کوئی عیب ونقص نہیں تھا لیکن ان کی اقرباء پروری تاریخی مثل بن گئی آخرت میں کیا ہوگا وہ کوئی نہیں جانتا۔علی ابن ابوطالب نے فرمایا"**یا دنیا یا دنیاالیک عنی ابی تعرضت ام الی تشوقت لاحان حینک هیهات!غری غیری.لا حاجة لی فیک قد طلقتک ثلاثا لا رجعة فیها!فعیشک قصیر ،وخطرک یسیر،والملک حقیر،آه من قلة الذادوطول الطریق وبعد السفر وعظیم المورد**"۔(کلمات قصار۔۷۷)

اپنے بھائی عقیل نے اپنے لئے راتب میں اضافہ کی درخواست کی (خطبہ۔۲۲۱) فرمایا مال اگر خالص میرا ہوتا تو برابر اضافہ کرتا۔انسان اقرباء واعزاء کی خاطر آخرت کوخطرے میں ڈالتا ہے،معاویہ جیسے عباقر سیاست دان نے اپنی ویران کردہ آخرت وعاقبت کو دوبارہ ولی عہدی یزید سے مسمار کیا لیکن علی نے اپنے فرزند محبوب مسلمین نواسۂ رسول کی نامزدگی نہیں کی، لیکن علی کے بھائی عقیل نے علی سے کچھ رواتب بڑھانے کیلئے درخواست کی تو فرمایا۔**و الله لقد رایت عقیلا وقد املق حتی استماحنی من بر کم صاعا، ورایت صبیانه شعث الشعور، غبرالا لوان من فقر هم، کانما سودت وجوههم بالعظم، وعاودنی موکدا، وکرر علی القول مرددا، فاصغیت الیه سمعی، فظن انی ابیعه دینی، واتبع قیاده،مفارقا طریقتی، فاحمیت له حدیدة، ثم ادنیتها من جسمه لیعتبر بها، فضج ضجیج ذی دنف من المها، کاد ان یحترق من میسمها ، فقلف له، ثکلتک**

الشولكل، يا عقيل! اتئن من حديدة احماها انسانها للعبه، وتجرني الى نار سجرها جبار ها لغضبه! اتئن من الذى و لا ائن من لظى۔(خطبہ۲۲۱)

آپ کے ایک صحابی عبداللہ بن زمعہ نے کچھ مال کے لئے درخواست کی خطبہ۲۲۹،خطبہ۱۲۴،۱۳۴ خلافت وسیلہ احقاق حق وابطال باطل ہے۔دنیا میں ارباب اقتدار کی رشوت ستانی ضرب المثل بنی ہے۔حتیٰ علماء ومجتہدین نے اس کی صراحت کی ہے،آغائے گلپا یگانی اپنے دور مرجعیت میں ملنے والے خمس کو رشوت کہتے تھے کوئی ایسا عالم نہیں بچا جنھوں نے تاریخ فتاویٰ میں رشوت نہیں لی ہو۔آیئے دیکھیں علی ابن ابوطالب کیا فرماتے ہیں۔

و اعجب من ذلک طرقنا طارق بملفوفة فى و عائها، ومعجونة شنئتها، كانما عجنت بريق حية اوقيها، فقلت: اصلةام زكاة، ام صدقة؟ فذلك محرم علينا اهل البيت ، فقال لا ذا ولا ذاک، ولكنها هدية، فقلت:هبلتک الهبول، اعن دين الله اتيتنى لتخدعنى ؟امختبط انت، ام ذوجنة، ام تهجر؟والله لو اعطيت الا. قاليم السبعة بما تحت افلاكها على ان اعصى الله فى نملة اسلبها جلب شعيرة مافعلته، وان دنياكم عندى لا هون من ورقة فى فم جرادة تقضمها، ما لعلى و لنعيم يفنى، و لذة لا تبقى، نعوذ باالله من سبات العقل، وقبح الزلل، وبه نستعين.""(خطبہ۔۲۲۱)

امیرالمومنین کالباس۔

علی ابن ابی طالب نے امیر المومنین بننے کے بعد ابریشم و دیباج سے تزئین نہیں کی جس طرح معاویہ ابن ابوسفیان اور عمرو ابن عاص نے دورامارت میں شروع کیا تھا،معاویہ ابن ابوسفیان روم سے قریب ہونے کو جواز بنا کر فاخرہ لباس پہنتے تھے جو عمر بن خطاب کو پسند نہیں تھا،معاویہ ابن ابوسفیان نے خلیفہ دُوم کے انتقاد پر کہا یہاں روم والے ہوتے ہیں ان کو مسلمانوں کے امیر کی بود و باش دکھانے کیلئے ایسا کرنا پڑتا ہے۔اس پر خلیفہ نے کہا تم ہر سوال کا ایک جواب بناتے ہو۔جس طرح عمرو بن عاص والیٔ مصر نے معاویہ ابن ابوسفیان سے کہا میں نے دنیا کی کوئی مطعومات ومشروبات نہیں چھوڑی ہیں جن کا مزہ نہ چکھا ہو،جبکہ علی کے بارے میں راوی کہتا ہے میں نے علی کو خورنق (عراق) میں سردی سے لرزتے دیکھا میں نے عرض کی اس بیت المال میں آپ کا بھی حصہ ہے فرمایا میں جولباس مدینہ سے پہن کر آیا ہوں میرے لئے یہی کافی ہے۔علی لذیذ کھانوں سے پرہیز کرتے تھے اس بارے میں فرمایا''**فما خلقت ليشغلنى اكل الطيبات**

کالبھیمة المربوطة ھمھا علفھا اولمرسلة شغلھا تقممھا''(کتب۔۴۵)۔علی ابن ابوطالب نے اقتدار میں زندگی انتہائی قناعت وکفایت شعاری میں گزاری یہاں تک کہ رہتی دنیا کے ارباب اقتدار کیلئے ایک خلیفہ مسلمین کی حیثیت سے ان کی زندگی ایک ضرب المثل رہی ہے۔

عدل علی ابن ابوطالب:۔

علی نے اقتدار کیلئے مثل طلحہ وزبیر اوران کے فرزند جیسی لشکر کشی نہیں کی ،علی نے اقتدار کیلئے خود کو پیش نہیں کیا،علی نے مخالفین کی نقل وحرکت پر پابندی نہیں لگائی۔علی نے حالات سدھارنے کیلئے زیاد بن ابیہ اورحجاج بن یوسف جیسے والیان کی طرح مجرم کے بدلے بری کوقتل نہیں کیا،علی نے فرمایا''**وانی لعالم بما یصلحکم ویقیم اودکم ولکنی لا اریٰ اصلاحکم بافساد نفسی اضرع اللہ خدود کم واتعس جدودکم لا تعرفون الحق کما کمعرفتکم الباطل ولا تبطلون الباطل کابطالکم الحق!**'(خطبہ۔۶۷)۔علی نے عدل وقسط کے پرچم کو بلند کرنے کیلئے اپنی مظلومیت کی قربانی دی اگرکوئی علی کوانصاف دینے والا ہوتو وہ یہ انصاف دیئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے''**قسم بااللہ انمعاویہ ابن ابوسفیان و اذنابة و اعونہ ا شفق و انصف من ھو لاء المدعین الشیعہ**''جنہوں نے علی کیلئے جعلی قبر بنا کرخلق اللہ کوگمراہ کیا،جنہوں نےعلی کوبت بنا کراس کی پوجا کرائی جنہوں نے بغیر کسی سند وجواز عقلی وشرعی کے ان کے نام سے پورے ملک پاکستان میں پاکستان نشینوں کوخوف و ہراس میں مبتلاء کیااور مسلح افواج کودشمن اورکفر والحاد کی طرف سے رخ موڑ کرداخلی انتظام سنبھالنے پے مجبور کیا،جنہوں نے کفر والحادی تنظیموں کی پشت پناہی کی، پی پی اورایم کیوایم کومسلمانوں کی گردنوں پرمسلط کرکے دہشت گردی کروائی۔

نوابغ وعباقر اورسیاسین تاریخ اسلامی میں کون کامیاب تھے:۔

تقابل میں تنہاشخصیت کونہیں دیکھا جاتا بلکہ دونوں کوحاصل مواقع ظہور وبروز کا بھی حساب کرتے ہیں اسی اصول کے تحت اگرعمر بن خطاب کاعلی سے مقابلہ کرتے ہیں تواس میں جائے شک وتردید کی گنجائش نہیں کہ عمر بن خطاب تاریخ اسلامی میں ایک وسیع وعریض مملکت کے حاکم تھےلیکن انہیں شہنشاہ نہیں کہا گیا کیونکہ آپ نے شہنشاہ جیسے لذائذ سے لطف اندوزی نہیں کی تھی۔فتوحات کی وجہ سے مال ودولت میں اضافہ ہونے کے باوجودان کی زندگی عامة الناس کی سطح زندگی سے بہت اونچی نہیں ہوتی تھی ،فتوحات میں پانچواں حصہ امیر المومنین کیلئے مخصوص تھا،لیکن اپنی ضروریات کے لئے بیت المال سے لئے گئے قرضے کے

بارے میں اولاد کو وصیت کی کہ میری مزروعہ زمین فروخت کر کے قرضہ واپس بیت المال میں جمع کریں۔روم کے بادشاہ کی بیوی نے ام کلثوم بنت علی کے لئے ایک ہار تحفے میں بھیجا تو عمر ابن خطاب نے انصار ومہاجرین سے استفسار کیا یہ کس کھاتے میں آتا ہے تو اسے بیت المال میں دے دیا۔عمر ابن خطاب کی زندگی میں تقشّف کی وجہ سے ابوبکر ابن ابی قحافہ کی بیٹی ام کلثوم نے آپ کی زوجیت کو یہ کہہ کر مسترد کیا کہ ان کی زندگی بہت سخت ہے۔ان کے بیٹے عبیداللہ نے مصر میں ایک رات محفل شراب میں گزاری، عمرو بن عاص نے ان پر حدا پنے گھر کے صحن میں جاری کی، جب یہ خبر امیر المومنین کو ملی تو عمرو بن عاص کو سخت عتاب کیا مدینہ بلایا اور اپنے بیٹے کو بغیر زین اونٹ پر سوار کر کے لانے کا کہا۔

سعد بن ابی وقاص نے کوفہ میں اپنی امارت میں بیت المال سے قرضہ لیا بعد میں عبداللہ بن مسعود خازن بیت المال نے قرضہ واپسی کا مطالبہ کیا تو انہوں نے دینے سے انکار کیا یہاں تک کہ عثمان ابن عفان نے انہیں برطرف کیا۔اس پر سعد بن وقاص عثمان ابن عفان سے ناراض ہو گئے۔

ابوبکر ابن ابی قحافہ، عمر ابن خطاب اور علی ابن ابوطالب تینوں نے ادنیٰ فرد مملکت اسلامیہ کی سطح زندگی کو اپنایا، دنیا کو ناقابل اعتناء قرار دیا، تینوں نے قسط وعدل کی مثال قائم کی۔بتائیں عمر بن خطاب جن کے ہاتھ میں درہ ہوتا تھا مختصر سی غلطی پر تازیانہ مارتے تھے کیا ان بارہ سالوں میں انہوں نے ایک بھی آدمی کو قتل کیا؟ ابولولو نے عمر بن خطاب سے کہا ایک ایسی چکی بناؤں گا کہ دنیا یادر کھے گی، وہ چلا گیا عمر بن خطاب نے کہا اس نے مجھے دھمکی دی ہے، آپ نے یہ نہیں کہا کہ اس کو پکڑ کے لائیں۔ان کے بیٹے عبیداللہ بن عمر نے ہرمزان کو قتل کیا تو کہا اس کو گرفتار کریں، نئے خلیفہ اس کے بارے میں فیصلہ کریں گے۔عمر ابن خطاب نفاذ شریعت میں کسی بھی قسم کے امتیاز کے قائل نہیں تھے۔امیر المومنین عمر کی زندگی کے اس انداز کو دیکھ کر علی نے فرمایا آپ نے آنے والوں کیلئے مشکلات پیش کیں، جسے دیکھنے کے بعد اس منصب پر آنے والوں نے معذرت کی۔انھوں نے دیکھا امیر المومنین کس طرح ہوتا ہے، ۱۲ سال امن وامان سے گزارے، نہ خود مالدار بنے، نہ خاندان مالدار ہوا، ضربت کے بعد لوگوں سے کہا اپنے امیر کا نام دو، لوگوں نے کہا آپ خود انتخاب کریں، ہم راضی ہیں، امیر المومنین نے کہا میں کس کو بناؤں؟ کسی نے آپ کے فرزندوں کا نام لیا تو آپ نے فرمایا یہ آل عمر میں نہیں جائے گی۔میرا بیٹا اپنی بیوی کو طلاق دینے کی جرأت نہیں رکھتا وہ کیسے ملک چلائے گا۔غرض نہ فقراء ومساکین ان سے شاکی نہ کوئی معارض، علی جیسے نقاد خلفاء، امیدوار خلیفہ آپ کے مداح، آپ کا کوئی حریف ومعارض نہیں تھا۔عبدالرحمٰن بن عوف جو ایک بڑے سرمایہ دار و تاجر تھے، ان کا خلیفہ بننا

کثیر درآمد کیلئے اچھا نسخہ تھا، جس طرح ہمارے ملک میں نواز شریف کی حکومت میں شاہد خاقان، ڈار جیسے پیسہ خرچ کر کے شامل ہوئے۔عمران خان کی پارٹی میں جہانگیر ترین شامل ہوا عبدالرحمٰن بن عوف کیلئے اچھا موقع تھا لیکن رد کیوں کیا، اسی طرح طلحہ بن عبیداللہ، اور سعد بن ابی وقاص آمادہ نہیں ہوئے، کیونکہ انہوں نے امیر المومنین کی زندگی کو دیکھا تھا۔

لیکن فرق اتنا ہے کہ عمر بن خطاب کے مقابلہ میں کوئی معارض ورقیب نہیں تھا۔ جسے معارض سمجھا جاتا تھا وہ ان کے مشیر اور نائب بنے تھے لیکن علی کے اپنے بھائی، پھوپھی زاد، چچازاد، بھائی کو چھوڑ کر معاویہ کی طرف گئے۔نوابغ سیاسین تاریخ اسلامی میں سب سے زیادہ سیاست مدار جن کو سمجھا جاتا ہے ان میں معاویہ ابن ابوسفیان، عبد الملک بن مروان، ہشام بن عبدالملک، منصور دوانقی بتائے جاتے ہیں۔معاویہ ابن ابوسفیان کی سیاست مداری تین ستون پر قائم تھی جس میں پہلا نام زیاد بن ابیہ تھا، وہ سیاست بطش وقمع، خوف وہراس میں اپنے دور کا نامور سیاسی تھا۔اس نے کوفہ وبصرہ دونوں کو اپنے قابو میں رکھا، اس کی وجہ سے معاویہ ابن ابوسفیان کو یہاں انتقام سرخ از خود لینے کی ضرورت نہیں پڑی، دونوں شہروں کو شہر عالم خوف میں پرسکون رکھا۔دوسرا عمرو بن عاص مکر وفریب اور دغا وحیلہ میں نامور تھے۔تیسرا مغیرہ بن شعبہ مشکلات سے نکلنے کے ماہر تھے، سابقین اسلام ہوتے ہوئے دینداری میں کوئی مقام حاصل نہیں کر سکے بس مکر وفریب کے استاد رہے کیونکہ شیوہ ومزاج غداری ان پر حاوی تھا۔ان تینوں کے ہوتے ہوئے معاویہ ابن ابوسفیان کو ان جرائم کا ارتکاب کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔معاویہ ابن ابوسفیان کی نیک نامی ہونے کی ایک وجہ یہ تھی کہ جو جرائم انہوں نے کرنے تھے وہ جرائم یہ لوگ انجام دیتے تھے لہٰذا معاویہ ابن ابوسفیان کو بادشاہ سیاست کا لقب ملا۔ان کے حق میں کہا ہے ''**اسد الاسود**'' سیاست دانوں کا بادشاہ۔کسی نے پوچھا کیا عمر بن خطاب سے بھی زیادہ سیاست دان تھے؟ کہا وہ نیک خصلت کے حامل انسان تھے لیکن میدان سیاست معاویہ ابن ابوسفیان ہی کا ہے لہٰذا اگر تاریخ اسلام میں سیاست دنیوی نبوغ کامل قہرمانی یکتا کا تعین کرنا پڑا تو معاویہ ابن ابوسفیان یکتا فرد ہوگے۔علی امیر المومنین نے معاویہ ابن ابوسفیان کی روح سیاست کا خلاصہ اس کلمے میں فرمایا'' **لکنہ یغدر ولفجر**'' (خطبہ ۱۹۸)، لہٰذا کبھی علی ابن ابوطالب کو سیاست میں معاویہ ابن ابوسفیان سے بھی کم درجہ پر سیاستمدار سمجھا جاتا ہے یہ تقابل وتدارج وتراتب اس وقت صحیح ہوگا جب سیاست کی تعریف ملک میں امن وامان قائم کرنے کو کہا جائے تو حجاج بن یوسف نے ان کو پیچھے چھوڑا تھا، داخلی مملکت میں عبدالرحمٰن بن اشعث نے معارضین قدرت مند عبداللہ بن زبیر جیسے اپنی

شرافت اور فضیلت میں مغرور ومتکبر شجاعت و دلیری میں نامور فاتح افریقہ کو تہہ تیغ کر کے ختم کیا اس نے اس راہ میں بیت اللہ کا احترام بھی مد نظر نہیں رکھا جس کا احترام عرب جاہلیت میں بھی کرتے تھے۔ معاویہ ابن ابوسفیان کے بعد دوسرے مرحلے کے سیاستدان عبدالملک بن مروان نے خلیفہ بننے کے بعد اپنے حریف بننے کے احتمال والوں کو بھی تہہ تیغ کیا، کہا میرے باپ مروان نے مجھے کہا تھا طلحہ بن عبید اللہ کو میں نے قتل کیا اگر مجھے امیر المومنین خبر نہ دیتے تو میں تمام اولاد طلحہ کو قتل کرتا۔ یہ ہے امیر المومنین عبدالملک بن مروان، تاریخ اسلام کے مقتدر خلیفہ جن کی منطق یہ تھی کہ ایک کی بجائے سب کو قتل کر دیں جبکہ علی ابن ابوطالب نے کہا میرے قاتل کے علاوہ کسی کو نہیں مارنا، اس نے ایک ضربت ماری ہے تم بھی ایک ضربت مارنا۔ یہ ہے علی ابن ابوطالب کی سیاست۔

تاریخ اسلام میں سیاست دنیوی میں معاویہ ابن ابوسفیان یکتا ہیں جس طرح سیاست احیاء دین میں علی ابن ابوطالب یکتا ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں خلیفۂ اول و دوّم کی تنقیص کریں۔ میں یہاں وضاحت کروں گا کہ ان دو کو علی ابن ابوطالب جیسا معاون وہمکار ومشاور ملا۔ قرب عہد رسولؐ اللہ ملا لیکن علی ابن ابوطالب کو عہد رسولؐ اللہ سے دور ہونے، اہل اسلام کے دین سے دور اور دنیا سے قریب ہونے اور فتح وفتوح کے بعد کا عیاش بننے کا نفاق دور ملا۔ علی حکومت اسلام کیلئے چاہتے تھے جبکہ معاویہ ابن ابوسفیان اپنے خاندان کیلئے چاہتے تھے۔ اس کی دلیل یہ ہے معاویہ ابن ابوسفیان نے امت کے اہل حل وعقد کی مخالفت کے باوجود اپنے نااہل بیٹے کو امت پر ٹھونسا جبکہ علی امیر المومنین نے اپنے فرزند کبیر نواسۂ رسول اللہ جگر گوشۂ زہراء کو اپنے بعد نامزد نہیں کیا۔

علی نے خلافت کو کیوں قبول کیا؟ امام حسن مجتبیٰ نے علی کو انتخاب کے موقع پر مدینہ سے باہر رہنے کا مشورہ دیا لیکن آپ مدینہ میں ہی رہے۔ آپ نے کہا یہ منصب کسی اور کو دیں۔ ابن عباس نے کہا جو اس منصب کو قبول کرے گا وہ خون عثمان ابن عفان کا جوابدہ ہوگا، لیکن علی نے عزیز واقارب کی مخالفت کے باوجود اس منصب کو قبول کیا اسکی کیا وجوہات ہوسکتی ہیں۔

۱۔ فتنے سے دور رہنے والے مفتیان ۲۵ اصحاب، اسی طرح ابوموسیٰ اشعری کیلئے یہ اقدام درست نہیں تھا۔

۲۔ لیکن اگر علی مدینے سے باہر ہوتے وہاں نہ رہتے تو انکے لئے کیسا تاثر ہوتا کہ امت مسلمہ آگ میں جل رہی تھی خون خرابے میں غلطاں تھی لیکن آپ وہاں سے چلے گئے۔

۳۔خلافت قبول نہ کرتے، وہاں سے لاتعلق رہتے اور کوئی کردار ادا نہ کرتے تو یہ فکرِ فکرِ مفاد پرستان بنتی، یہ دو حال سے خالی نہ ہوتا۔

ا۔مصر وعراق کے مشکوک ومخدوش اور مفسدین کا ٹولہ مدینہ پر حاکم ہوتا، وہ مدینہ کو گندا کرتے، جنہیں خلیفۂ مسلمین کی پرواہ نہیں تھی وہ مدینہ کا کیا خیال کرتے۔

ب۔اہل مدینہ اور انقلابیوں کے درمیان جنگ چھڑ جاتی، حرج ومرج ہوتا اور ہر کوئی اس سے جان چھڑاتا۔کیا علی ابن ابوطالب، سعد بن ابی وقاص، عبداللہ ابن عمر اور طلحہ وزبیر کی مانند ہوتے یا امت کو جس قسم کے بھی جان سوز مسائل ہوتے ان میں کوتاہی نہ کرتے۔یہاں جواز شخصی نہیں بلکہ دینی تھا اس لئے علی نے ان پیچیدہ حالات میں خلافت کو قبول کیا ہے۔

۴۔قاتلین عثمان ابن عفان کو پکڑ کر بطور خلیفہ قصاص لیتے یا وارثین عثمان پر چھوڑتے یا مروان اور ان کی اتباع کرنے والوں کے حوالے کرتے، اگر علی بچ جاتے، سب علی کے ہاتھ پر بیعت کرتے اور کوئی بھی علی مخالف نہیں رہتا؟ پھر جمل وصفین وجود میں نہ آتیں؟ معاویہ ابن ابوسفیان بھی بیعت کرتے جنگ نہروان بھی وجود میں نہیں آتی؟ عثمان کے قاتلین سے قصاص لینے کا آسان طریقہ کیا تھا؟

۵۔کیا ہرمزان کا قاتل عبیداللہ بن عمر جسے عمر ابن خطاب کے حکم پر قید کیا گیا تھا تاکہ نئے خلیفہ انھیں سزا دیں کیا عثمان ابن عفان نے ان کو سزا دی تھی؟ عبیداللہ عمر فرار ہو کر معاویہ ابن ابوسفیان کے پاس پناہ دہندہ ہوئے کیا معاویہ ابن ابوسفیان پہلے مرحلے میں اس سے قصاص لیتے یا ان کو علی کے حوالے کرتے؟

۶۔تمام اصحاب مدینہ سے باہر گئے یا اندرون خانہ روپوش رہے وہ چاہتے تھے کہ عثمان ابن عفان استعفیٰ دیں یا قتل ہو جائیں، اگلی دفعہ تعین خلیفہ محاصرین کی طرف سے ہوگا وہ یقیناً حامی عثمان ابن عفان کو نہیں بنائینگے۔لیکن علی نے اپنی تمام توانائیوں سے عثمان ابن عفان کا دفاع کیا۔عثمان ابن عفان اور محاصرین کے درمیان نصیحت ومشورے کس نے دیئے، کس نے عثمان ابن عفان سے کہا میں آپ کے پیچھے ہوں؟ خلافت کیلئے تمام شرائط سے مافوق صلاحیت رکھنے والے سابقہ تینوں سے قطع تعلق کر کے پیچھے نہیں بیٹھے جس طرح دیگران نے کیا تھا بلکہ علی ہر مشکل میں عثمان ابن عفان کے ساتھ رہے۔عثمان سے کہا آپ اگر مدینہ سے باہر جانا چاہیں ہم آپ کے پیچھے ہیں اگر ان سے لڑنا چاہیں تب بھی ہم آپ کے پیچھے ہیں۔

۷۔حاکم اور رعیت میں خطبہ ۲۱۴ صفحہ ۴۴۹

" فقد قل جعل الله سبحانه لی علیکم حقا بولایة امرکم ولکم علی من الحق

مثل الذی لی علیکم فالحق اوسع الاشیاء فی التواصف واضیقهافی التناصف لا یجری لاحد الا جری علیه ولا یجری علیه الا جری له، ولو کان لاحد ان یجری له ولا یجری علیه،لکان ذلک خالصا لله سبحانه دون خلقه،لقدره علی عباده،ولعدله فی کل ما جرت علیه صروف قضائه،ولکنه سبحانه جعل حقه علی العباد ان یطیعوه،وجعل جزاء هم علیه مضاعفة الثواب تفضلا منه،و توسعا ما هو من المزید اهله ،من تلک الحقوق حق الوالی علی الرعیة،وحق الرعیة علی الوالی،فریضة فرضها الله سبحانه.لکل علی کل فجعلها نظامه لالفتهم،و عزا لدینهم،فلیست تصلح الرعیة الا بصلاح الولاة،ولا تصلح الولاة الا باستقامة الرعیة ،فاذا ادت الرعیة الی الوالی حقه و ادی الوالی الیها حقها عز الحق بینهم وقامت مناهج الدین،واعتدلت معالم العدل،وجرت علی اذلالها السنن،فصلح بذلک الزمان و طمع فی بقاء الدولة،ویئست مطامع الاعداء،واذ غلبت الرعیةو الیها او احجف الوالی برعیة ،اختلفت هنالک الکلمة و ظهرت معالم الجور،و کثرت علل النفوس فلا یستوحش لعظیم حق عطل ولا لعظیم باطل فعل فهالک تذل الابرار،(خطبہ۔۲۱۴)

علی ابن ابوطالب سے مال مانگا:۔

”کلم به عبدالله بن زمعه وهو من شیعته و ذالک انه قدم علیه فی خلافته یطلب منه مالا فقال علیه السلام:.ان هذا المال لیس لی ولالک و انما هو فی للمسلمین و جلب اسیافهم فان شرکتهم فی حربهم کان لک مثل حظهم و الا فجناة ایدیهم لا تکون لغیر افواهم . “(خطبہ۲۲۹صفحہ۴۷۸) قرآن کریم میں عدل کے لئے دوکلمات عدل اور قسط آئے ہیں۔

عدل وقسط کے مصادیق کثیرہ ہیں۔

۱۔قسط درثبت مواثیق یعنی معاہدہ لکھتے وقت عدل کریں ﴿یا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا إِذا تَدایَنْتُمْ بِدَیْنٍ إِلی أَجَلٍ مُسَمًّی فَاکْتُبُوهُ وَ لْیَکْتُبْ بَیْنَکُمْ کاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَ لا یَأْبَ کاتِبٌ أَنْ یَکْتُبَ

كَما عَلَّمَهُ اللّهُ فَلْيَكْتُبْ وَ لْيُمْلِلِ الَّذى عَلَيْهِ الْحَقُّ وَ لْيَتَّقِ اللّهَ رَبَّهُ وَ لا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئاً فَإِنْ كانَ الَّذى عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفيهاً أَوْ ضَعيفاً أَوْ لا يَسْتَطيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ وَ اسْتَشْهِدُوا شَهيدَيْنِ مِنْ رِجالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَ امْرَأَتانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَداءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْداهُما فَتُذَكِّرَ إِحْداهُمَا الْأُخْرى وَ لا يَأْبَ الشُّهَداءُ إِذا ما دُعُوا وَ لا تَسْئَمُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغيراً أَوْ كَبيراً إِلى أَجَلِهِ ذلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّهِ وَ أَقْوَمُ لِلشَّهادَةِ وَ أَدْنى أَلَّا تَرْتابُوا إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجارَةً حاضِرَةً تُديرُونَها بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُناحٌ أَلَّا تَكْتُبُوها وَ أَشْهِدُوا إِذا تَبايَعْتُمْ وَ لا يُضَارَّ كاتِبٌ وَ لا شَهيدٌ وَ إِنْ تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ وَ اتَّقُوا اللّهَ وَ يُعَلِّمُكُمُ اللّهُ وَ اللّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَليمٌ ﴾(بقرہ۔۲۸۲)

۲۔ بیویوں کے درمیان قسط کریں۔

۳۔ یتیموں کے درمیان قسط کریں۔

۴۔ ناپ تول میں قسط کریں

۵۔ فصل خصومات میں قسط کریں۔

۶۔ اغنیاء وفقراء میں قسط کریں۔

۷۔ قصاص جان واعضاء میں قسط کریں۔

۸۔ انتخاب رہبران ملت میں قسط کریں۔

۹۔ اپنے اموال جود و جمود میں قسط کریں۔

۱۰۔ اپنے نفس کے ساتھ قسط کریں۔

۱۱۔ عقائد اور اعمال میں قسط کریں۔

امیر المومنین نے ان مذکورہ بالا عدالتوں میں کون سے میدان میں قسط کیا۔

”واللہ لو اعطیت الاقالیم السبعة بما تحت افلاکها علی ان اعصی الله فی نملة اسلبها جلب شعیرة مافعلته،وان دنیا کم عندی لاهون من ورقة فی فم جرادة تقضمها،ما لعلی ولنعیم یفنی،ولذة لا تبقی!نعوذ بالله من سبات العقل،وقبح الزلل،وبه نستعین“ (خطبہ۲۲۱ صفحہ۴۶۹)

خلفاء امیہ وعباسی کے بیت المال ملاقان ومداحان کے بوستان تھے:۔

خلفاء بنی امیہ وعباس اپنے اس منصب موروثہ از نبی خاتمؐ پر بغیر کسی سند عقل وشرعی قابض ہونے کی وجہ سے اندر سے احساس خلاء رکھتے تھے اس خلاء کو پر کرنے کیلئے اسلام کے مردود شعراء مرتزقہ ہاجی وملاقان سے سند لینے کیلئے بیت المال مسلمین کے دروازے ان کیلئے مفتوح رکھتے تھے لیکن محرومین ومستضعفین رعایا کیلئے مسدود کئے۔زیادہ تر بنی عباس کے خلفاء خاص طور پر ہارون ومامون الرشید کے خزانے اسلام ومسلمین کے مصالح میں خرچ نہیں ہوتے تھے،وہ ازدواجی مراسم اعیاد مجمولۃ فارسی نوروز و مہرجان اور شعراء مداحان کیلئے مختص کئے تھے،تاریخ ہارون الرشید میں آیا ہے اس عظیم امپراطور دور میں بغداد میں غرباء اسی طرح تھے جس طرح آج ہندوستان میں امراء آسمان پر اور مساکین تحت ثراء ہیں،لیکن تاریخ اسلامی میں حضرت محمدؐ وابوبکر ابن ابی قحافہ صدیق اور عمر بن خطاب کے بعد علی ابن ابوطالب جیسا متقشف پست ترین رعیت جیسی زندگی گزار کر رخصت ہونے والے حاکم اشعار یا سجع وموزوں نہیں بلکہ سادہ الفاظ میں بھی اپنی تعریف سننا گناہ اور بولنے والے کو مجرم وخائن اور نا قابل بخشش سمجھتے تھے۔جہاں کسی نے علی کے حضور میں تعریف کی تو آپ نے فرمایا۔

وان من استخف حالات الولاة عند صالح الناس،ان يظن بهم حب الفخر، ويوضع امرهم على الكبر،وقد كرهت ان يكون،جال فى ظنكم انى احب الاطراء و استماع الثناء.ولست ،بحمد الله ،كذلك ولو كنت احب ان يقال ذلك لتركته انحاطا لله سبحانه عن تناول ماهو احق به من العظمة والكبرياء، فى حقوق لم افرغ من ادائها،وفرائض لابد من امضائها،فلا تكلمونى بما يتحفظ به عند اهل البادرة ولاتخالطونى با لمصانعة،ولا تظنوا بى استثقالا فى حق قيل لى ولا التماس اعظام لنفسى،فانه من استثقل الحق ان يقال له او العدل ان يعرض عليه،كان العمل بهما اثقل عليه،فلا تكفو اعن مقالة بحق،او مشورة بعدل،فانى لست فى نفسى بفوق ان اخطى،ولا امن ذلك من فعلى،الا ان يكفى الله من نفسى ما هو املك به منى فانماانا وانتم عبيد مملو كون لرب لا رب غيره ،يملك من نفسناو اخرجنا مما كنا فيه الى ما صلحنا عليه فابدلنا بعد بعد الضلالة بالهدى .واعظانا البصيرةبعد العمى. (خطبہ ۲۱۴ نہج البلاغہ)

۵۔حب الاطوار خطبہ ۲۱۴ صفحہ ۴۵۲

علی کا اپنے قاتل اور وارث کے درمیان قضاوت:۔

علی نے اپنے بستر احتضار پر اپنے وارثین سے خطاب میں فرمایا:۔اولا دعبدالمطلب ،امیر المومنین کے خون کے انتقام کے نام سے تہمت والزام میں لوگوں کو قتل نہ کرے۔میرے قاتل کو جب تک میں زندہ ہوں میرے جیسا کھانا دیں میرے بعد اس کو ایک ضربت ماریں کیونکہ اس نے مجھے ایک ضربت ماری۔''**الالا تقتلنّ بی الاقاتلی انظرو اذا انامت من ضربة هذه فاضربه ضربة بضربة**''(کتب۔۴۶)علی نے اقتدار لینے کیلئے لوگوں کو قتل نہیں کیا جس طرح زبیر وفرزند زبیر اور طلحہ نے دیوانہ وار اقتدار کیلئے دس ہزار قربانیاں دیں اور معاویہ ابن ابوسفیان نے تیس ہزار قربانیاں دیکر یہ منصب حاصل کیا تھا۔پاکستان کے صوبہ سرحد کے وزیر ریلوے بشیر بلور سے ریلوے حادثہ پر استعفیٰ مانگا گیا تو اس نے کہا میں استعفیٰ نہیں دونگا کیونکہ میں نے پیسہ خرچ کر کے یہ وزارت لی ہے۔بلتستان گلگت کے قومی خدمت والے دونمائندوں نے اپنے ایک ووٹ کا تین تین کروڑ لیا،کہا ہم پیسہ خرچ کر کے یہاں آئے ہیں۔وہ بے پناہ دولت اپنے اقتدار وتزئینیات وآرائش پر لگا دیتے ہیں اور پھر پروٹوکول سے حکومت چلاتے ہیں۔چالیس پچاس ہزار روپے صرف ایک سوٹ پر لگا دیتے ہیں۔

علی نے اس بیت المال سے لطف اندوزی نہیں کی ،آپ نے خلافتی تزئینیات سے لطف اندوزی نہیں کی بلکہ آپ نے حکومت اسلامی کے خدوخال کی ایک تصویر بنائی اس تصویر سے دنیا کے ظلم وستم ظریفی والے آپ سے خوف زدہ ہوگئے ،جب بھی خلافت علی کا تصور سامنے رکھتا ہوں تو ملک عزیز میں خلیفۃ بلافصل وبلامعنی فتنہ پروروں کے قائد،کفر وسوشلزم کے حامی اور مسرفین بیت المال مسلمین کو وزیر اعظم ہاؤس میں ایک کنٹینر لباس رکھنے والوں کیلئے اپنا کندھا وقف کرنے والوں کو دیکھتا ہوں تو تعجب وحسرت میں محو ہوجاتا ہوں جو علی مغیرہ بن شعبہ،طلحہ وزبیر،عمر وعاص ومعاویہ ابن ابوسفیان کے والی رہنے پر آمادہ نہیں ہوئے اور جنگوں کا سامنا کیا لیکن ان کے ماننے والے ظالم وغاشم پی پی حکومت کیلئے دین وایمان وشرف نچھاور کئے ہوئے ہیں اور نہ جانے ان میں سے کتنوں نے پرویز مشرف اتاترک کی حمایت کی'' **هل هذا الا خدعة فی خدعة و غدرفی غدر**''(خطبہ۔۷۳)۔

آپ نے مال مسلمین کے متصرف کل بننے کے بعد تمام قطائع عثمان ابن عفان کو واپس بیت المال مسلمین میں شامل کرنے کا اعلان کیا(خطبہ۔۱۵)۔

''**الاان اقیم حقا او ادفع الباطلا**'' (خطبہ۔۳۳)
اس کو طلب کرنے میں کوتاہی نہیں کی گرچہ عزیزوں نے آپ کو دور رہنے کا مشورہ دیا تھا، نہ اقتدار کی طمع و لالچ میں خوف و ہراس پھیلایا اور نہ دوسروں پر تعدی و تجاوز کیا (خطبہ۔۳۲۶)۔

فسلام الله علیک یوم ولدت ویوم عشت تحت عطف نبی الرحمة محمد و یوم اسلمت لرب العالمین ویوم نمت فی فراش محمد ویوم هاجرت ویوم بارزت ،صنادید والعنادید من الابطال و الشجعان واوصلتهم الی سحیق جهنم ورفعت رایت الاسلام مترفرفا فی السماء و یوم کنت کمجاهد عادی الخلیفة المسلمین ویوم دفعت عن خلیفة المظلوم المحصور ویوم تسلمت و تزینت الخلافه بعد لک لماع والبراق و یوم قابلت المنحرفین والقاسطین والمتسلطین علی رقاب المسلمین ویوم ضرب علی راسک اشقی الناس اقسی الناس اعدالناس اجهل الناس اخبث الناس علی راسک المرتفع و کنت قائما مصلیا لربک وقلت فزت برب الکعبه فسلام الله علیک یا علی عنی و عن اخوائی و عن اعوانی سلام مودع لاسئم و قال حتیٰ ملقات فی جنت النعیم.

مصادر کتب:۔

اب تک ان واقعات کا چاہے اجتماعات وخطابات کی صورت میں ہوں یا تالیفات وتصنیفات ہوں، ان کے مصادر رائج ترسیل مرسلات اور تکرار ہیں۔ ان مصادر پر انگلیاں نہیں اٹھائی جاسکتیں اور اگر کسی نے اٹھائی تو وہ لشکر ابرہہ کا نشانہ بنتا ہے۔ یہ واقعات جو اسلام و مسلمین کو نقصان نا قابل جبران و نا قابل تصور کا سبب بنے ہیں۔ ہمیں ان واقعات کی تہہ تک پہنچنے کیلئے ان واقعات کے مصادر پر توجہ دینا ضروری ہے تا کہ کم سے کم متفقات تک قانع ہوں۔ دوسری طرف ان کے اسباب وعوامل تک بھی جانا ضروری ہے چاہے ''**کـائنا ماکان**'' کا حساب کرنا ہوگا۔

زاویہ مصادر:۔

کسی واقعہ سے جتنا زمان گزرتا جاتا ہے مدعیٰ کو شواہد و گواہ سے ثابت کرنا دشوار ہوتا جاتا ہے اس کیلئے موثق ومعتبر مصادر چاہئیں ۔اس واقعہ کو چودہ سو انتالیس سال گزر گئے ہیں آیا طرفین اپنے مدعیٰ کو ثابت کرنے کے لئے کوئی معتبر وموثق مصادر پیش کر سکے؟ مصادر مستند ہوں تو وہ مسائل متنازع اور کسی فتنہ کو

حل کر سکتے ہیں علی کی خلافت قرآن سے ثابت کرنے والوں نے عاجز وقاصر ہونے کے بعد اشعار مذموم وممنوع قرآن سے تمسک کرنا شروع کیا ہے اس پر انہوں نے موسوعات شعری بنائے ہیں۔

دوصدیوں سے کچھ زیادہ عرصہ گزرنے کے بعد بعض مجہول النسب افراد نے ناموس علی سے کھیلنا شروع کیا۔ انہوں نے ایک طاقتور حکومت قائم کی، انتساب استقلالی بہ فاطمہ کے نام سے جدال ومخاصمہ خلفاء کو اٹھایا۔ چونکہ خلفاء نے عظمت اسلام کو نمائش کیا تھا مسلمانوں نے اسلام سے ان کی وفاداری، ایثار و محبت وشفقت، نبی کریمؐ سے وفاداری ومحبت کو اپنی آنکھوں سے ''**کالشمس فی رائعة النہار**'' دیکھا تھا لیکن بیوقوف وسادہ عوام ''**مع کل ناعق**'' والوں کو گمراہ کرنے کیلئے نبی کریمؐ کی بیٹی کو مظلومہ ومقہورہ پیش کرنے کیلئے مصادر بنانا شروع کیے، سنیوں کو پہلے دشمن اہلبیت کے طور پر پیش کیا پھر ان سے ضمیر فروش قلم کاروں سے افسانے لکھوائے یہ مصادر حسب تحقیق کتب شناساں باطنیہ کی لکھی ہوئی کتب ہیں۔ انہوں نے اسی خیانت اور جنایت کو چھپانے کیلئے گریہ وزاری کا سلسلہ شروع کیا۔

علماء ومحققین اور کتاب شناسوں نے بہت سی کتابوں کو جعلی وخود ساختہ اور لا وارث ثابت کیا ہے۔ اس طرح بعض مصنفین بھی ایمان وکردار فاسد کے لحاظ سے، کاذب، علم فروش اور تصنیفات فروش ثابت ہوئے ہیں، اس سلسلہ میں چند کتابیں ملاحظہ کریں کشف الظنون، ریاض علماء حیاض فضلاء، معجم مؤلفین، الذریعہ الیٰ تصانیف شیعہ۔

خطبہ فدک ان مندرجہ ذیل مؤلفین کی کتب میں آیا ہے یہ بھی احتمال ہے کہ ان تینوں کو کہنے والا کوئی اور ہو کتاب احتجاج ان تینوں سے منسوب ہے۔

۱۔ ابی منصور احمد ابن علی ابن ابی طالب طبرسی

۲۔ ابی علی طبرسی صاحب کتاب تفسیر مجمع البیان

۳۔ شیخ ابن ابی لفصل طبرسی کتاب احتجاج کی سند اور متن دونوں مخدوش ہیں۔ دوسری کتاب ''امامہ وسیاسہ'' تالیف ابن قتیبہ دینوری متوفی ۲۷۶ھ سے منسوب ہے یہ کتاب حال ہی میں ایران کے مکتب شریف رضی سے نشر ہوئی ہے۔ کتاب کے عرض ناشر میں لکھا ہے اس نام کی کوئی کتاب ابن قتیبہ کی کتابوں کی فہرست میں نہیں ہے چنانچہ صاحب کشف الظنون نے ان کی تصانیف کردہ کتابوں کا تذکرہ کرتے وقت بھی اس کتاب کا ذکر تک نہیں کیا ہے، اسی طرح کتاب تاریخ ومؤرخون، کتاب ''**یجب ان یحترز منھا**'' میں بھی اس کتاب کی سند ومتن دونوں کو مخدوش قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ کتاب بھی ان گمنام کتابوں میں شمار ہوتی ہے

جنہیں نامعلوم لوگوں سے لکھوا کر معروف شخصیات کی طرف نسبت دی گئی ہے جیسے مسند امام صادق، عیون الاخبار رضا، فقہ رضا، مصباح الشریعہ، رسائل اخوان الصفاء وغیرہ لہذا ایک ایسی کتاب میں درج روایات کو بنیاد بنا کر شور و ہنگامہ آرائی سے بہت سی بے بنیاد باتوں کو تقویت بخشنے کی کوشش کی گئی ہے ماجرائے دروازہ سوزی، سقط جنین، پہلو شکستگی، غصب فدک، جبری مبایعت علی، خطبہ زہراء کا خود ساختہ ہونا اظہر من الشمس ہے، اظہر من الشمس کا مطلب اس سلسلے میں نقولات تضادات پر مبنی ہیں بیانات متضاد ہیں بیانات منسوب بہ فاطمہ متضاد ہیں بیانات منسوب بہ ابوبکر صدیق متضاد ہیں بیانات مصنفین و مؤلفین متضاد ہیں، اسلام سے دشمنی کرنے والے ان حضرات نے اشکالات و اعتراضات کی تیر باراں سے سر چھپانے کی جگہ نہ ملنے کے بعد خود کو پتوں اور تنوں سے چھپانا اور گوسالوں سے اپنا دفاع شروع کیا ہے لہذا دفاع میں یکے بعد دیگرے شرمندگی و افسردگی میں گر گئے، کیونکہ کوئی بھی مسئلہ غصے و دشنام، گالم گلوچ، سینہ کوبی، سر پیٹنے، پا برہنہ چلنے یا پیدل مارچ اور جلوسوں سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کا اثبات دلائل سے قائم ہوتا ہے۔ اگر زہراء مرضیہ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت خلفاء سے ناراض تھیں تو خلفاء سے ناراضگی اور مخالفت مول لینے کی شکایت ان کے شوہر بزرگوار و باوفاء علی اور ان کے فرزندان وجگر گوشوں حضرات حسنین کو ہونا چاہیئے تھی لیکن تاریخ میں ان حضرات کی طرف سے خلفاء کی مخالفت کے حوالے سے کہیں بھی کوئی مثال نہیں ملتی بلکہ حضرت علی کے اصحاب باوفا خلفاء کے معاون و مددگار رہے ہیں سلمان فارسی خلیفہ دوئم کے دور میں جنگ اسلام و فارس میں شریک ہوئے اور بعد میں ان کی طرف سے مدائن میں والی بنے۔ اسی طرح عمار یاسر کوفہ کے والی بنے۔ عبداللہ ابن مسعود صاحب بیت المال رہے۔

اس حوالے سے تمام مصادر کتب کی برگشت کتاب سلیم بن قیس ہلالی کو جاتی ہے جبکہ کتاب سلیم بن قیس ہلالی کا متن اپنی جگہ تضاد و تناقض پر مبنی ہونے کے علاوہ خود سلیم بن قیس ایک شخص مشکوک و مخدوش اور خود ساختہ ہے۔ لہذا ماجرائے فدک، حصار عثمان ابن عفان، جمل و صفین وغیرہ ہمارے لئے صادق عن الصادق نہیں پہنچے ہیں، ہمیں ان اخباروں کے بارے میں تمام زاویوں سے بات کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح تمام فریقین کو سامنے لانے کی ضرورت ہے۔ اس واقعے کے فریق کو ان ماجراؤں سے باہر بھی تحقیق کرنے کی ضرورت ہے، یہ ذوات اس سے پہلے اور اس واقعے کے بعد کہیں جھوٹ تو نہیں بولتے تھے، ان کے کردار و سلوک و تعلقات اسلام مخالف اور اسلام موافق سب کو دیکھنا ہے۔ کیا وہ ایسے جرائم کا ارتکاب کرتے تھے ایسی غلط گویاں کرتے تھے۔ چنانچہ قیصر روم نے محارب و معارض محمدؐ ابوسفیان سے محمدؐ کے بارے میں استفسار کیا

اور ابوسفیان نے اس خوف سے کہ کہیں جھوٹ بولنے پر پکڑے نہ جائیں حقائق بیان کئے، دیکھنا ہوگا پہلے جھوٹ بولتے تھے یا صادق وامین تھے اور کیا ان کا دماغی توازن صحیح تھا کن کن لوگوں کے ساتھ ان کا اٹھنا بیٹھنا ہوتا تھا۔ احمد بن حنبل نے کہا بعض امور سے متعلق اخبار پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ سقیفہ میں انصار ومہاجرین کے جمع ہونیکی بات ہے کیا یہ خبر صحیح ہے یا جھوٹ ہے، خبر ویسے ہی نہیں جھٹلا سکتے ہیں نہیں کہہ سکتے یہ جھوٹ ہے خبر لانے والے سے کہتے ہیں کہ آپ دلیل دیں اور رد کرنے والے کے لئے بھی دلیل چاہئے اور پیش کرنے والے کے لئے بھی دلیل چاہئے۔ سقیفہ و دیگر ماجرائے دروازہ سوزی، پہلو شکستگی، سقط جنین، غصب فدک سب خبریں ہیں ہر ایک خبر کے لئے اس کے گرد ونواح اور متعلقات کو دیکھنا ہوگا کہ کیا ایسا ہوسکتا ہے، کیا یہ ممکن ہے، صدق کے کیا دلائل ہیں کذب کے کیا دلائل ہیں سب دیکھنا ہوگا۔ یقیناً ہمارے پاس عینی شاہدین والے گواہ نہیں ہیں وہ سب عالم آخرت میں جاچکے ہیں، مدعی و مدعیٰ علیہ سب عالم برزخ میں ہیں۔ ہمارے پاس سب دعوے ہیں لہٰذا قارئین کرام کو اس ''**معضلة مشكلة**'' کے بارے میں دو مرحلے میں حل پیش کرتے ہیں، پہلے مرحلے میں خود فدک اور حروب ثلاثہ سے متعلق پیش کریں گے دوسرا مرحلہ ''**و ما ادراک مالحديث وما ادراک ماجراء على الحديث، الحديث صناعة و صياغة باطنيه صا غها لتضرب كتاب الله العظيم**'' تو پہلے مرحلے میں ہمیں تحقیق کے لئے ان واقعات پر مشتمل کتب کو دیکھنا ہوگا، جتنا کتب جمع کر سکتے ہیں اس موضوع پر جمع کریں۔ دیکھیں عالم کتب میں کیا چلتا ہے کتابیں سب حقائق پر مبنی ہوتی ہیں یا اکاذیب وافتراء، باطل وغلط افکار اور جھوٹ سے مخلوط ہوتی ہیں مذکورہ کتب کو دیکھنا ضروری ہے۔ دوسرے مرحلے پر جن کتب میں ان واقعات کا ذکر ہے ان واقعات کا ذکر کرنے والے راویان کو دیکھنا ہوتا ہے اس کو کہتے ہیں تحقیق رواۃ، پہلے لوگ نقل روایات پر اکتفاء کرتے تھے جب جھوٹی روایات کی بھرمار ہونے لگی تو راوی شناسی کی شدت بڑھ گئی کہ یہ راوی جس نے یہ روایت نقل کی ہے وہ صحیح ہے یا غیر صحیح ہے، چنانچہ تحقیق کرنے والے علماء نے بہت سے فاسد اور کاذب راویوں کی کتب سے کتابیں بنائی ہیں۔ اگر اس نے روایت کو اپنے سے لے کر رسول اللہؐ تک پہنچایا یا ان واقعات میں عینی شواہد تک پہنچایا تو اس روایت کو روایت مستند کہتے ہیں، اگر روایت کی سند نیچے سے یا درمیان میں ٹوٹی ہوئی ہے یا نیچے سے اُوپر نسبت دی ہے تو اس کو مرسلات کہتے ہیں اگر اوپر تک دی ہے تو مستند ہوگی تنہا مستند ہونا کافی نہیں ہے۔ علماء نے روایت کی تین قسمیں بتائی ہیں صحیح روایت، حسن اور ضعیف سب نے کہا ہے روایت صحیح اور حسن پر عمل کر سکتے ہیں۔ روایت ضعیف خبر مردود ہے۔ جب روایتوں کی ساخت بڑھ گئی تو درد دینی رکھنے والے علماء نے صحیح راویوں

اور غلط راویوں کی چھانٹی کا بندوبست کیا تاکہ معلوم ہوسکے یہ راوی صحیح تھا یا نہیں؟ غلط راویان کی روایت کو صحیح گردانںنے کے لئے ایک تدبیر سوچی اور پھر بہت سے لوگوں کو راویوں کی تعداد بڑھانا پڑی تاکہ راوی متواتر ہوجائیں اور تاکہ تحقیق کا دروازہ بند ہوجائے۔

تیسری صدی کے آخر میں یا چوتھی صدی کے آغاز میں اخوان صفاء نے کہا تھا دین میں آلودگی آئی ہے اس کو علم اور فلسفے سے دھونے کی ضرورت ہے علم اور فلسفے سے دین کو کیسے دھوئیں گے؟ اس کی حکمت عملی کیا ہوگی؟ اس حکمت عملی کے بارے میں ایک سوال یہ ہے کہ تاریخ اور حدیث میں کیا رشتہ ہے؟ عالم جواب دیتا ہے تاریخ اور حدیث میں رشتہ والد اور مولود کا ہے یعنی انڈہ اور مرغی جیسا ہے مرغی سے انڈہ نکلتا ہے اور انڈے سے مرغی نکلتی ہے لیکن تاریخ وحدیث میں سے کون پہلے ہے یہ ابھی حل نہیں ہوا ہے، لیکن علمائے حدیث نے اس کو حل کیا ہے انھوں نے کہا ہے تاریخ شکم حدیث سے نکلی ہے اور خود تاریخ نے دامن حدیث میں پرورش پائی ہے۔ حدیث کیا ہے؟ حدیث ایک مصطلح باطنیہ ہے وہ اپنی بات کو ذووجہین، ذولسانین، ذوقولین اور ذومعنی پیش کرتے ہیں، اگر آپ کو سمجھنا دشوار ہے تو اس کو ایک مثال سے سمجھیں ہمارے ملک میں جو منظمات و سیاستدان ہیں ان کی باتوں کو پکڑا نہیں جا سکتا ہے اسی طرح احادیث واخبار والوں نے ایسی یضرب احادیث بنائی ہیں اگر ایک کو پکڑا جائے تو دوسری پیش کرتے ہیں، دوسری کو پکڑیں تو کہتے ہیں تیسری حدیث کا معنی تازہ تر ہے خاص کر اس دور میں فوٹو کاپی اور کمپیوٹر کے بعد کوئی مشکل نہیں رہی، اس لئے نئی بات نئی ایجادات کو حدیث کہتے ہیں کیونکہ تازہ تر ہوتی ہیں، قرآن کریم میں خود رسولؐ اللہ کے عمل کو اسوہ قرار دیا گیا ہے، نبی کریمؐ نے اپنے مقال کو لکھنے سے منع کیا تو بزرگان مہاجرین وانصار نے نہیں لکھا تیسرے درجے کی شخصیات نے چپکے سے مخالفت کرتے ہوئے جعلی اجازت نامہ کو پیش کر کے لکھا تو انہوں نے سنت عملی کا بچہ قول وتقریر کو بنایا۔ احمد امین نے اپنی کتاب فجر الاسلام ص۲۰۲ پر لکھا ہے نبی کریمؐ نے حدیث لکھنے سے منع کیا ہے چنانچہ محمد بن مسلم نے بھی اپنی صحیحہ میں ابی سعید خدری سے اور انہوں نے رسولؐ اللہ سے نقل کیا ''**لا تکتبو عنّی**'' میری طرف سے نقل نہیں کرنا، اگر کوئی میرے اوپر جھوٹ نسبت دے گا تو اس کا ٹھکانا جہنم ہے اسطرح حدیث لکھنے پر پابندی تھی۔ کتاب ضحی الاسلام جلد۲ص ۸۶ پر آیا ہے بنی عباس کے دور تک احادیث کسی کتاب کی جگہ جمع نہیں تھیں اچانک احادیث جمع کرنے کی سوچ عمر ابن عبدالعزیز کے ذہن میں آئی لیکن یہ نہیں ہوسکا۔ کتاب ظہر الاسلام جلد۲ص ۳۹ میں آیا ہے رفتہ رفتہ حدیث بڑھتی گئیں یہاں تک کہ بخاری، مسلم، مسند احمد بن حنبل تینوں میں ۶۰۰۰۰/ ساٹھ ہزار احادیث جمع ہوئیں، اتنی احادیث جمع ہوجانے کی ایک وجہ یہ

ہے کہ ان میں دیگر اقوام وملل کے عقائد ورسومات، حکماء کے اقوال ونصائح اور فقہاء کے فتاویٰ سب کو حدیث بنایا ہے۔ حدیث جمع کرنے کے لئے پروپیگنڈے کئے گئے حدیث جمع کرنے پر سختی وپابندی کو ہٹایا اور کہا کہ سند بتانے کی ضرورت نہیں، اسے کسی سے بھی نسبت دے سکتے ہیں۔ حدیث جمع کرنے کے لئے کہا کہ جو ۴۰ احادیث نقل کرے گا تو ایسا انسان قیامت کے دن فقیہ مشہور ہوگا یہاں تک کہ لوگ ہرکس وناکس سے سوال کرتے تھے کہ آپ کے پاس کوئی حدیث ہے۔ صحیح بخاری نے لکھا ہے میں نے اپنی کتاب میں جو احادیث جمع کی ہیں وہ سات لاکھ احادیث سے چھانٹی کی ہیں وہ سات لاکھ کہاں گئی ہیں۔ اسی طرح کہتے ہیں شیخ صدوق کی کتاب مدینۃ العلم گم ہوگئی ہے، شیعوں کے پاس کتب اربعہ میں ۲۵ ہزار احادیث ہیں، ساٹھ ہزار سے ملائیں گے تو وہ ۸۵ ہزار بنیں گی۔

حدیث سے تاریخ، تاریخ سے حدیث بنی، نثر سے شعر اور شعر سے نثر بنی اور پھر اسے منسوب بہ اہلبیت کر کے حجت بنایا، اسی طرح اصحاب سے منسوب کر کے خیر القرون والوں کو حجت بنایا، جس شعر کو قرآن نے ملعون ومردود کیا ہے اس کو حدیث کے ذریعے فضائل ومناقب اہل بیت بنایا۔ حدیث کی تعداد میں اضافہ کرنے کی خاطر بعض کی تاریخ چنداں واضح نہیں چنانچہ ان کے نام پر القاب جلیلہ وجمیلہ لگا کر ناقدین کی زبان روک کر احادیث کی بھرمار کی ہے۔

تاریخ اور حدیث کی مثال مرغی اور انڈے کی ہے:۔

ہر ایک والد ومولود ہے، تاریخ کو حدیث اور حدیث کو تاریخ کے دائرے میں رکھا۔

۱۔ صحیح بخاری میں محمد بن اسماعیل نے سات لاکھ احادیث میں سے ساٹھ ہزار احادیث انتخاب کی ہیں، اب احادیث پر تحقیق کرنے والوں نے ان میں سے بھی سے ہزار ہزار احادیث ضعیفہ استخراج کی ہیں لیکن ایک بہت بڑا سوال اپنی جگہ موجود ہے کہ یہ سات لاکھ احادیث کہاں گئی ہیں کیا یہ بعد کی لکھی کتابوں میں درج ہیں۔ دوسری طرف اصول کافی کی سولہ ہزار احادیث میں سے ۹ ہزار احادیث ضعیفہ استخراج کی ہیں لیکن دونوں طرف سے ضعیف احادیث تحلیل کر کے ناقدین سے چشم چرائی گئی ہے۔

۲۔ یہ مطالب کس کتاب سے نقل ہوئے ہیں جن کتابوں سے نقل کئے ہیں ان کتابوں کے لکھنے والے کون ہیں؟ اس کے لئے علماء نے کتاب شناسی کے نام سے کتابیں لکھی ہیں بطور مثال ایک کتاب کشف الظنون اسلامی الکتب والفنون مؤلف مصطفیٰ بن عبداللہ قسطنطنیہ رومی حنفی الشہیر بالملا کاتب جلبی متوفی ۱۰۶۰ھ ہے اور دوسری کتاب ریاض العلماء حیاض الفضل مرزا عبداللہ آفندی اصفہانی معاون علامہ مجلسی

۱۲ اویں صدی ہے۔

تعریف تواتر:۔

کتاب تیسیر مصطلح حدیث بقلم محمود تحان استاذ علوم حدیث کلیہ شرعیہ دراسات علیا جامع کویت ص ۲۳ تواتر کی تعریف میں لکھتے ہیں اصطلاح میں ''**ماروا ہ عـدد کثیـر یسـتـحیل العادة علی طواطعهم علی الکذب**''، علمائے حدیث نے اس پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ حدیث کے متواتر ہونے کے لئے اور شرائط بھی لگائی ہیں۔

۱۔راوی کثیر ہوں، عدد کثیر میں کتنے آتے ہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے۔آخری قول ہے کہ دس راوی ہوں انھوں نے یہ شرط کتاب تدریب راوی ص ۱۷۷ سے نقل کی ہے۔

۲۔ یہ کثرت تمام طبقات میں ہو مختلف طبقات سے تعلق رکھتے ہوں ممکن ہے حدیث بہت کثیر راویوں سے ہو لیکن حکم تواتر نہ ہو چنانچہ شیعہ سنی دونوں کا اس پر اتفاق ہے ان میں کوئی بھی حدیث متواتر نہیں ہے۔

۳۔عادۃً سب کا ایک پر اتفاق ہونا ممکن نہیں۔

۴۔راوی کی سند سمعی وبصری ہو جیسے سمعنا میں نے سنا میں نے دیکھا میں نے لمس کیا ہے، اگر عقلی ہو میری عقل نے درک کیا عالم حادث ہے اس کو خبر متواتر نہیں کہتے ہیں۔

۵۔احادیث تواتر لفظی رکھتی ہوں۔

کتاب مختصر الوجیز فی العلوم الحدیث تألیف دکتور محمد عجاج خطیب وکیل ملی شریعہ ورئیس جامع دمشق سابقہ ناشر مؤسس رسالہ حدیث متواتر وہ ہے''**مـاروا ہ جـمـع تحیل العادة تواطوهم علیٰ الکذب عـن مثلهم من اول سند الی منتهاه علی ان لا یختل هذا الجمع فی ایّ طبقات من طبقات والـمـتـواتر قطع لثبوت وهو بمنزلة عیان یجب عمل به**'' اما جو تواتر دوسری یا تیسری صدی سے شروع کیا ہو اس کی کوئی حیثیت نہیں حضرت علیؑ ابن ابوطالب کی منصوصیت پر منقول متواتر احادیث کہاں تک پہنچی ہیں ہزاروں سے بڑھ گئی ہیں، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ تواتر ہوتے ہوئے بھی سنی کیوں نہیں مانتے حالانکہ یہ تواتر تو سنی طریقے پر ہی تھا یہ تعاند وتکابر ہوگا اگر ابھی تک سنی بھی نہیں مانتے تو دوسرے اسے کیسے مانیں گے۔اگر علی ابن ابوطالب کی منصوصیت ثابت ہے تو پھر آپ کے نزدیک تو سنیوں کو کافر ہونا چاہئے جبکہ الٹا سنیوں نے شیعوں کو کافر قرار دیا ہے لیکن کم سے کم خود شیعہ کو تو کافر نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ان میں سے

بھی بعض نے وجود نص سے انکار کیا ہے جیسے امام خمینی نے اپنی کتاب ولایت فقیہ میں تصریح کی ہے کہ ہم علی ابن ابوطالب کی افضلیت کی وجہ سے انہیں خلافت کیلئے مقدم گردانتے ہیں اور کہتے ہیں ائمہ مرجع علمی ہیں۔ بطور مثال شق القمر کی روایات تواتر سے بھی بڑھ گئیں، متعہ پر صاحب وسائل نے تین سو سے زیادہ روایات جمع کیں، امام مہدی کے بارے میں روایات کو متواتر بنایا لیکن ہر آئے دن یہ چیزیں مشکوک سے بڑھ کر معدوم سے قریب تر ہوتی گئی ہیں۔

۲۔ کہتے ہیں علماء نے حدیث ضعیف پر بھی عمل کرنے کی اجازت دی ہے کیونکہ یہ جا گیر علماء ہے عام دنیا میں مصادر کیلئے عقل ونقل مسلّم ہونا چاہیئے ، احادیث ضعیف حجت ہیں تو احادیث کذب و وہم کی بھی اجازت ہونی چاہیئے ، اب احادیث ضعیف سے بھی تجاوز کر کے کہتے ہیں عمل اصحاب حجت ہے امام مالک اور احمد بن حنبل نے عمل اہل مدینہ کو بھی حجت گردانا ہے ، جبکہ ان کے دور میں گانا وموسیقی کا مدینہ میں رواج اتنا بڑھا تھا کہ خود مسجد نبوی میں امیر المومنین ہارون الرشید کے حضور میں گانا گاتے تھے کہتے ہیں فتاویٰ مشہور پر بھی عمل ہو سکتا ہے۔

آپ کو زہراء کی مظلومیت کا شعار بلند کر کے دراصل اسلام کو روکنا ہے یا لوگوں کے ذہن میں یہ بٹھانا ہے کہ دین صرف محبت اہل بیت ہے اور کچھ نہیں ہے، یا نعوذ باللہ ان کے عقیدے کے مطابق توحید و نبوت ورسالت وآخرت سب جھوٹ ہے۔ کہتے ہیں امامت بھی کچھ نہیں صرف زہراء ہے اصل میں ان کے پاس کوئی اصول نہیں ہے۔ چنانچہ جہاں کہیں کسی نے اس موضوع پر دعوت بحث وتحقیق کا مظاہرہ کیا وہاں انہیں بری طرح سے کچل دیا گیا حالانکہ وہ بیچارے ان کی بہت سی خرافاتوں، بدعتوں اور بے اساس عقائد و نظریات کو تسلیم ہی کیوں نہ کرتے ہوں چنانچہ مرحوم محمد حسین فضل اللہ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا انہوں نے گریہ اور کہانیوں کو تکرار کہا ہے لیکن وہ بے چارے مصلحت جمہوری اسلامی ایران کا شکار ہوئے ، انقلاب مخالف آیت اللہ حضرات روضہ معصومہ قم پر ظاہری طور پر پا برہنہ آتے ہیں یقیناً انتظامیہ راستہ صاف کرنے والوں سے کہہ کر صفائی کراتی ہوگی وہ ابریشم کی جرابیں پہن کر آتے ہوں گے لیکن فضل اللہ دوبارہ ایران نہیں آسکے۔ ان کے خلاف باطنیوں کے مشہور مصنف عاملی نے **'مأساۃ زہراء'** لکھی۔ فضل اللہ کے ساتھ جو حشر ہوا اسے دیکھنے کے بعد ''مأساۃ فضل اللہ'' کو دیکھنے کی ہمت نہیں ہوئی کیسے ہمت ہوگی۔ بیچارے کے بارے میں کہتے تھے بڑے سیاستمدار تھے کسی کو خود پر اشکال واعتراض کرنے کا موقع نہیں دیتے تھے انہوں نے دار التقریب والوں کے اشارے پر کچھ نصیحت کا احتمال دیا ہوگا وہ ان کے گلے پڑا، ان کو پتہ نہیں ہوگا کہ

تقریب مسلمین خود ڈھونگ اور دھوکہ ہے۔ آپ نے سنیوں کو نزدیک کرنے کیلئے کہا تھا جبکہ سنی اس آگ کو جلانے کیلئے شیعوں کو جواز اور ایندھن فراہم کرتے ہیں شیعہ صرف ماچس سے آگ لگاتے ہیں، اس الف لیلۃ کو ختم کرنے کے لئے کوئی تیار نہیں کیونکہ یہاں تصور امت مفقود ہے لہٰذا یہاں نہی از منکر کرنے والے حیران ہیں یہاں مسلمانوں کے دو فرقے نہیں بلکہ باطنیہ کے دو فرقے ہیں ضرورت پڑنے اور بعض باتیں اگلوانے کیلئے وہ خود کو مسلمان متعارف کرتے ہیں۔

سترہویں صدی میلادی سے پہلے حدیث کو متواتر بنانا ذرا مشکل تھا چونکہ ہاتھ سے لکھنا ہوتا تھا دوسرا اجازت لینا ہوتی تھی لیکن جب سے مصر میں فرانسیسی ''بولاق نامی'' پریس لائے اس سے جتنا بن سکا انہوں نے بنایا۔ احمد بن حنبل نے بہت موٹی کتاب علی کے فضائل میں لکھی لیکن شیعہ نہیں ہوئے، نسائی منصوصیت سے بھی ہٹ کے نصیری ہوگئے لیکن وہ سنی ہی رہے ہیں شیعہ نہیں ہوئے۔ جب تواتر بنانا ان کے لئے ناممکن ہوا تو انہوں نے دیوار برلن بنائی اور ہر حدیث کے نیچے لکھا متفق علیہ ہے لیکن یہ اتفاق کس جگہ کس تاریخ کو ہوا، کتنے لوگ اس میں شریک تھے، کتنوں کے دستخط ہوئے تھے معلوم نہیں، بعض کا امور دینی میں حق تحقیق خفیہ جگہوں پر ہوتا ہے، سکردو کے علم صرف ونحو کے مفتی جوہری کہتے ہیں ہمیں تحقیق کرنے کی اجازت ہی نہیں یا ہم کر نہیں سکتے۔ یعنی ان کے بعد والے سب گدھے گوسفند لال بیگ ہیں جو سامنے آئے اس کو کھائیں این جی اوز سے پیسہ لے کر سیکولروں کو جتائیں اور قومی مصلحت کی خاطر دین کو اوپر نیچے کر سکتے ہیں'' **عمن تخادعون و من غرکم''**۔

اصحاب میں سے جن جن سے زیادہ احادیث نقل کی ہیں وہ ذوات اور ان سے مروی احادیث منقوش ومخدوش ہیں۔

۱۔ نبی کریمؐ کے سختی سے کتابت حدیث سے منع کرنے کے باوجود، لکھنا خلاف حکم رسولؐ اللہ ہے مخالفت کر کے لکھی گئی احادیث کی کوئی وقعت وحیثیت نہیں بنتی ہے۔

۲۔ جن ذوات سے یہ احادیث نقل ہوئی ہیں ان سے زیادہ رسولؐ اللہ کے ساتھ حضر وسفر وخلوت و جلوت میں رہنے والوں سے اتنی احادیث نقل نہیں ہوئیں یہ بات خود تشکیک آور ہے۔

۳۔ کہتے ہیں بعض کو احادیث نقل کرنے کی اجازت دی گئی تھی یہ کابینہ زرداری ونواز شریف وعمرانی نہیں ہے جو وزیروں کو خصوصی رعایت دیں، یہ شریعت ہے اور شریعت نبیؐ کے پاس امانت ہے ہم کسی کو امتیاز نہیں دے سکتے، عمر بن خطاب سے زیادہ ان کے بیٹے سے نقل حدیث تعجب آور وسوال آور ہے۔ اس

نے بعد میں اپنے بھائی عبید اللہ پر حد سر عام لگانے سے روک کروالی کے گھر کے صحن میں جاری کروائی۔عمر بن خطاب نے انہیں خلافت کیلئے نا اہل قرار دیا تھا۔اس نے علی کی بیعت نہیں کی لیکن یزید کے پاس ازخود جا کر بیعت کی۔

۴۔عبداللہ ابن عمرو بن عاص کے ہاتھ میں صحیفۃ صادقہ آئی تھی گلی کوچوں یا ردی فروشوں سے حاصل کتاب شریعت نہیں بن سکتی ہے۔عبداللہ بن عمرو بن عاص اپنے باپ کے تمام جرم وجنایت میں برابر شریک رہا۔

۵۔عائشہ ام المؤمنین کا دیگر امہات المؤمنین سے کئی گنا زیادہ احادیث کی نقل سوالیہ نشان بنتی ہے عائشہ سے زیادہ نقل حدیث کی توجیہہ میں بتایا جاتا ہے آپ زیادہ ذہین وفطین تھیں اور بہت علوم وفنون کی مالکہ تھیں۔ہماری بحث دین وشریعت کے بارے میں ہے علوم وفنون کی بحث نہیں تاہم یہ سوال پیش آتا ہے یہ علوم عائشہ نے کس سے سیکھے،ان کے علاوہ جن سے روایت نقل کرنے کا ذکر آتا ہے ان کی علماء رجال نے توثیق نہیں کی،عائشہ سے منسوب اکثر وبیشتر واقعات حقیقت سے متصادم ہونے کی وجہ سے دنیا میں اسلام کا مذاق اڑایا جاتا ہے،لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ عائشہ سے منسوب احادیث دشمنان اسلام نے عائشہ سے انتساب کی ہیں اس کو کہتے ہیں کہ مرد سے ہار گئے تو عورت کو آگے لائیں۔

۶۔ابو ہریرہ اوران کے والد کے نام میں سات آٹھ ناموں میں اختلاف ہے جو خود تشکیک آور ہے۔احکام شرعیہ کا قریب یا کثرت صرف ابوھریرہ سے کیوں منقول ہیں کیونکہ علی،ابوبکر ابن ابی قحافہ،زید بن حارثہ،زبیر بن عوام،طلحہ بن عبید اللہ،عبدالرحمٰن بن عوف جیسوں سے کیوں نہیں؟ کیا تنہا ابو ہریرہ پابندی سے جماعت میں حاضر رہتے تھے باقی گاہے بگاہے آتے تھے کیا باقی نماز روزہ کے پابند نہیں تھے ہجرت کے ساتویں سال اسلام لانے والے اور صرف تین سال عہد رسالت میں گزارنے والے ۲۳ سال معیت رسولؐ اللہ میں گزارنے والے ابوبکر ابن ابی قحافہ وعلی سے حفظ احادیث میں سبقت کیسے لے گئے؟ خود ابو ہریرہ سے نقل ہے کہ ہم چند افراد حدیث لکھ رہے تھے تو رسولؐ اللہ نے آ کے ڈانٹا۔ابو ہریرہ نے علی کے ساتھ نکلنے سے منع کیا،کیا ابو ہریرہ علم شریعت اور فہم وفراست میں علی سے مقدم تھے۔

اصول کافی کے مصادر کو دیکھیں۔

رواۃ کتب اربعہ

۱۔بعض کے نام ہی نہیں۔

۲۔بعض کا نام خوف تحقیق سے مجمل دیا ہے۔

۳۔رواۃ ضعاف کے راویان میں سے بعض ملاحدہ ومنافقہ ہیں۔

آیئے دیکھتے ہیں۔

جامع رواۃ میں ان رجال کا ذکر موجود نہیں ہے:

ن۱۔أحمد بن المفضل ن۲۔اسماعيل بن خليفة ن۳۔اسماعيل بن زكريا

ن۴۔الربيع بن أنس ن۵۔زبيد بن الحارث ن۶۔سالم العجلي

ن۷۔سعيد بن خثيم ن۸۔جميع العجلي ن۹۔الحارث الهمداني

ن۱۰۔الحارث بن حصيرة ن۱۱۔جبيب بن أبي ثابت ن۲۱۔الحسن بن صالح

ن۱۳۔الحكم بن ظهير ن۱۴۔خالد بن مخلد ن۱۵۔خلف بن سالم

ن۱۶۔اسماعيل بن سلمان ن۱۷۔بسام الصيرفي ن۱۸۔ثابت بن أبي صفية

ن۱۹۔سليمان بن طرخان ن۲۰۔شريک بن عبد الله ن۲۱۔عباد بن العوام

ن۲۲۔سعيد بن كثير ن۲۳۔سلمة بن الفضل ن۲۴۔عبد الله بن زرير

ن۲۵۔عبد الله بن الجهم ن۲۶۔عبد الله بن عبد القدوس

ن۲۷۔عبد الله بن أبي عيسى ن۲۸۔عبد الله بن لهيعة

ن۲۹۔عبد الرحمن بن صالح ن۳۰۔عبد الملک

ن۳۱۔عبد الملک بن مسلمن۳۲۔عدي بن ثابت ن۳۳۔علي بن بذيمة

ن۳۴۔علي بن الجعد ن۳۵۔علي بن قادم ن۳۶۔علي بن المنذر

ن۳۷۔علي بن هاشم ن۳۸۔عطية بن سعد ن۳۹۔عمارة بن جوين

ن۴۰۔عمار بن معاوية ن۴۱۔الفضل بن دكين ن۴۲۔عبد الملک بن مسلم

ن۴۳۔محمّد بن جحادة ن۴۴۔مالک بن اسماعيل ن۴۵۔مخول بن راشد

ن۴۶۔منصور الليثي ن۴۷۔نوح بن قيس ن۴۸۔يعقوب بن سفيان

ن۴۹۔يحيىٰ بن عثمان ن۵۰۔اسحاق بن منصور

۱۔ جامع رواۃ میں ان رجال کا ذکر مکرر ہے:

مکرر۱۔ابراهيم بن يزيد مکرر۲۔ابراهيم بن محمّد مکرر۳۔سعيد بن عمرو
مکرر۴۔سعاد مکرر۵۔سلمة بن كهيل مکرر۶۔عبد الله بن عمر
مکرر۷۔عبيد الله مکرر۸۔عبد الجبار مکرر۹۔عبد الرحمن
مکرر۱۰۔عبد السلام مکرر۱۱۔عبد العزيز مکرر۱۲۔عثمان
مکرر۱۳۔علي بن زيد مکرر۱۴۔محمّد بن عبد الله مکرر۱۵۔محمّد بن فضل
مکرر۱۶۔محمّد بن موسى مکرر۱۷۔عائذ بن حبيب مکرر۱۸۔عبد الرزاق

۲۔ جامع رواۃ میں ان رجال کا ذکر موجود ہے:۔

م۱۔أصبغ بن نباتة م۲۔اجلح م۳۔اسماعيل بن أبان
م۴۔اسماعيل السدي م۵۔اسماعيل بن موسى م۶۔اسماعيل بن عبد الله
م۷۔تليد بن سليمان م۸۔ثوير بن أبي فاختة م۹۔جعفر بن زياد
م۱۰۔جرير بن عبد الحميد م۱۱۔جعفر بن سليمان قمی
م۱۲۔جميع بن عمير م۱۳۔جابر بن يزيد م۱۴۔حكيم بن جبير
م۱۵۔الحكم بن عتيبة م۱۶۔خالد بن طهمان م۱۷۔زياد بن المنذر
م۱۸۔سعيد بن فيروز م۱۹۔سوار م۲۰۔سعيد بن محمّد
م۲۱۔سليمان بن مهران م۲۲۔عباد بن يعقوب م۲۳۔علي بن غراب م۲۴۔عبد الله بن شدّاد م۲۵۔عبد الله بن شريك
م۲۶۔فطر بن خليفة م۲۷۔يزيد بن أبي زياد م۲۹۔يونس بن خباب

رجال الصحَاح مِن الشيعة:.

استاذ اسد حیدر صاحب کتاب الامام الصادق والمذاہب الاربعہ ج ۶ میں اس سلسلے کے ایک سو نوے اصحاب کا ذکر کرتے ہیں، آیئے دیکھتے ہیں ان میں سے کتنے اصحاب عادل ومعتبر عند العلماء رجال ہیں۔

جامع رواۃ میں ان رجال کا ذکر موجود نہیں ہے:۔

ن۱۔أحمد بن المفضل ن۲۔اسماعیل بن خلیفة ن۳۔اسماعیل بن زکریا
ن۴۔الربیع بن أنس ن۵۔زبید بن الحارث ن۶۔سالم العجلي
ن۷۔سعید بن خثیم ن۸۔جمیع العجلي ن۹۔الحارث الهمداني
ن۱۰۔الحارث بن حصیرة ن۱۱۔جبیب بن أبي ثابت ن۱۲۔الحسن بن صالح
ن۱۳۔الحکم بن ظهیر ن۱۴۔خالد بن مخلد ن۱۵۔خلف بن سالم
ن۱۶۔اسماعیل بن سلمان ن۱۷۔بسام الصیرفي ن۱۸۔ثابت بن أبي صفیة
ن۱۹۔سلیمان بن طرخان ن۲۰۔شریک بن عبد الله ن۲۱۔عباد بن العوام
ن۲۲۔سعید بن کثیر ن۲۳۔سلمة بن الفضل ن۲۴۔عبد الله بن زریر
ن۲۵۔عبد الله بن الجهم ن۲۶۔عبد الله بن عبد القدوس
ن۲۷۔عبد الله بن أبي عیسی ن۲۸۔عبد الله بن لهیعة
ن۲۹۔عبد الرحمن بن صالح ن۳۰۔عبد الملک
ن۳۱۔عبد الملک بن مسلم ن۳۲۔عدي بن ثابت ن۳۳۔علي بن بذیمة
ن۳۴۔علي بن الجعد ن۳۵۔علي بن قادم ن۳۶۔علي بن المنذر
ن۳۷۔علي بن هاشم ن۳۸۔عطیة بن سعد ن۳۹۔عمارة بن جوین
ن۴۰۔عمار بن معاویة ن۴۱۔الفضل بن دکین ن۴۲۔عبد الملک بن مسلم
ن۴۳۔محمّد بن جحادة ن۴۴۔مالک بن اسماعیل ن۴۵۔مخول بن راشد
ن۴۶۔منصور اللیثي ن۴۷۔نوح بن قیس ن۴۸۔یعقوب بن سفیان
ن۴۹۔یحییٰ بن عثمان ن۵۰۔اسحاق بن منصور

جامع رواۃ میں ان رجال کا ذکر مکرر ہے:۔

مکرر۱۔ابراهیم بن یزید مکرر۲۔ابراهیم بن محمّد مکرر۳۔سعید بن عمرو
مکرر۴۔سعاد مکرر۵۔سلمة بن کهیل مکرر۶۔عبد الله بن عمر
مکرر۷۔عبید الله مکرر۸۔عبد الجبار مکرر۹۔عبد الرحمن

مکرر۱۰۔عبد السلام　مکرر۱۱۔عبد العزیز　مکرر۱۲۔عثمان

مکرر۱۳۔علي بن زید　مکرر۱۴۔محمّد بن عبد الله　مکرر۱۵۔محمّد بن فضل

مکرر۱۶۔محمّد بن موسی　مکرر۱۷۔عائذ بن حبیب　مکرر۱۸۔عبد الرزاق

جامع رواۃ میں ان رجال کا ذکر موجود ہے:

م۱۔أصبغ بن نباتة　م۲۔اجلح　م۳۔اسماعیل بن أبان

م۴۔اسماعیل السدي　م۵۔اسماعیل بن موسی　م۶۔اسماعیل بن عبد الله

م۷۔تلید بن سلیمان　م۸۔ثویر بن أبي فاختة　م۹۔جعفر بن زیاد

م۱۰۔جریر بن عبد الحمید　م۱۱۔جعفر بن سلیمان قمی

م۱۲۔جمیع بن عمیرم۱۳۔جابر بن یزید　م۱۴۔حکیم بن جبیر

م۱۵۔الحکم بن عتیبة

م۱۶۔خالد بن طهمان　م۱۷۔زیاد بن المنذر　م۱۸۔سعید بن فیروز

م۱۹۔سوار　م۲۰۔سعید بن محمّد　م۲۱۔سلیمان بن مهران

م۲۲۔عباد بن یعقوب　م۲۳۔علي بن غراب　م۲۴۔عبد الله بن شدّاد

م۲۵۔عبد الله بن شریک　م۲۶۔فطر بن خلیفة　م۲۷۔یزید بن أبي زیاد

م۲۹۔یونس بن خباب

راویان مہمل تعلیق کو رواۃ صحیح نہیں کہا جاسکتا ہے:

چونکہ روایات نقل کرنا ایک اعزاز وافتخار ہے جسے یہ افتخار حاصل ہو اس کی کسی ہستی کی طرف سے توثیق ملنا ضروری ہے ان راویوں میں بعض مہمل الذکر ہیں جنہیں بغیر تعلیق چھوڑا گیا ہے وہ یہ ہیں:

۱۔سلیمان بن قرم　۲۔شعبة بن الحجاج بن الورد

م۳۔عمار بن رزیق　م۴۔عمرو بن حماد　م۵۔عمرو بن ثابت

م۶۔فضیل بن مرزوق　م۷۔منصور بن المعتمر

م۲۸۔یونس بن قیس کنیت أبي یعفور

تو ایک علی ابن ابراہیم ہیں یہ تفسیر جیسا کہ رسالہ ثقلین شمارہ ۵ سنہ ۱۴۱۴ھ ص ۵۴ پر آیا ہے علی ابن ابراہیم نے اپنے شاگرد ابوالفضل عباس بن محمد علوی کو املاء کی ہے اس کا ایک بڑا حصہ تفسیر ابی جارود سے نقل

ہے۔ابوالفضل کوعلمائے رجال نے مجہول قرار دیا ہے۔

ا۔بعض راویوں کا ذکر کتب رجال میں نہیں بعض زنادقہ ملاحدہ،بعض کذّاب ہیں۔

۲۔اس میں موجود بہت سی روایات قرآن وسنت قطعیہ رسولؐ اللہ سے متصادم ہیں اور عقل سے بھی متصادم ہیں۔

۳۔اس پر تحقیق سے روکنے کے لئے تقدس کی یہ چادر چڑھائی ہے کہ **'الکافی کاف لشیعتنا'**

شیخ صدوق کی من لایحضر فقیہ اور طوسی کی استبصار وتہذیب تینوں مصادر شیعہ ہیں، تین چوتھائی کتب مصادر میں ان کے مندرجات کے بارے میں حاجیان شاگرد آغائے خوئی نے درس علم رجال سے استناد کرتے ہوئے لکھا ہے دونوں نے اپنی روایتوں کے لیے محمد بن مسلم اور زرارہ وغیرہ سے استناد کیا ہے لیکن روایت صحیح ہونے کے لئے تنہا ان سے استناد کافی نہیں ہے بلکہ دیکھنا ہوگا ان سے نقل کرنے والا کون ہے۔وہ لوگ ضعفاء اور ناقابل اعتماد ہیں۔شیخ صدوق کے مراسل کو جبران کرنے کے لئے ان کے بارے میں لکھا ہے آپ امام زمان کی دعا سے پیدا ہوئے ہیں تاکہ ان کی روایات بغیر تحقیق قبول کی جائیں۔ذرا بتائیں خود رسولؐ اللہ کی دعا سے پیدا ہونے والے کتنے صحابی ہیں جن کی روایتیں من وعن قبول کی جائیں ۔ اس طرح کے خودساختہ عقائد وواقعات اور جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لیے اس طرح کے بے بنیاد القابات بنائے گئے ہیں۔کہتے ہیں عبداللہ بن عمر،عمروابن عاص،ابن عباس اور ابوہریرہ کو پیغمبرؐ کی دعائیں تھی تو پیغمبرؐ نے یہ دعائیں اپنے حقیقی اور اصلی وپرانے دوست ابوبکر ابن ابی قحافہ کے بارے میں،عمر ابن خطاب کے بارے میں،علی کے بارے میں یا حضرات حسنین کے بارے میں کیوں نہیں کی ہیں؟ کیا دعاؤں سے کوئی عالم بنتا ہے مثال پیش کریں،دلائل سے ثابت کریں کہ کوئی صرف دعا سے پیدا ہوا ہو۔یہ احتمال اپنی جگہ قائم ہے کہ کسی چیز کو دشمنان اسلام نے اپنے مقاصد کے لیے جعل کیا ہو اور مسلمان اسے دین کا حصہ اور سچ سمجھتے ہوں جس طرح ابوبکر ابن ابی قحافہ سے انتقام کے لئے انہیں سب وشتم کا نشانہ بنایا،ام المومنین عائشہ کو کذب و افتراء کا نشانہ بنایا غیر شرعی باتوں کو ان سے نسبت دے کر ان کے خلاف سبّ وشتم کو عام کیا،غرض عام شہریوں کے لئے میسر پانی سے اجتناب کرکے منرل واٹر پینے والے خرافات واکاذیب اور ضعیف وخودساختہ روایات سے کیوں دین بناتے ہیں۔

روایات مجامع روائی کے بارے میں اسباب تشویش:۔

جامع روائی میں موجود روایات کے بارے میں اسباب تشویش میں سے ایک بعض راویان کی حد

سے متجاوز احادیث کا نقل کرنا ہے۔ کثرت منقولات کی وجہ سے جنہیں مکثر ین کا لقب دیا گیا ہے وہ یہ ذوات ہیں۔

مکثر ین احادیث السنۃ:۔

۱۔ابوہریرہ متوفی ۵۹ھ
۲۔عبداللہ بن عمر متوفی ۳۷ھ
۳۔انس بن مالک متوفی ۹۳ھ
۴۔عائشہ متوفی ۵۸ھ
۵۔عبداللہ بن عباس متوفی ۶۸ھ
۶۔جابر بن عبداللہ متوفی ۷۸ھ
۷۔ابوسعید الخذری متوفی ۷۴ھ

المکثر ون کے بارے میں اسباب و وجوہات اور تشویش ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

۱۔مکثر ین کو ایک تو ان کی شخصیت کے حوالے سے دیکھا جاتا ہے نیز ان سے مرویات کی تعداد ان برجستہ ذوات سے ملنے والی روایات سے بہت زیادہ ہے جو آغاز بعثت سے آپؐ کے سفر وحضر وخلوت وجلوت میں ساتھ رہتی تھیں یہاں تک کہ آپؐ دنیا سے رخصت ہوئے علی ابن ابوطالب، ابوبکر ابن ابی قحافہ، زید بن حارثہ، عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، زبیر بن عوام، طلحہ بن عبیداللہ، عبدالرحمٰن بن عوف زوجات ام سلمہ، حفصہ، زینب اور فاطمہ زہراء سے زیادہ روایات کیوں نقل نہیں ہوئی ہیں مکثر ین وہ شخصیات ہیں جو راشدین سے زیادہ نبی کریمؐ کیساتھ نہیں رہی تھیں۔

ابوہریرہ سے مروی روایات:۔

ابوہریرہ کا عبدالشمس کی جگہ عبدالرحمٰن نام رکھا لیکن ابوہریرہ کی اس کنیت میں کوئی حسن نہیں، اسے کیوں نہیں بدلا۔ابوہریرہ کی تعریف میں آیا ہے وہ رسولؐ اللہ سے بہت محبت کرتے تھے کیا ابوبکر ابن ابی قحافہ سے بھی زیادہ محبت کرتے تھے علی ابن ابوطالب سے بھی زیادہ محبت کرتے تھے زید بن حارثہ سے بھی زیادہ محبت کرتے تھے حسنین سے بھی زیادہ محبت کرتے تھے۔ کہتے ہیں رسولؐ اللہ نے ایک دن ہاتھ میں درہ اُٹھایا اوران کو مارنے لگے تو انھوں نے کہا اگر ماریں گے تو یہ میرے لئے سرخ اونٹ سے بھی زیادہ بہتر ہوگا لیکن کیا کہیں یہ ذکر ملتا ہے کہ رسولؐ اللہ کے ہاتھ میں درہ ہوتا تھا۔

ابو ہریرہ کتاب السنۃ قبل التدوین ابو ہریرہ عبدالرحمٰن بن صخر الدوسی الیمانی، ان کا نام جاہلیت میں عبدالشمس تھا، رسولؐ اللہ نے عبدالرحمٰن رکھا وہ فتح خیبر کے موقع پر سنہ سات ہجری میں ایمان لائے۔ نبی کریمؐ نے ان کو ابوالعلاء حضرمی کے ساتھ بحرین بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو تعلیم دیں، عمر ابن خطاب کے دور میں دوبارہ بحرین کا گورنر بنا کر بھیجا بحرین سے چار لاکھ درہم بیت المال میں لائے لیکن اپنے لئے بیس ہزار لائے، عمر ابن خطاب نے پوچھا یہ کہاں سے لئے ہیں تو کہنے لگے میں تجارت کرتا تھا۔

ابو ہریرہ پر ناقدین نے جو نقد پیش کیا ہے جس کا ذکر صاحب السنۃ قبل تدوین نے اپنی کتاب کے ص ۴۳۸ پر اسی ترتیب سے نقل کیا ہے جس میں عبدالحسین شرف الدین اور شیخ محمود ابوریۃ نے لکھا ہے عمر ابن خطاب نے ابو ہریرہ کو بحرین کے والی سے عزل کر کے ان کے مال کا حساب کیا جس کے بعد ابو ہریرہ دوبارہ جانے کے لئے آمادہ نہیں ہوئے۔

۱۔ کتاب کے ص ۲۴۶ پر ان سے منسوب احادیث کی کثرت کو موجب شکوک وشبہات قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ ابو ہریرہ ساتویں ہجری میں اسلام لائے اس کے باوجود ان سے ۵۳۷۴، پانچ ہزار تین سو چوہتر احادیث نقل کی گئی ہیں۔

۳۔ انکے دور میں کتابت احادیث پر رسولؐ اللہ کی طرف سے سخت پابندی تھی تو انہوں نے کیسے مخالفت رسولؐ میں احادیث جمع کی تھیں۔ پہلے مخالفت پھر رسولؐ اللہ سے دعوائے اجازت بے دلیل ہے۔

۴۔ جنھوں نے جتنی احادیث نقل کی ہیں وہ رسولؐ اللہ سے نہیں ہیں اور جن لوگوں سے نقل کی ہیں وہ مشکوک ہیں۔

روایات مکثرین کے بارے میں یہ سوال اٹھتا ہے آیا یہ ذوات اور ان سے مروی روایات اصول روایات شناسی سے باہر ہیں، ان پر کسی قسم کی نقد وقدح نہیں ہوسکتی اگر ایسا ہے تو استثناء کی دلیل دینی ہوگی۔ روایات اور خود ان ذوات کو موازین نقد سے گزارنا ہوگا ناقدین کو متہم کرنا جہالت، ہوا پرستی، اغرار، رشوت ستانی یا تعصب کی وجہ سے ہے یہ دلیل سے فرار ہے اگر آپ سچے ہیں تو دلیل سے کیوں ڈرتے ہیں

۱۔ ان چند حضرات نے اتنی زیادہ روایات کیسے جمع کی تھیں۔

۲۔ روایات لکھنے پر نبی کریمؐ نے پابندی لگائی تھی لہٰذا ان کی طرف سے روایات جمع کرنا اہانت اور خیانت ہوگی۔

۳۔جن ذوات نے ان سے زیادہ وقت نبی کریمؐ کے ساتھ گزارا ہے ان سے اتنی زیادہ روایات کیوں مروی نہیں؟

۴۔جن ذوات سے انہوں نے نقل کیا ہے ان کے پاس پانچ دس فیصد بھی حدیث نہیں تھیں بلکہ بعض کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔

کتاب تہذیب التہذیب ج ۱۲ص ۲۸۸۔ان کے والد اوران کے نام میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے یہاں تک کہ ابو ہریرہ کی شخصیت مشکوک پڑتی ہے۔علمائے رجال کا اختلاف ہے کہ یہ کون سے ابو ہریرہ تھے جن سے اتنی روایات نقل کی ہیں۔

۱۔عبدالرحمٰن ابن صخر ۲۔عبدالرحمٰن ابن غنم ۳۔عبداللہ بن عائذ ۴۔ابن عامر

۵۔سکین ابن رزمة ۶۔ابن عمرو ۷۔ابن ثرمل ۸۔ابن صخر

ان میں سے بعض کے پاس احادیث نہیں تھیں ان میں سے ایک کعب احبار تھا جو قتل عمر بن خطاب میں شریک تھا۔

جابر بن عبداللہ بن عمرو حزام کتاب تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۳۷ خود انھوں نے بہت سے اصحاب وتابعین سے روایات نقل کی ہیں اس طرح ان سے بھی بہت سوں نے روایات نقل کی ہیں، سوائے بدر واحد کے ۱۹ غزوات میں نبی کریمؐ کے ساتھ جنگ میں گئے ہیں بعض کے نزدیک ۷۳ یا ۷۷ھ میں ۹۴ سال کی عمر میں وفات پائی۔جامع رواة نے جلد اول ص ۱۴۳ پر آپ کا ذکر کیا ہے نبی کریمؐ کی جنگوں میں بھی شرکت کا ذکر ہے نیز صفین میں بھی شرکت کا ذکر ہے لیکن جمل ونہروان اور امام حسن اور امام حسین کا ساتھ دینے کا ذکر نہیں ملتا ہے لیکن آپ کی روایات کی توثیق وتوقیع دونوں نہیں کی گئی ہیں کتاب السنة قبل تدوین ص ۴۷۸ آخر عمر میں ان کے نابینا ہونے کا ذکر ہے۔

وفات نبی کریمؐ کے موقع پر اسامہ بن زید بن حارثہ کی عمر ۱۸ سال تھی کتاب تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۱۸۲ پر آیا ہے انہیں بغیر توثیق ونقد مہمل چھوڑا ہے۔

کعب الاحبار تہذیب التہذیب جلد ۸ ص ۳۹۳ دور ابو بکر یا عمر ابن خطاب میں اسلام قبول کیا، نبی سے بطور مرسل نقل کرتے ہیں۔ان سے نقل کرنے والوں میں ان کی بیوی کے ساتھ معاویہ ابن ابوسفیان، ابو ہریرہ، ابن عباس، مالک بن ابی عامر، اصحی عطاء بن ابی ہیں۔بعض نے انہیں تابعین میں شمار کیا ہے، بعض نے ۳۳، بعض نے ۳۴ھ میں وفات قرار دی ہے بعض نے ایک سو چار سال عمر بیان کی ہے۔جب ان جیسے

مشہور ومعروف شخصیات کی سوانح حیات متغیرہ سنائیں تو ان کا نام احترام سے لینے میں کوئی حرج نہیں لیکن دین ان کے نام پر قائم کرنا دین کو فسطائزم پر قائم کرنے کے مترادف ہے۔

یہ شخصیات جانی پہچانی شخصیات ہیں، لیکن تمام مشکوک المتون والا سناد ان سے انتساب کیا گیا ہے، جیسے مبشرین جنت، تہتر فرقے، میرے بعد منبر پر بنی امیہ بیٹھیں گے، عائشہ کا بصرہ جاتے وقت کتوں کا بھونکنا۔ زبیر سے کہا اس دن تم علی سے لڑو گے، یہ ان سب آیات جن میں نبی کریمؐ سے نفی علم غیب کیا گیا ہے سے متضاد ہیں۔ چنانچہ غیر مقبول اور تشکیک آور روایات کو ان سے انتساب کیا گیا، یہاں سے علمائے حدیث کا ان شخصیات سے مرویات پر اعتماد کھو گیا بلکہ خود یہ شخصیات مطعون ومتہم قرار پائیں کیونکہ ان سے مروی روایات قرآن وسنت وسیرت رسولؐ سے متصادم ہیں، یہ شخصیات اپنی جگہ مقبول ومشہور تھیں۔ علماء حدیث نے دقت کر کے ایک نکتہ بیچ میں سے نکالا اور کہا روایت کا ان مشہور ومقبول شخصیات سے نقل کرنا کافی نہیں بلکہ یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ ان سے نقل کرنے والا شخص کون ہے؟ ام المومنین عائشہ سے نقل کرنے والا کون ہے؟ کیونکہ ممکن ہے انہوں نے ام المومنین عائشہ کی طرف نسبت دی ہو اور خود عائشہ نے نہیں کہا ہو، عائشہ اپنی جگہ صحیح ہیں لیکن اتنی زیادہ روایات صرف ام المومنین عائشہ سے کیوں؟ ام المومنین حفصہ سے کیوں نہیں، ام المومنین ام سلمہ سے کیوں نہیں، ام المومنین صفیہ سے کیوں نہیں؟ فاطمہ زہراء سے کیوں نہیں؟ عبداللہ عمر سے نقل کرتے ہیں لیکن عمر ابن خطاب سے کیوں نہیں؟ کیا عمر ابن خطاب سے زیادہ عبداللہ پیغمبرؐ کے ساتھ رہے ہیں کیا عمر ابن خطاب سے زیادہ ابو ہریرہ رہے ہیں۔ کتب رجال میں ابو ہریرہ کی شخصیت متنازع فیہ ہے بلکہ دیگر یاران دیرینہ وجانثار وباوفاء سے زیادہ ان کی توقیر وتعظیم ان کی تاریخ سے جوڑنے سے مزید شکوک کا باعث بنتی ہے لیکن زوجہ مکرمہ رسولؐ اللہ سے اتنی احادیث رسولؐ اللہ سے نقل کرنا اور ان احادیث کی کمیت اور نوعیت پریشان کن ہے لیکن کمیت سے متعلق شکوک صاحب تہذیب التہذیب عسقلانی نے رفع کئے جہاں انہوں نے لکھا ہے آپ سے مروی احادیث رسولؐ اللہ سے نہیں بلکہ بعض اصحاب سے مروی ہیں لیکن احادیث کی نوعیت دیکھیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ آپ کے مقام ومنزلت سے نازیبا کسی جاہلہ بدو بلکہ ساقطہ جیسی عورت پیش نے کی ہیں گویا معلوم ہوتا ہے ابوبکر سے انتقام لیا ہے جبکہ رسولؐ اللہ نے ثبت حدیث سے منع کیا تھا تو عائشہ نے کیسے ثبت کیں؟۔

عائشہ نے رسولؐ اللہ سے نقل نہیں کیا بلکہ جن افراد سے نقل کیا ہے وہ چنداں حافظ روات نہیں تھے۔ غرض یہ دین ہے یہ روڈ پر لگا ہوا کوئی سائن بورڈ نہیں جسے دیکھ کر لوگ مصنوعات کا معیار بھول جاتے ہیں، یہ

ٹشو پیپر نہیں ہے اور نہ ہی لائف بوائے، شیمپو اور بناسپتی گھی ہے کہ جن کی زیادہ شہرت معیار کی شناخت بنتی ہے، دودھ میں ملاوٹ کی شکایت ملنے پر سپریم کورٹ حرکت میں آتی ہے، کسی دواء سے کوئی مریض مرجائے تو دواد ینے والا، پھر میڈیکل اسٹور پر دوائیاں سپلائی کرنے والا، پھر دواساز کمپنی حتیٰ فارمولا بنانے والے سب کے بارے میں تحقیق ہوتی ہے لیکن یہاں دین کے بارے میں تحقیق کا رواج نہیں اور دین کے نام سے کوئی بھی حرکت نہیں چلتی ہے جب تک اس کی کوئی سند پیش نہ کریں بطور مثال قصہ فدک ہے، بحار اور اصول کافی کا حوالہ دیتے ہیں انہوں نے احتجاج طبرسی کا حوالہ دیا ہے انہوں نے سلیم بن قیس ہلالی اور امامۃ وسیاسہ کا حوالہ دیا ہے۔ چنانچہ زیادہ مشکوک پر زیادہ چادریں چڑھاتے ہیں، چیخ وپکار بڑھ جاتی ہے، دلائل دینے کی بجائے شور شرابہ جلسہ جلوس زیادہ کر کے بدامنی پیدا کرتے ہیں مثلاً ان واقعات اور حضرت زہراء سے متعلق کسی ماجرے کے مصادر کو دیکھنا ہوگا۔ شیخ کلینی ہیں اور ان کے استادوں میں سے ایک علی ابن ابراہیم ہیں انہوں نے ان سے زیادہ لیا ہے اب ہمیں اس اصول کافی میں عام طور پر جو نمایاں روایان ہیں انہیں نقد وتنقید سے گزارنا ہوگا۔

جب تک ہم ان واقعات کے بارے میں وارد تمام اخبار اور احادیث کو اصول روایات شناسی کے کٹہرے سے نہیں گزاریں گے، ہم ایک دین آسمانی والٰہی پر عمل پیرا ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتے چنانچہ علماء ومحققین مسیحی نے ببانگ دہل اعلان کیا ہم موجود کتاب ''عہدین'' کو اللہ سے منسوب نہیں کر سکتے۔ آپ کو تاریخ اسلامی پڑھنے سے پہلے تاریخ اسلامی لکھنے کے اسباب ووجوہات معلوم کرنا ہونگے۔ علماء لکھتے ہیں تاریخ اسلامی مولود حدیث ہے، حدیث نویسی میں جب ساختگی میں پانی زیادہ دودھ کم نظر آتا ہے اور محدثین میں فاسقین وحاقدین وکاذبین کا حافظہ کم ہوتا نظر آتا ہے اور اپنی حدیث کو سند بخشنے کے لئے بڑی معروف شخصیات سے انتساب کر کے بیچ میں کچرا بھرنا شروع ہوئے تو یہاں سے راویان کے مشخصات، تاریخ تولد، جائے پیدائش اور جن سے انہوں نے حدیث لکھنا شروع کیا کہ جس کی وجہ سے مختلف علوم وجود میں آئے یہ سب بتانا ہوتا ہے بعض نے صرف شخصیات پر لکھا جیسے **''الاصابہ فی تمیز صحابہ، اسد الغابۃ، سیر اعلام الانساب اشراف''**۔

۳۔ الذریعہ الٰی تصانیف الشیعہ آغائے بزرگ تہرانی معجم مؤلفین ۴ جلدیں، اس کے علاوہ اور بہت سی کتب لکھی ہیں۔ قارئین کرام کتاب کے مؤلفین کوئی بھی ہوں صفحۂ کتاب پر محققین لکھا ہونے سے ان کی بات حجت نہیں بنتی حجت صرف قرآن ہے۔ احادیث جو ہم تک پہنچی ہیں تمام مصادر فریقین صحیح وغیرصحیح پر

مشتمل ہیں ۔ جدید و قدیم اکثر و بیشتر شرم آور اور سر نیچے کرنے والی احادیث کا مجموعہ ہیں۔ حدیث کے خیانت پر مبنی ہونے کا واضح ثبوت یہ مقولۂ علماء ہے کہ فقہ نے دامن حدیث میں پرورش پائی ہے، تفسیر قرآن بغیر حدیث غلط ہے، حدیث اور قرآن میں تعارض ہونے کی صورت میں حدیث مقدم ہے، حدیث سے آیت قرآن نسخ ہوسکتی ہے یہ دو حربے قرآن مجید کو کنارے پر لگانے کے لئے ایجاد کئے گئے ہیں۔ اس کی واضح اور روشن مثال رسائل اخوان الصفاء ہیں ان کے لکھنے والوں کی تصریحات کے مطابق انہوں نے یہ رسائل آثار دین دھلوانے اور ایمان کی جگہ علم جاگزین کرنے کے لئے لکھے ہیں۔ وہ ایسے علوم کا ذکر کرتے ہیں کہ جن کے نتیجے میں مسلمانوں کو اندھیرے میں رکھتے ہیں انہوں نے الٰہیات سے کھیلا ہے۔ اللہ کی الوہیت کو اُوپر سے نیچے کیا ہے یہاں تک کہا کہ اللہ فلاں میں حلول ہوا ہے، بعض نے ائمہ میں بعض نے اپنے میں حلول کی بات کی ہے۔ سب سے پہلے علم کو اٹھانے والے معتزلہ ہیں۔

باطنیہ نے کاذبین کو القابات ثقہ وعادل اور حافظ سے نوازا اور بہت سے علماء سے ان کی تصدیق کرائی ہے یہ خبر یعنی زہراء کا گھر جلایا، زہراء کے جنین سقط ہوگئے، پہلو زخمی ہوگیا، علی کے گلے میں رسی ڈال کر لے گئے، فدک غصب ہوا قرآن کریم میں ایسی خبروں پر جلدی عمل کرنے سے منع کیا ہے ﴿یا أَيُّهَا الَّذينَ آمَنُوا إِنْ جاءَكُمْ فاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصيبُوا قَوْماً بِجَهالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلى‏ ما فَعَلْتُمْ نادِمينَ﴾ (حجرات۔٦)۔ ہمارے لئے فدک وحروب ثلاثہ خبر ہے لہٰذا ہمیں خبر کے تمام تقاضوں کو پورا کرنا ہوگا۔ خبر علماء ودانشمندان کی تعریف میں اس کلام کو کہتے ہیں جو شاہدین واقعہ غیر حاضرین کو دیتے ہیں جو اپنی جگہ فی ذاتہ قطع نظرِ دیگر قرائن وشواہد کے احتمال صدق وکذب مساوی رکھتی ہے یعنی خبر اپنی جگہ محتمل صدق و کذب دونوں رکھتی ہے ہر خبر کی دو جہت دو نسبت ہوتی ہیں، ایک نسبت خود اس کلام سے ہوتی ہے اس کو نسبت کلامیہ کہتے ہیں جیسے اگر کوئی یہ خبر ہمیں بتائے کہ محمد ﷺ نے دعوائے نبوت کیا تھا یہ ایک کلام ہے اس وقت کے لوگوں کے لئے بھی کلام ہے جنہوں نے سنا ہے اور ہمارے لئے بھی کلام ہے چاہے خبر صحیح ہو یا جھوٹ دوسری نسبت کلام سے باہر ہوتی ہے اسے نسبت خارجی کہتے ہیں۔ تعریف خبر میں آیا ہے ''الخبر يحتمل صدق و الكذب'' ہر خبر اپنی جگہ احتمال صدق وکذب دونوں رکھتی ہے ان میں سے ایک کو اخذ و قبول کرنے کے لئے خبر کے عناصر اطراف میں بحث وتحقیق کرنے کی ضرورت ہے ایک دفعہ یہ خبر اللہ نے قرآن میں دی ہے جیسے قصص اصحاب کہف، کشتی نوح، زندان یوسف، اغوائے یوسف، ید موسیٰ، عصائے موسیٰ، صلیب عیسیٰ وغیرہ ۔ یہاں اخبار فروشوں خبر سازوں کے ذرائع ابلاغ نے ان اخبار کو کسٹم ڈیوٹی

اور ایکسرے سے گزارے بغیر پاس کرنے کیلئے ایک اصول غیر عقلائی، نسخہ چرا کر، اس پر نقلی مہر لگا کر چلایا اور تدلیس کی ہے اور کہا یہ اخبار خبر متواتر ہیں'' یہاں پر یہ واضح کرنے کی بھی ضرورت ہے کہ خبر متواتر اس خبر کو کہتے ہیں جس کے شاہدین کافر و مسلمان، مسیحی و ہندو سب ہوں، عقل کہتی ہے یہ سب جھوٹ بولنے پر متفق نہیں ہوتے ہیں۔ ہمارے پاس خبر کا احتمال صدق اور کذب اپنی جگہ باقی ہے، کوئی رجحان ہمارے پاس نہیں، بیچ میں کوئی صادق و امین والی ذات بھی نہیں ہے ہوسکتا ہے سینکڑوں جھوٹے ہوں۔ جب تمام مخبرین سچے ہیں لیکن بیچ میں دو ہی جھوٹے ہوں تو احتمال صدق و کذب جوں کا توں باقی رہتا ہے۔ علماء اور محققین نے مخبرین کے حوالے سے بہت زحمت کی ہے، کتابیں لکھی ہیں کہ ان مخبرین میں کون صادق ہے اور کون کاذب ہے؟ کون فاسد ہے؟ اور کون صحیح ہے؟ کون عالم ہے؟ اور کون جاہل ہے؟ کس کا حافظہ صحیح ہے؟ سب کو جمع کر کے موسوعات کے موسوعات بنائے ہیں جیسے الاصابۃ فی تمیز الصحابہ، اسد الغابہ فی تمیز الصحابہ، تہذیب التہذیب عسقلانی، رجال الحدیث خوئی، جامع الرواۃ اردبیلی، رجال برقی، رجال نجاشی، رجال بخاری و مسلم وغیرہ ان میں موجود مخبرین پر سب کا اعتماد نہیں۔ ان پر تحقیقاتی سیلاب کو روکنے کے لئے جھوٹوں نے بعض رکاوٹیں اور دیواریں کھڑی کیں جیسے ایک کا نام نقد بر جال ہے۔ سند اجماع ہے یعنی علماء نے اس پر اجماع کیا ہے اور سند متفق علیہ ہے یعنی سب علماء اس پر متفق ہو گئے حالانکہ سب علماء کے متفق ہونے کے ثبوت میں کوئی سند پیش نہیں کرتے۔

''امامہ و سیاسہ'' تالیف ابن قتیبہ دینوری متوفی ۲۷۶ھ سے منسوب ہے، صاحب کشف الظنون نے ان کی تصانیف کردہ کتابوں کا تذکرہ کرتے وقت بھی اس کتاب کا ذکر تک نہیں کیا ہے، اسی طرح کتاب تاریخ و مؤرخون، کتاب ''**یجب ان یحترز منها**'' میں بھی اس کتاب کی سند و متن دونوں کو مخدوش قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ کتاب بھی ان گمنام کتابوں میں شمار ہوتی ہے جنہیں نامعلوم لوگوں سے لکھوا کر معروف شخصیات کی طرف نسبت دی جاتی ہے جیسے مسند امام صادق، عیون الاخبار رضا، فقہ رضا، مصباح الشریعہ، رسائل اخوان الصفاء وغیرہ لہٰذا ایک ایسی کتاب میں درج روایات کو بنیاد بنا کر شور و ہنگامہ آرائی سے اس بات کو تقویت بخشنے کی کوشش کی گئی ہے ماجرائے دروازہ سوزی، سقط جنین، پہلو شکستگی، غصب فدک، جبری مبایعت علی، خطبہ زہراء کا خود ساختہ ہونا اظہر من الشمس ہے، اظہر من الشمس کا مطلب اس سلسلے میں نقولات تضادات پر مبنی ہیں بیانات متضاد ہیں۔ بیانات منسوب بہ فاطمہ اور منسوب بہ ابوبکر صدیق متضاد ہیں بیانات مصنفین، و مؤلفین متضاد ہیں۔ تعجب اور حیرت کی بات ہے دونوں کو مسخ کرنے کیلئے دو ناموس کو اٹھایا گیا،

حیرت ہے ایک رسولؐ اللہ کی بیٹی اور ایک بیوی، دوسرا رسولؐ اللہ کے دوست ابوبکر کی بیٹی، اسی طرح رسولؐ اللہ کے پرورده علی کی زوجہ کو اٹھایا گیا۔ معلوم ہوتا ہے انسان کے دل میں غصہ بھرنے کے بعد گالی گلوچ اور ناموس کو اٹھاتے ہیں لیکن انہیں غصہ ان دو بیبیوں پر نہیں تھا بلکہ علی اور ابوبکر ابن ابی قحافہ پر تھا کہ انہوں نے کیوں محمدؐ کا ساتھ دیا۔ انہوں نے اسلام سے انتقام لینے کیلئے ایک کی بیوی اور دوسرے کی بیٹی سے لیا ان کے پاس جو کچھ مسئلہ فدک میں رہ گیا تھا اس کیلئے عائشہ کو اٹھایا گیا۔

سلیم بن قیس کی تعریف میں امیر المومنین علی، امام حسن اور امام حسین کا صحابی ہونا اپنی جگہ خرطہ القتات ہے کیونکہ تینوں کو مصائب پر مصائب اور جنگوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن سلیم بن قیس کسی بھی جنگ میں دکھائی نہیں دیا۔ باطنیہ نے جنگ با خلفاء میں ان کو مسئول کل تبلیغات جنگی کیلئے اختراع کیا ہے۔ اس کے علاوہ کتاب سلیم بن قیس کا واحد راوی ابان بن عیاش ہے جسے تمام علماء رجال نے متروک ومنکر الحدیث اور مشکوک ومخدوش قرار دیا ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں اس کی سند کیا ہے خود سلیم بن قیس کیا ہے۔ سلیم بن قیس اور اس کے ناقل ابان بن عیاش دونوں کو رجال شناسوں نے مسترد کیا ہے۔ تازہ ترین تحقیق انقلاب اسلامی ایران کے بعد سے صادر ہونے والے مجلّہ پژوہش شمارہ ۳۷ میں آئی ہے سلیم بن قیس ہلالی اور اس کی کتاب پر تحقیق کی گئی ہے، انہوں نے ان کی کتاب اور خود سلیم بن قیس دونوں کو مخدوش ومشکوک گردانا ہے لہٰذا اس سلسلے میں مصیبت زہراء میں آنسو بہانے والوں کی مثال کچھ اس طرح سے بنتی ہے کہ ایک روڈ کے کنارے پر کچھ لوگ ایک آدمی کو گھیر کر مار رہے تھے۔ ایک نوجوان نے بھی اس میں کود کر اس شخص کی پٹائی میں حصہ لیا اور پسینے میں چور چور ہو کر باہر نکلا تو کسی نے اس سے پوچھا کیا ہو رہا تھا کون تھا تو اس نے کہا مجھے پتہ نہیں لوگ مار رہے تھے تو میں نے بھی کار ثواب سمجھ کر کچھ مارا۔ لہٰذا ان کا رونا بھی اسی طرح کا رونا ہے۔ یہ روایات اہل بیت محمدؐ سے انتقام لینے کیلئے گھڑی گئی ہیں جس طرح اصحاب کے لیے گھڑی گئی ہیں، قرآن کریم اور سنت عملی رسولؐ اللہ میں ان دو سے تمسک کا کہیں نام ونشان نہیں، دین اسلام میں ہیر پھیر کیلئے گھڑی گئی ہیں۔

نسبت خارجی:۔

نبی کریم حضرت محمدؐ میں بچپنے سے جوانی تک کسی نے بھی کذب وخیانت نہیں سنی نہیں دیکھی ہے، آپؐ نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو لوگوں نے نہیں کہا آپ نے جھوٹ بولا ہے کیونکہ لوگوں نے کبھی آپ سے جھوٹ نہیں سنا تھا آپؐ نے ابوبکر سے کہا مجھ پر ملک نازل ہوئے ہیں تو ابوبکر نے کہا میرے ماں باپ آپ پر

فدا ہوں آپ کہہ رہے ہیں تو سچ ہے، لوگوں نے ابا بکر سے کہا آپ کے صاحب نے آج دعویٰ کیا ہے کہ وہ رات کو مسجد اقصیٰ جا کے آئے ہیں لوگوں نے کاذب نہیں کہا بلکہ کہا یہ خبر غیر معقول ہے، محمدؐ کی وجہ سے یہ خبر جھوٹ نہیں ہے فی نفسہ خبر غیر معقول ہے۔ ابوبکر ابن ابی قحافہ نے کہا اگر محمدؐ نے کہا ہے تو صحیح ہے یعنی مخبر سچا ہے تو خبر میں کذب نہیں لہٰذا یہاں سے علماء تحقیق نے کہا ہے صدق خبر صدق مخبر میں فرق ہے، خبر کی حیثیت سے صدق ہے جب تک عقلی طور پر رد نہیں کر سکتے، منافقین نے پیغمبرؐ سے کہا آپ رسولؐ اللہ ہیں تو اللہ نے فرمایا خبر سچ ہے لیکن مخبرین جھوٹے ہیں ﴿إذا جاءكَ الْمُنافِقُونَ قالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَ اللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَ اللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنافِقِينَ لَكاذِبُونَ﴾ (منافقون۔۱) اس اصول کے تحت قصہ دروازہ سوزی زہرا، سقط جنین، پہلو شکنی زہراء، غصب فدک، حروب ثلاثہ سب ہمارے لئے خبر ہیں۔ گیارہ ہجری سے ۱۴۳۹ھ تک پندرہویں صدی میں رہنے والوں کے لئے یہ خبریں ہزاروں مخبرین سے گزرتے ہوئے ہم تک پہنچی ہیں جن میں مخبرین صادقین و کاذبین کو خلط ملط کیا گیا ہے۔

کثرت تالیفات سے سند متواتر بنائی گئی ہے، کہتے ہیں تمام کتب شیعہ اور سنی بھری ہوئی ہیں کتب کے حوالے متواتر ہیں، کتب روائی کے حوالے سے سترہویں صدی کو مصر میں پولاق پریس آنے کے بعد نقل عن نقل کا سلسلہ ٹوٹ گیا اس وقت کے بعد روایات متاع تاجران کتب میں گئیں تو یہاں سے کتابیں، مؤلفین اور ان کے مندرجات تضادات اور شکوک وشبہات کا نشانہ بنے اور ضعفاء ملاحدہ زنادقہ سے پُر مصادر کے خلاف ایک سلسلہ کتب روایات مصنوعات وموضوعات آیا۔ لہٰذا ماجرائے فدک، حصار عثمان ابن عفان، جمل وصفین وغیرہ ہمارے لئے صادق عن الصادق نہیں پہنچے ہیں، ہمیں ان اخباروں کے بارے میں تمام زاویوں سے بات کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح تمام فریقین کو سامنے لانے کی ضرورت ہے اس واقعے کے فریق کو اس ماجرا سے باہر بھی تحقیق کرنے کی ضرورت ہے، یہ ذوات اس سے پہلے اس واقعے کے بعد کہیں جھوٹ بولتے تھے، ان کے کرادر وسلوک وتعلقات اسلام مخالف اور اسلام موافق سب کو دیکھنا ہے۔ کیا وہ ایسے جرائم کا ارتکاب کرتے تھے ایسی غلط گویاں کرتے تھے۔

فضل بن عباس ابن عم نبی کریمؐ کتاب تہذیب التہذیب جلد ۸ ص ۲۵۱ عباسؓ کے سب سے بڑے بیٹے تھے لیکن صرف لکھا نبی کریمؐ سے نقل کیا ہے جبکہ خود ان سے ان کے بھائی عبداللہ قثم اور برادر زادہ عبیداللہ ابن عباس چچازاد بھائی ربیعہ بن حارث ابو ہریرہ سلیمان بن یسار شعبی نے نقل کیا ہے اور بعض نے صرف ان کے بھائی عبداللہ اور ابو ہریرۃ سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے خلافت عمر ابن خطاب کے دوران اردن

میں وفات پائی۔

بعض نے انہیں تابعین میں شمار کیا ہے، بعض نے ۳۳ھ، بعض نے ۴۰ھ میں وفات قرار دی ہے بعض نے ایک سو چار سال عمر بیان کی ہے۔ کعب احبار ان مشکوک و مخدوش راویوں میں سے ہے جو جعلیات میں مہارت رکھتے تھے یہ قتل امیر المومنین عمر بن خطاب کی سازش میں شریک تھا دین اسلام کے ڈھانچے کو ایسے شخص کی مروی روایات پر کھڑا کرنا دین کو فسطائزم پر قائم کرنے کے مترادف ہے۔

السنۃ قبل تدوین ۳۰۳ عن ابو سعید الخدری ان رسول الله قال لا تكتبو عنی و من کتب عنی غير القرآن فليمحه صحيح مسلم شرح النووی جلد ۱۸، ص ۱۲۹ جهدنا با نهى ان ياذن لنا فی الكتب فابى فی رويه استدنا انهى فی الكتابه فلم باذن لنا

عن ابی هريره انه قال خرج علينا رسول الله نحن نكتب الاحاديث فقال ما هذا الذی تكتبون قلنا احاديث نسمعها منك اتدرون ماضل قبلكم بماا كتبو من الكتب مع كتاب الله.

اول من کتب الحدیث فی السنۃ قبل قتدوین ص۳۶۲ رای شيخ رشيد اول من كتب مجموعا هو خالدين معدان الحمصی امری امة لغی سبعين صحابيا و قيل ابن شهاب زهری ابو موسیٰ اشعری ابن عبيد الله بن قيس تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۱۴ ابوموسیٰ اشعری تینوں خلفاء، عمر و عثمان ابن عفان و علی کی طرف سے کوفہ میں والی تھے۔ ابوموسیٰ اشعری نے ۴۴ھ میں وفات پائی۔

اختتامیہ:۔

بیان اختتامیہ، تصمیماتی، تصنیفاتی، اجتماعاتی اور اصلاحی کیلئے ناگزیر ہے کہ اس میں استدراکات و منسیات واخطات و متروکات اور اہم اظہاریات لکھے جائیں خاص کر اپنی ایمانیات کا اعادہ کرتے ہیں۔

میں ذات باری تعالیٰ خالق و مکون کائنات کو یکتا و بے ہمتا مانتا ہوں، یوم جزاء و سزا کے حساب پر ایمان رکھتا ہوں، اس ذات کی طرف سے نازل کتاب عظیم قرآن کریم کو لانے والے محمدؐ مصطفیٰ کی ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہوں، آل اطہار و مہاجرین و انصار بے داغ و بے لوث دنیا سے گزرنے والوں کو سلام بھیجتا ہوں، قرآن اور نبی کریمؐ کے علاوہ کسی کو حجت نہیں مانتا ہوں۔ میں شیاطین انس سیکولران اور اغواء

کنندگان جوانان سے برأت چاہتا ہوں۔ الحمداللہ اللہ سبحانہ کی قضاء پرراضی ہوں، عرصہ ۱۰،۱۵سال سے ظلم وجنایت سہتے سہتے آج قمری حساب سے ۸۰سال سے تجاوز کر چکا ہوں اب میں آخری لمحات گزار رہا ہوں۔ اس کے لئے ہر قسم کی تہمت وافتراءاور ناروا سلوک گوارا کر رہا ہوں، میں نے عمر بھر کسی قسم کی آسائش وآرائش کی زندگی نہیں گزاری۔ میں نے دین کی خدمت نہ کرسکنے پر عبا قباءاور عمامہ اتارا لیکن قادیانیوں، آغاخانیوں اوران کے ریزہ خواروں نے مجھے اس حالت زار پر پہنچایا ہے۔ میں نے دین کی راہ میں ہر مشکل ومصیبت برداشت کی، لیکن کسی بھی خانہ دین میں کوڑا کرکٹ پھینکنا برداشت نہیں کیا۔ ملک میں جاری بدعات مذخرفات ورسومات مذہبی اور متجددین، اسلام ومسلمین کی راہ میں حائل رکاوٹ ہیں۔ میں بحکم آیت کریمہ ﴿قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَمَّا جاءَنِيَ الْبَيِّناتُ مِنْ رَبِّي وَ أُمِرْتُ أَنْ أُسْلِمَ لِرَبِّ الْعالَمِينَ﴾ (غافر۔ ٦٦) خود کو تسلیم کر چکا ہوں، جو تسلیم رب ہوتا ہے وہی متمسک عروۃ الوثقیٰ ہوتا ہے ﴿وَ مَنْ يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقى‏ وَ إِلَى اللَّهِ عاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾ (لقمان۔ ۲۲) حضرت قابض الارواح کے انتظار میں ہوں۔ ﴿قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ﴾ (انعام۔۱۴)، ﴿لا شَرِيكَ لَهُ وَ بِذلِكَ أُمِرْتُ وَ أَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾ (انعام۔۱۶۳) مجھے باطنیہ کے اس حد تک غیظ وغضب، قساوت وشقاوت کا سامنا ہونے کا واحد سبب فرقہ نمائی چھوڑ کر مسلمان ہونا ہے ﴿وَ ما تَنْقِمُ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِآياتِ رَبِّنا﴾ (اعراف۔۱۲۶) ﴿رَبَّنا أَفْرِغْ عَلَيْنا صَبْراً وَ تَوَفَّنا مُسْلِمِينَ﴾ (اعراف۔۱۲۶) ﴿إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَ أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ (یونس۔۷۲) ﴿فَمَنْ كانَ يَرْجُوا لِقاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صالِحاً وَ لا يُشْرِكْ بِعِبادَةِ رَبِّهِ أَحَداً﴾ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور روز جزا پر ایمان لانے کے بعد خود کو اس قلعہ حصین مسلمین عالم اسلام کیلئے باعث افتخار پاکستان کی حفاظت، عزت ووقار، ترقی وتمدن خارچشم حکمران ہنود کیلئے اپنا سب کچھ نذرانہ کرنے وقف کرنے کو خشنودی حق سمجھتا ہوں، جتنا اس کیلئے قربانی پیش کروں، کم سمجھتا ہوں مگر اپنی نظر میں اس ملک مفتخر مسلمین کیلئے باعث خطر دو بھارت کو جانتا ہوں، ایک بھارت جو ہماری سرحد توحیدی سے باہر ہے اس کی طرف سے عائد خطرات سے نمٹنے کیلئے ہماری مسلح افواج ہمیشہ آمادہ سربکف رہتی ہیں، ان کے جذبہ جہاد کو سلام پیش کرتا ہوں دوسرا بھارت کو چک ہے جو وقتاً فوقتاً بوق ابلیسی سے اعلان کرتے رہتے ہیں میں اس ملک کیلئے گاندھی کے خواب کی تعبیر کیلئے آمادہ ہوں، اللہ سبحانہ نے ان کی اسلام دشمنی کی سزا قیامت سے پہلے ان کو دی اور دیگر اسلام دشمنوں کیلئے باعث عبرت بنایا، دوسرا بھارت کسی مسیحی یا

ہندو حکمران کے خواب دیکھنے والا ہے، انتظار ہے اللہ انہیں ان کی آرزوؤں کو ان کے نحور میں خفا کریں۔
اختتامیہ میں لازم ذکر عناوین سے ایک اہم عنوان اپنے حساب وکتاب کا بھی ذکر آنا ہے، میرے ذمے کسی کا حق نہیں جبکہ دوسرے بہت سے افراد کے ذمے میرا حق ہے تاہم اپنی ملکیت موجود جائیداد وارثین میں حسب قرآن تقسیم ہوگی لیکن سکردو والڈنگ میں واقع ڈھائی کنال زمین جس کا ذکر مذہب چھورکاہ میں آیا ہے وہ میری عربی، فارسی اردو، اور تصنیفات کی نگرانی وتحفظ کیلئے مخصوص ہے جس کی ذمہ داری برادران واہ کو دی ہے۔اس کا سرپرست ونگران اعلیٰ برادر ابرار حسین کو بنایا ہے وہ جو مصلحت سمجھیں کریں۔ وہ ان کو جہاں رکھیں، ان کی مرضی پر چھوڑا ہے اس سلسلے میں آپ میرے وارث وامین ہیں اس میں کوئی بھی جور کاوٹ ڈالے وہ غیر شرعی ہوگی۔

میرے ایام حصار وایام بے بسی میں مجھے تسلی لسانی نہیں بلکہ عملی دینے والے اعزاء جناب ابرار حسین، محمد علی، ناصر شاہ، خادم حسین، تاثیر شاہ، مولانا شکور، ابومریم، گل تاج اور قمر کاوش ہیں جنہوں نے اس کتاب کی تدوین میں خود کو برابر شریک رکھا ان کی توفیقات کیلئے رب کریم سے دعا کیلئے دست بلند رکھتا ہوں۔

''خلاصة ما كتبنا حول فدك و ما ادرك مالفدك،الفتنه و ما ادرك ماالفتنه''

فاطمہ زہراء سابق الاسلام سابق ہجرت یاران بکف والوں میں سے کسی نے کوئی ظلم وزیادتی نہیں کی، بلکہ عدو دولدود باطنیہ نے محمدؐ رسول اللہ اور علی سے انتقام لینے کیلئے مجوسیوں کی سنت کو احیاء کرتے ہوئے اس بی بی کی شان کو گرانے کی مذموم کوشش کی ہے۔ جو کچھ قصہ مظلومیت زہراء فدک کے نام سے بنایا گیا ہے اور جو کچھ فتنہ حصار وقتل عثمان ابن عفان وحروب ثلاثہ جمل وصفین ونہروان کے محرکین وعاملین ہیں وہی گروہ منظمہ ثلاثیہ کا تسلسل ہیں جو حافظ وحارس مسلمین، امیر المومنین، قائم بالقسط عمر ابن خطاب کے قتل کے نقاش ونجار وخطاط سے وابستہ تھے، یہ سلسلہ بعد میں بنام باطنیہ، پھر اخوان صفاء اور ان کے بعد میں نام مستعار شیعہ اور سنی نے چلایا ہے۔ یہاں یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ فضاء مملکت میں نام اسلام بلند رکھنا وعدہ الٰہی کا ایفاء ہے جہاں اللہ نے اپنے نبی سے خطاب میں فرمایا تھا'' ﴿**انا اعطینک الکوثر**﴾ ﴿**ان شانئک هو الابتر**﴾ ﴿**ورفعنالک ذکرک**﴾'' کے تحت آج نام اسلام باقی ہے ورنہ از ان مخلوط شرک'' **وخليفة بلا فصل** ''''**الصلاة خير من النوم**' مسجد علی مسجد ابوبکر ابن ابی قحافہ وعمر ابن خطاب وصیت جعلی''**انی تارک فیکم الثقلین**' ''**اصحابی کالنجوم** ''جیسے سفید جھوٹ کے بعد اسلام کہاں رہتا،

انہی فرزندان متبنی ثلاثیہ کی رکاوٹوں سے یہاں قیام حکومت اسلامی ناممکن رہا ہے۔سنی اکثریت ہوتے ہوئے بھی ناممکن ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ سنی وشیعہ دوست علی وابوبکر وعمر ابن خطاب نہیں۔ یہاں ایک اور معمہ پیچیدہ معضلہ مشکلہ طلسماتی ہے ارباب اقتدار اعلیٰ سیاسی سے لے کر ''**ما یسمٰی**'' مجتہدین وعلماء دین سب فرقہ باطنیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔داعی دین محمدؐ ہیں حافظ دین اللہ سبحانہ ہے اب دین پر حملہ باہر سے نہیں داخل خانہ گھس کر کرتے ہیں۔امیرالمومنین نے فرمایا ''**فو اللہ ما غزی توم فی عقر دارھم الاذلوا**'' گھروں میں گھس کر حملہ کرتے ہیں اس کی ایک مثال روشن یہ راقم حقیر ہے اس کے گھر میں قادیانی، آغا خانی، معرفی فاؤنڈیشن داخل ہوئے ہیں، انہوں نے میری عزیز اولادوں کے دلوں میں میرے لئے بغض وعناد ونفرت کا غلاف چڑھایا جن کو نام نہاد مدارس وحوزات دینی بھیجا تھا تاکہ دین پڑھ کر دین کو اٹھائیں، وہ دو بیٹے دو بیٹیاں اور دو داماد عالم دین نہیں بنے خدمتگار باطنیہ بنے لیکن آج ان کے دلوں میں میرے لئے حقد وکینہ اوراف کی جگہ تف ہے یہ میں نے ان کے ساتھ کوئی شقیانہ وقسیانہ ومکروہانہ سلوک نہیں کیا ''**ومانقمو منی الاانی رفعت القرآن ورفعت اسم محمد**' یہ چیز خانی کے نمائندوں کو برداشت نہیں ہوئی، شبیر کوثری وغیرہ نے ان کو ہدایت کی کہ جتنا ممکن ہوسکے نافرمانی وجسارت واہانت کریں تاکہ اٹھ نہ سکیں۔اما دوسرے زادوں جنہیں میری طرف سے کسی قسم کی شکایت کا موقع نہیں ملا علوم مروجہ سیکھنے سے روکا نہیں منع نہیں کیا لیکن ان کا اصرار ہے کہ بے دینی میں بھی آزاد چھوڑیں انہوں نے ان کو ہم سے مستغنی رہ کر ہر برائی آزادی سے کرنے کیلئے حاجی محمد صادق ملازم معرفی کویت نے کفالت کی، اور بھی یہاں کے خانی وقانی، ایادی مرموزہ کا دخل رہا ان کے ساتھ ان کی دو بہنوں کی طرف سے بھی میرے لئے بغیر کسی جرم وخطاء کے بغض ونفرت وکراہت کا مظاہرہ دیکھا کہ مجھے ایک جرم ناگفتہ میں مطعون جیسا دیکھتے ہیں کسی وقت بھی ہم سے نہیں کہا اس کام میں ہم کیا خدمت کر سکتے ہیں ان کا یہ کردار آیت کریمہ کا مصداق ہے ﴿عَسی اَنْ تُحِبُّوا شَیْئاً وَ هُوَ شَرٌّ لَکُمْ﴾ (بقرہ۔۲۱۶) یہ اللہ رب العزت کے الطاف وعنایات خاصہ تھا کہ ان کے دلوں میں میرے لئے بھری نفرت وکراہت نے مجھے یکسو ہو کر قرآن اور حضرت محمدؐ کی سیرت عملی کو اٹھانے کی طرف راغب کیا اور میرے اندر اس سلسلے میں مزید شوق وجذبہ پیدا ہوا میرے ارادۂ خالص للہ ہونے کی وجہ سے اللہ نے بھی مزید توفیق عنایت فرمائی، ان کا یہ سلوک ان صفحات میں ذکر کرنا اپنے دل کی بھڑاس اور غصہ نکالنے یا ان سے انتقام کیلئے نہیں بلکہ یہ بتانا ہے کہ ان کے مذہب کی برگشت ابی زنیب اسدی، میمون دیصانی اور عبیداللہ مہدی کو جاتی ہے ایسی صورت میں مجھے سورہ توبہ کی آیت کریمہ ۲۴ ﴿قُلْ اِنْ کَانَ

آباؤُکُمْ وَ أَبْناؤُکُمْ وَ إِخْوانُکُمْ وَ أَزْواجُکُمْ وَ عَشيرَتُکُمْ وَ أَمْوالٌ اقْتَرَفْتُمُوها وَ تِجارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسادَها وَ مَساکِنُ تَرْضَوْنَها أَحَبَّ إِلَيْکُمْ مِنَ اللَّهِ وَ رَسُولِهِ وَ جِهادٍ في سَبيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَ اللَّهُ لا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفاسِقينَ﴾ کے تحت ان سے علیحدگی وبیزاری کا اعلان کرنا فرض حکم قرآن اور سنت عملی رسول اللہ بنتا ہے کیونکہ دشمنان اللہ سے محبت رکھنے سے منع آیا ہے﴿يا أَيُّهَا الَّذينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَ عَدُوَّکُمْ أَوْلِياءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ﴾ (ممتحنہ ۔۱)﴿إِنْ کُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهاداً في سَبيلي وَ ابْتِغاءَ مَرْضاتي تُسِرُّونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ أَنَا أَعْلَمُ بِما أَخْفَيْتُمْ وَ ما أَعْلَنْتُمْ وَ مَنْ يَفْعَلْهُ مِنْکُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَواءَ السَّبيلِ﴾ (ممتحنہ ۔۱) میرے گھرانے سے وابستہ اور بھی افراد کا بھی یہی سلوک رہا ہے ''**الاان مذهبم لا تنتسب الى على و انما تنتسب الى الباطنيه ولهم دينهم الباطل ولى دين الحق تنتهى نسبه الى القرآن العظيم و محمد الامين حشرنا الله يوم القيامة تحت رايتهما**'' جب کوئی عمداً یا کسی کی ضد میں راہ ضلالت وگمراہی اختیار کرتا ہے تو ان کی ہدایت کیلئے دعائیں قبول نہیں ہوتیں ہم اللہ رب العزت ذوالجلال والکبریا سے یہ دعا کرتے ہیں اس ملک عظیم مسلمان نشین سے ایاد کفر والحاد کو کاٹیں مسلمانوں کو کلمہ توحید کو اٹھانے کیلئے سازگار فضاء عنایت کریں۔

علی شرف الدین
۱۵ جمادی الثانی ۱۴۴۰ھ

فہرست مصادر کتب فدک و ما ادرک مالفدک

☆ معجم المفهرس لالفاظِ القرآن الكريم	محمد فؤاد عبدالباقی
☆ معجم المفهرس لالفاظ القرآن الكريم	محسن بيدارفر
☆ معجم لالفاظ القرآن الكريم	مجتمع اللغة العربية
☆ معجم الميسر لالفاظ القرآن الكريم	شيخ ابراهيم رمضان
☆ المعجم المفهرس للقرآن الكريم	موسسة الانصاريان
☆ كشاف الموضوعی القرآن الكريم	سيد آصف هاشمی ،السيد سليمان موسوی
☆ تفسیر شعراوی	محمد متولی شعراوی
☆ تفسیر المیز ان	محمد حسین طباطبائی
☆ تفسیر الفرقان	محمد صادقی تہرانی
☆ تفسیر من ھدی القرآن	محمد تقی مدرس
☆ تفسیر من وحی القرآن	محمد حسین فضل اللہ
☆ تفسیر المنیر	وہب الزحیل
☆ تفسیر المراغی	مصطفیٰ مراغی
☆ تفسیر الکاشف	محمد جواد مغنیہ
☆ التفسیر الجامع	فخر الرازی
☆ المعجم المفہرس نہج البلاغہ	محمد دشتی
☆ شرح کلمات قصار امیر المومنین	محمد دشتی
☆ ملاحظات علی منہاج محمد حسین فضل اللہ	سید یاسین الموسوی
☆ نہج البلاغہ	سید شریف رضی
☆ فی ضلال نہج البلاغہ	جواد مغنیہ
☆ شرح نہج البلاغہ	ابن ابی حدید
☆ ارشاد المومن	سید محمد حسین حسینی جلالی

☆ المعجم المفہرس البحار الانوار	کاظم مرادخانی
☆ الاخبار الدول وآثار الاول فی التاریخ	احمد بن یوسف القرمانی
☆ تاریخ الطبری	ابی جعفر محمد بن الجریر الطبری
☆ تاریخ یعقوبی	دار صادر
☆ مروج الذہب	ابی الحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی
☆ تاریخ خلیفہ خیاط	ابی عمر وخلیفہ بن خیاط
☆ تاریخ اسلامی	حسن ابراہیم حسن
☆ الصفۃ الصفوۃ	ابی الفرج ابن جوزی
☆ تاریخ کامل	ابن اثیر
☆ البدایہ والنہایہ	حافظ ابن کثیر
☆ شذرات الذہب فی الاخبار من ذہب	ابی الفلاح عبدالحی بن حماد حنبلی
☆ المنتظم	عبدالرحمٰن بن علی بن محمد بن جوزی
☆ جمہرۃ انساب عرب	ابی محمد علی ابن احمد بن سعید بن حزم الاندلیسی
☆ تاریخ الاسلامی	محمود شاکر
☆ لاطبقات الکبریٰ	احمد بن سعد بن منیع ہاشمی البصری
☆ التاریخ ابن خلدون	عبدالرحمٰن بن خلدون
☆ تجارب امم	ابوعلی مسکویہ راضی
☆ التاریخ الاسلامی ووفیات المشاہیر والاعلام	محمد بن احمد عثمان ذہبی
☆ منتھی الاعمال	شیخ عباس قمی
☆ اقضیہ خلفاء راشدین	دکتر ارکی نور محمد بن ارکی
☆ جمھرۃ الخطیب	احمد ذکی صفوت
☆ جولۃ التاریخیہ فی عصر خلفاء الراشدین	محمد سید الوکیل
☆ سی سالہ خلافت راشدہ	الحاج معراج الدین نقشبندی
☆ التاریخ السلامی خلفاء الراشدون والعہد الاموی	محمود شاکر

☆ تراجم الخلفاء راشدین ابوبکر ابن ابی قحافہ صدیق
☆ الخلفاء راشدون — عبدالوھاب النجار
☆ تاریخ خلفاء راشدین — محمد سھیل طقوش
☆ اول الخلفاء الراشدین — محمد رضا
☆ موسوعۃ السیرۃ ابوبکر ابن ابی قحافہ صدیق شخصیۃ وعصرہ — علی محمد صلابی
☆ ابوبکر ابن ابی قحافہ الصدیق — علی طنطاوی۔ دار المنار
☆ العمر بن الخطاب — علی طنطاوی۔ دار المنار
☆ موسوعۃ عشرۃ المبشر ون ابوبکر الصدیق — دکتور شیخ احمد عز وعنایۃ
☆ موسوعۃ عشرۃ المبشر ون عمر بن خطاب — دکتور شیخ احمد عز وعنایۃ
☆ موسوعۃ عشرۃ المبشر ون عثمان بن عفان — دکتور شیخ احمد عز وعنایۃ
☆ موسوعۃ عشرۃ المبشر ون علی ابن ابی طالب — دکتور شیخ احمد عز وعنایۃ
☆ المرتضی — ابوالحسن الندوی
☆ عمر بن خطاب — علی محمد صلابی
☆ حیاۃ خلیفۃ العمر بن خطاب — عبدالرحمٰن احمد بکری
☆ تراجم الخلفاء راشدین ذوالنورین عثمان بن عفان — محمد رضا
☆ سیرۃ امیر المؤمنین عثمان بن عفان شخصیۃ وعصرہ — علی محمد صلابی
☆ الموسوعۃ العشرۃ المبشر ون بالجنۃ مناقب عثمان — دکتور شیخ احمد عز وعنایۃ،

مصادر جواب سوالات رضوان

☆ فدک کے بارے میں کتاب الذریعہ جلد ۱۶ ص ۱۲۹ شمارہ ۲۶۹ ابراہیم بن ثقفی متوفی ۲۸۳ھ اس کا ذکر نجاشی اور طوسی نے اپنی کتابوں میں کیا ہے۔

☆ الفدک اور سالۃ فی القصۃ الیدک جعفر ابن بکیر ابن خیاط کہتے ہیں یہ لکھنے والا بارھویں صدی کو ملتے ہیں۔

☆ کتاب فدک شیخ متکلم طاہر غلام بی الحسنین ابن ندیم نے ان کو متکلم شیعہ قرار دیا ہے شیخ استاد مفید تھے۔

☆ کتاب فدک عبد الرحمن بن کثیر۔
☆ کتاب فدک عبید اللہ بن ابی زید متوفی ۳۵۶ھ۔
☆ رسالہ فی الفدک سید علی بن دلدار علی النوی نصیر آبادی متوفی ۱۲۵۹ھ
☆ کتاب فدک ابی جیش مظفر بن محمد احمد بلخی خراسانی متکلم مشہور متوفی ۳۶۷ھ
☆ کتاب فدک ابی الحسین یحیٰ بن ذکریا ترماشری
☆ الفدک فی تاریخ محمد باقر الصدر
☆ فدک والخمس سید شریف ابی المحمد اطراش فدک کتب معاجم بلدان
☆ عقائد الامامیہ الاثنی عشریہ تالیف سید ابراہیم موسوی الزنجانی النجفی جز اول۔

مصادر خطبہ زہراء

☆ کتاب صدیقہ طاہرہ بانوئے بزرگ اسلام تألیف عقیقی بخشائشی
☆ شرح خطبہ فاطمۃ الزہراء تالیف حسین علی منتظری
☆ کتاب بلاغات النساء تألیف احمد بن ابوطاہر متوفی ۲۸۰ھ معاصر خلفائے عباسی
☆ احمد بن عبد العزیز جوھری علمائے اہل سنت متوفی ۳۲۲ھ نے اپنی کتاب الثقیفہ میں نقل کیے ہیں
☆ اکمال الدین واتمام النعمۃ شیخ صدوق متوفی ۳۷۱ھ
☆ الارشاد شیخ مفید متوفی ۴۱۳ھ
☆ امالی سید مرتضی علم الھدیٰ متوفی ۶۶۴ھ
☆ کتاب طرائف میں
☆ محدث اردبیلی متوفی ۶۸۷ھ
☆ کشف الغمۃ میں
☆ مسعودی کتاب مروج الذھب
☆ ابن طیفور بلاغت النساء میں ابو جعفر محمد بن حریر رستم
☆ طبری نے دلائل الامامۃ میں نقل کی ہے
☆ اعلام زرکلی
☆ دائرۃ المعارف الشیعہ محمد حسین اعلمی

☆ دائرۃ المعارف شیعی — ڈاکٹر حسن امین
☆ اعیان شیعہ — محسن الامین
☆ الامامۃ وسیاسۃ — ابن قتیبہ
☆ الاحتجاج طبرسی — طبرسی
☆ شیعہ والتشیع — جواد مغنیہ
☆ شیعہ والتاریخ — جواد مغنیہ
☆ الشیعہ والحاکمون — محمد صادقی تہرانی
☆ الدین الاسلام — محمد حسین کاشف الغطاء
☆ اصل الشیعہ واصولھا — محمد حسین کاشف الغطاء
☆ مجلّہ الثقلین — صادر از مجمع جہانی
☆ امام علی — امام احمد بن حنبل
☆ فاطمہ الزہراء ام ابیھا مؤلف فاضل حسین المیلانی
☆ فاطمہ اسطورہ مبارزہ مقومت تألیف مھدی انصاری
☆ الزہراء فاطمہ بنت محمد تألیف عبد الزہراء عثمان محمد
☆ الزہراء قدوہ تألیف سید محمد حسین فضل اللہ
☆ حیات امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب منشورات مؤسسہ البلاغ
☆ فاطمہ زہراء ناشر مؤسسہ بلاغ
☆ الامامہ شیخ محمد حسن آل یٰسین
☆ مذھب اھل البیت سید علی نقی حیدری مؤسسہ اھل البیت بیروت لبنان
☆ فاطمہ زہراء دژ شکست ناپذیر وحی در طول زمان تألیف حسن سعید
☆ الامامہ والقیادۃ دکتور احمد عز الدین
☆ عالم المرئۃ ناشر مؤسسہ بلاغ
☆ حق ذوی القربیٰ
☆ المال والحکم فی الاسلام

☆ ولکل امۃ ۔۔۔رسول
☆ ائمۃ اہل بیت رسالۃ وجہاد
☆ الامامۃ فی تشریع الاسلامی — محمد مہدی اصفی
☆ الامامۃ حتی ولایۃ الفقیہ
☆ تجلی امامت تحلیلی از حکومت امیرالمومنین علی
☆ تاریخ اسلام — دکتور حسن ابراہیم حسن ۳ جلدیں
☆ امام علی ابن ابی طالب تألیف محمد رضا
☆ امام علی — عبدالمجید مہاجر
☆ عثمان بن عفان تألیف علی محمد الصلابی
☆ ذوالنورین عثمان بن عفان مؤلف محمد رضا
☆ سیرۃ امیرالمؤمنین علی ابن ابی طالب شخصیۃ وعصرہ — علی محمد صلابی
☆ ملامح الشخصیۃ الامام علی — عبدالرسول غفار
☆ الفضائل الامام علی — محمد جواد مغنیہ
☆ علی ونظام الحکم فی الاسلام — محمد باقر الناصری
☆ الامام علی من المھد الی لحد — السید محمد کاظم القرونی
☆ علی السید العرب العجم — شیخ عبدالجبار الربیعی
☆ علی وفرزندانش — دکتر طٰہٰ حسین
☆ حکومت عدالت خواہی علی ابن ابی طالب — سید اسماعیل رسولزادہ
☆ پیشوایان ھدایت حضرت علی — مجمع جہانی اہلبیت
☆ سیمای کارگزاران علی ابن ابی طالب — علی اکبر زاکری
☆ علی — دکتر علی شریعتی
☆ امیرالمؤمنین اسوۃ وحدت — محمد جوادی شری
☆ المرتضی — ابوالحسن علی الحسنی الندوی
☆ فضائل امیرالمؤمنین علی ابن ابی طالب — شیخ محمد حسن المظفر

☆ ترجمہ علی ابن ابی طالب	باقر محمودی
☆ موسوعۃ الامام علی ابن ابی طالب	محمد ری شہری
☆ امام علی	عبدالرزاق شرقادی
☆ علی المرتضی	حسین شاکری
☆ امام علی	محمد رضا رشید
☆ علی	جعفر سبحانی
☆ فصول المائۃ فی علی	
☆ الائمہ اثنا عشر	ہاشم معروف
☆ فی رب الائمہ	محسن الامین
☆ فی رحاب الائمہ	بحر العلوم
☆ مرد نا متناہی علی ابن ابی طالب	حسن صدر
☆ بیست و پنج سال حکومت علی	فواد فاروقی
☆ علی آئینہ عرفان	سید اصغر ناظم زادہ قمی
☆ عبقریہ الامام علی	عباس محمود العقار
☆ علی نبراس دمتراس	سلیمانی کتانی
☆ علی امام المتقین	شرقادی
☆ علی ابن ابی طالب	محمد رضا صدر
☆ امام علی	عبدالحمید مہاجری

☆ علی آئینہ عرفان تألیف سید اصغر ناظم زادہ قمی

☆ ارشاد شیخ مفید متوفی ۴۱۲ھ

☆ علی کیست تألیف فضل اللہ کمپانی ناشر دار الکتب اسلامیہ شیخ محمد آخوندی

☆ منتخب تواریخ تألیف حج محمد ہاشم بن محمد علی خراسانی انتشرات علمیہ اسلامیہ

☆ چہل گفتار از سخرانہائے فاطمی جلد اول

☆ حیات اہل البیت محمد علی تسخیری

☆ لاامامیہ والشیعہ تألیف سید عبداللہ موسوی شیرازی
☆ ولایۃ اہل البیت تألیف عبداللطیف بری دارالمتعارف للمطبوعات بیروت
☆ زندگانی امیرالمؤمنین مؤلف سید ہاشم رسولی محلاتی
☆ خلفائے راشدین مؤلف ڈاکٹر سھیل طقوش نشر دارنفائس ص ۶۵۶
☆ خلفائے راشدین تألیف عبدالجبار نجار ص ۳۳۹
☆ الامام علی ابن ابی طالب تألیف محمد رضا
☆ تاریخ خلیفہ بن خیاط متوفی ۲۴۰ھ
☆ تاریخ اسلامی محمود شاکری جلد ۳،۴ نشر مکتب اسلامی
☆ تاریخ خلفاء دکتور احمد حمس حسن دار حدیث قاہرہ ۱۶۔ صفوۃ صفوۃ تألیف ابی لفرج ابن جوسی متوفی ۵۱۷ھ
☆ جولۃ تاریخیہ تا ابوبکر ابن ابی قحافہ تألیف دکتور محمد سید الوکیل ناشر دار مجتمع
☆ ابوبکر ابن ابی قحافہ صدیق تألیف محمد رضا
☆ حیات خلیفہ عمر ابن خطاب ابن خطاب عبدالرحمٰن احمد بکری دارالارشاد للطباعۃ الانشر بیروت
☆ عمر ابن خطاب ابن خطاب تألیف محمد رضا
☆ عمر ابن خطاب بن خطاب شخصیتہ وعصرہ تألیف علی محمد صلاّبی
☆ ابوبکر صدیق تألیف علی محمد صلاّبی
☆ تاریخ اسلام تألیف حسن ابراہیم حسن
☆ محمد بن عبدالعزیز تألیف علی محمد صلاّبی
☆ علی ومناوۂ تألیف دکتور فوی جعفر نشر مطبوعات نجاح قاہرہ سنہ ۱۳۹۶ھ
☆ حضرت علی کتاب الامام رلی ابن ابی طالب تألیف عبدالفتاح عبدالمقصود۔
☆ علی الاسوئ مؤلف محمد رضوی
☆ علی وجدت مکتب مؤلف دکتور علی شریعتی
☆ حکومت عدالت خواہی علی ابن ابی طالب تألیف سید اسماعیل رسول زادہ خوئی
☆ علی وصلح جہانی مؤلف سید محمد خامنہ ای

☆ بیست وپنج سال سکوت علی تألیف فواد فاروقی

مصادر حضرت زہراء

☆ برتوئے خوش محمد تألیف ام الحسنین بغدادی

☆ فاطمہ زہراء تألیف سید محمد کاظم قصوینی

مصدر ظلامات فاطمہ زہراء

☆ کتاب موسوعہ مصطفیٰ وعترتہ جلد۴ فاطمہ زہراء حسین شاکری ناشر نشر ھادی قم سنہ ۱۴۱۵ھ

☆ تحلیل سیرہ فاطمہ زہراء تألیف علی کبر بابا(ف)

☆ مأسلۃ زہراء تألیف سید جعفر مرتضیٰ عاملی نشر دار سیرہ بیروت

☆ الزہراء تألیف سید شریف عاملی

☆ بیت الاحزان فی ذکراحوال سیدۃ النساء العالمین تألیف شیخ عباس محدث قمی

☆ السول الاعظم معہ خلفائی تألیف مہدی قریشی

☆ صدیقہ طاہرہ بانوئے بزرگ اسلام عقیقی بخشائشی

☆ فاطمہ کوثر رسالت تألیف سید ھاشم بطحائی گلپائے گانی

☆ فدک فی تاریخ محمد باقر الصدر ناشر دار للمطبوعات بیروت لبنان

☆ الزہراء ام ابیھا تألیف فاضل میلانی

☆ الزہراء وتر فی غمد

☆ فصلنامہ عدالت

☆ سیرۃ امیر المؤمنین الخامس الخلفاء الراشدین

☆ حسن بن علی بن ابی طالب — علی محمد صلابی

☆ سیرۃ الآئمۃ اثنا عشر — ہاشم معروف حسنی

☆ امامان الشیعہ — علامہ محمد تقی مدرسی

☆ امامت — استاد حسن زادہ آملی

☆ درمکتب اہلبیت — دار التوحید

☆ پیرامون زندگانی چھاردہ معصوم قربانیان عدالت — دکتر محمد رضا صالحی

☆ حیات فکری وسیاسی امامان شیعه	رسول جعفریان
☆ السیرت الآئمة اثناعشر	عادل ادیب
☆ ائمتنا	علی محمد علی دخیل
☆ فی رحاب آئمة اہلبیت	محمد باقر بحر العلوم
☆ فی رحاب الآئمة	آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ
☆ الائمة اثناعشر	شمس الدین مھمد بن طولون
☆ خصائص الآئمة علیہ السلام	شریف الرضی
☆ معالم المدرستین	العلامة سید مرتضیٰ عسکری
☆ تاریخ اہلبیت	سید محمد رضا حسینی
☆ الآمامة فی ضوء الکتاب والسنة	شیخ مھدی السماوی
☆ اہلبیت ومصلحة الاسلام	شیخ فواد کاظم المقدادی
☆ فروغ ولایت	جعفر سبحانی
☆ اسرار ولایت مطلقه	شیخ محمد علی بھمنی
☆ تجلی امامت در نہج البلاغہ	علائم الدین حجازی
☆ اسرار غدیر	محمد باقر انصاری
☆ تبصرة الولی	البحرانی
☆ الخوارج تاریخھم ،فرقھم وعقائدھم	دکتور احمد عوض ابوالشباب
☆ التاریخ کوفہ	سید احمد برقی النجفی
☆ معاویة بن ابی سفیان	محمد علی صلابی

فدک کے لغوی معنی کپاس بوائی کو کہتے ہیں۔ جغرافیائی حوالے سے یہ مدینہ سے دو دن پیادہ مسافت پر واقع یہودیوں کی ایک بستی تھی۔ جبکہ ساتویں صدی ہجری میں یہاں کے رہنے والوں نے نبی کریمؐ سے نصف درآمد پر مصالحت کی تھی۔

اس طرح قرآنی زاویہ سے، حشر ۶ سے ۸ میں آیا ہے، اس کی تولیت رسول اللہؐ کو دی ہے لیکن فدک متنازعہ بین فاطمہ زہراء و ابوبکر کونسا فدک ہے؟

بعض کے نزدیک جہاں تک آسمان نے سایہ فگن کیا ہے وہ فدک ہے جبکہ بعض نے فدک کا تعارف خریطہ عالم اسلامی بتایا ہے۔ یہاں سے فدک ایک معمہ طلسماتی بنا۔ اور تحقیق طلب مسائل میں شامل ہو گیا ہے۔

کیونکہ معاجم تراجم نساء ورجال میں فاطمہ کے نام سے بہت سی فاطمہ آئی ہیں۔ اسی طرح ابوبکر و عمر بن خطاب اور علی ابن ابی طالب کے نام سے بہت سے نام آئے ہیں۔ قوائد علوم عربیہ کے تحت نام مکرر ہو تو نکرہ بن جاتا ہے اور نکرہ مستند الیہ نہیں بن سکتا ہے۔ یہ صفحات محدود اسے نکرہ سے نکال کر معرفہ بنانے کی ایک سعی ناقص ہوں گے۔